بسم اللہ الرحمن الرحیم

راہِ نجات

مرتب

الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ

بلقیس اظہر

جماعت عائشہؓ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

راہِ نجات

مرتب:
الفقیر اِلی اللہ تعالیٰ
بلقیس اظہر
جماعت عائشہؓ

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
1	نجات کا راز	3
2	شیطان کے دشمن	3
3	راہِ نجات	4
4	ایمانِ حقیقی	8
5	رب کی بہترین تخلیق (انسان)	12
6	کلمہ طیبہ	17
7	نماز	20
8	فرائض نماز	23
9	روزہ	27
10	زکوٰۃ	32
11	ایصال ثواب	40
12	حج	43
13	حج کی ادائیگی کا طریقہ	47
14	فضائل حج	50
15	نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا سفر حج	54
16	حجرِ اسود	58
17	چاہ زم زم	59
18	مدینہ منورہ	62
19	جہاد فی سبیل اللہ	71
20	توبہ	74
21	موت کی تیاری	79
22	موت کی حقیقت (موت سے صور تک)	88
23	موت کی حقیقت (صور سے آخری فیصلے تک کا بیان)	93
24	عزازیل سے شیطان ابلیس تک	99
25	عداوت شیطان	105
26	شیاطین جنات	110
27	انسان کے موکلین	118

نجات کا راز

نجات صرف اور صرف رحمت الٰہی سے ہے۔ فضل الٰہی سے ہے، کرم الٰہی سے ہے۔ رحمت سے کرم کے دروازے کھلتے ہیں اور رحمت الٰہی کا دروازہ حب رسول خاتم النبیین ﷺ سے کھلتا ہے اور حب رسول کا دروازہ درود پاک سے کھلتا ہے۔ اسی درود پاک سے انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت میں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے غصہ سے محفوظ رہتا ہے۔ ایسے انسان کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی وساطت سے اللہ تعالیٰ سے دوستی نصیب ہوجاتی ہے۔ نجات کے لیے اتنا علم کافی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے۔ اور ہر گھڑی اس کی رحمت کا منتظر رہے۔ سب سے بڑی بات خوف خدا اور احکام الٰہی کا پابند رہنا ہے۔

امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں "جب وہ پریشان ہوتے تو دن میں کم از کم ایک ہزار بار استغفار پڑھتے تھے"۔

اسی طرح محدثین نے لکھا ہے "لا الہ الا اللہ ہمیں بند دروازوں سے بھی نکال دیتا ہے"۔

امام احمد بن حنبلؒ کا کہنا ہے "لا حول و لا قوۃ الا باللہ مجھے کھینچ کر بلکہ آپ کہتے ہیں گھسیٹ کر کسی کے گھر لے گیا تھا (جس کو مدد درکار تھی)"۔

درود شریف کے متعلق ہے کہ "اُس کو پڑھنے سے ہمارے دل کے اندر پیدا ہونے والی وہ دعا بھی قبول ہوجاتی ہے جو زبان پر نہ آئی ہو"۔

اس لئے نجات کے لئے یہ ضروری ہے کہ دل اُسی سے لگایا جائے جس نے دل بنایا ہے۔

پابندی تقدیر کہ پابندی احکام؟
یہ مسئلہ مشکل نہیں اے مرد خرد مند
تقدیر کے پابند نباتات جمادات
مومن فقط احکام الٰہی کا ہے پابند

****

شیطان کے دشمن

حضرت فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ نے اپنی کتاب " تنبیہ الغافلین "میں وہب بن منبہؒ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ:

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے شیطان سے پوچھا کہ "اے ملعون تیرے دشمن کون لوگ ہیں"؟ شیطان نے جواب دیا" پندرہ قسم کے لوگ میرے دشمن ہیں:

1۔ "اَوّلُھُم اَنتَ "سب سے پہلے دشمن تو آپ خاتم النبیین ﷺ ہیں۔
2- عادل بادشاہ یا عادل حاکم
3۔ سچا تاجر
4۔ خشوع کرنے والا عالم
5۔ خیر خواہی کرنے والا مومن
6۔ رحم دل مومن
7۔ توبہ کر کے ثابت قدم رہنے والا
8۔ حرام سے پرہیز کرنے والا
9۔ متواضع مالدار
10۔ ہمیشہ طہارت پر رہنے والا مومن
11۔ کثرت سے صدقہ کرنے والا مومن
12۔ لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے والا مومن
13۔ لوگوں کو نفع پہنچانے والا مومن
14۔ قرآن پاک کی ہمیشہ تلاوت کرنے والا۔ عالم۔ حافظ۔ قاری
15۔ رات میں ایسے وقت میں تہجد پڑھنے والا جب سب سو چکے ہوں"۔

(تنبیہ الغافلین)

****

راہِ نجات

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں 2 دروازے رکھے ہیں، ایک دروازہ کھلتا ہے تو اسے عرش کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ دوسرا دروازہ کھلتا ہے تو اُسے فرش کی چیزیں نظر آتی ہیں۔ دل میں آنکھ، کان، ناک کے راستے سے جب آدمی دیکھے گا تو ظاہری چمک دمک اور پھول بوٹے سب نظر آئیں گے۔ اور ان آنکھ ناک کان کے دروازوں کو بند کر کے جب دل کا دروازہ کھلے گا تو اِسے عرش کی چیزیں نظر آئیں گی۔ وہاں کے علوم وکمالات اترنے شروع ہوں گے۔ قلب کے اندر دونوں راستے ہیں نیچے کا دروازہ بند کر دو گے تو حقیقتیں کھلنی شروع ہو جائیں گی۔ دل میں دونوں قسم کی صلاحتیں موجود ہیں۔ اعلیٰ ترین صلاحیت یہ ہے کہ آدمی اُوپر کی چیزوں کو جذب کرے، علمِ خُداوندی کو، کمالاتِ خُداوندی کو، معرفتِ خُداوندی کو، اخلاقِ ربانی کو اور ملائکہ کی صفات کو جذب کرے تو صحیح معنوں میں کامل انسان اور کامل بشر بن جائے گا۔

ایک قول کے مطابق: "سب انسان ہلاک ہو جانے والے ہیں، اگر بچیں گے تو اہلِ علم"

یہی علم کی قوت ہے جو انسان کو اُونچا بناتی ہے اور دنیا کے اوپر غالب کرتی ہے۔ یہ زمین بیچاری علم نہیں رکھتی، رات دن جوتیوں میں پامال ہے۔ جانور علم نہیں رکھتے رات دن ہماری غلامی میں مبتلا ہیں۔ انسان نے اپنے علم کی بدولت کسی جانور پر ہل رکھا اور جوت رہا ہے، کسی کی پشت پر سواری کر رہا ہے۔ یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ اس نے جانوروں کو علم و عقل نہیں دی ورنہ، نہ سواری ہوتی اور نہ کھیتی باڑی، وہ کہتا کہ دلیل سے ثابت کر کہ تجھ کو مجھ پر بیٹھنے کا حق ہے۔ یا پھر دلیل سے ثابت کر کہ مَیں تیرے لیے بنایا گیا ہوں وغیرہ۔ تو دنیا میں جتنی سجاوٹ ہے، جتنی زینت اور آرائش ہے وہ انسان کے علم کی وجہ سے ہے۔ آخرت جتنی منور ہو گی انسان کے علم سے منور ہو گی، عمل سے منور ہو گی، بدن کے ڈیل ڈول سے منور نہیں ہو گی۔ کھانے پینے سے منور نہیں ہو گی۔ اچھے اچھے لباس اور بہترین گھروں سے منور نہ ہو گی۔

اُمتِ محمدی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا پیغام

معراج کی شب نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب ساتویں آسمان پر پہنچے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا کہ بیت المعمور سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں (ساتویں آسمان پر فرشتوں کا قبلہ ہے جس کو بیت المعمور کہتے ہیں۔ زمین سے لے کر ساتویں آسمان تک ایک وہی قبلہ ہے۔ وہ ایک ہی مرکز ہے جس کے ارد گرد ساتوں آسمان اور زمینیں گھوم رہی ہیں)۔

زمین پر بیت اللہ یا خانہ کعبہ کہلاتا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا "اے محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی اُمت کو میرا اسلام کہہ دینا اور کہہ دینا کہ جنت تمہارے حق میں چٹیل میدان ہے۔ اِس میں بیل بوٹے، پھول پھل تمھاری تسبیحات ہیں۔ اِس میں مکانات، محلات تمہارے عمل اور عبادات ہیں۔ اس میں تمہارے لیے کوئی چیز نہیں جتنا کر لو گے وہ تمہارے لیے ہو جائے گا۔ ورنہ اس میں کچھ نہیں"، تو جو آدمی کو ملتا ہے اپنی ہی محنت سے ملتا ہے، تمنائیں کرنے سے نہیں ملتا۔ دنیا کو دار الکسب بنایا گیا ہے جو محنت کرے گا وہ پائے گا۔ اگر ہم صبح سے شام تک دکان پر بیٹھ کر محنت نہ کریں تو ہم پیسے لے کر گھر نہیں آسکتے، اگر کاشتکار کھیت پر جا کر محنت نہ کرے تو چار دانے لیکر اپنے گھر نہیں آسکتا۔ اگر ایک صناع (کاریگر) محنت نہ کرے، برتن نہ بنائے تو بازار میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہو گی۔ کیونکہ جو کرے گا وہ پائے گا۔ جو نہیں کرے گا وہ کچھ نہیں پائے گا۔

دنیا میں ہر انسان معمار ہے

در حقیقت جنت کی تعمیر ہم یہاں بیٹھ کر کرتے ہیں۔ ہر انسان معمار ہے کوئی دنیا میں بیٹھ کر جہنم بنا رہا ہے تو کوئی جنت بنا رہا ہے، اپنی اپنی محنت کر رہے ہیں۔ مگر جو کچھ کرے گا اسی کا نتیجہ سامنے آئے گا۔

سب سے زیادہ محنت طلب کام ایمان کا علم ہے، سب سے بڑی چیز جو انسان کے لیے محنت طلب ہے وہ علم ہے علم ہی سے دنیا میں اور آخرت میں بھی روشنی ہے۔ سائنس کا علم ہو گا تو دنیا سجے گی اور ایمان کا علم ہو گا تو آخرت سجے گی۔ دنیا کا سجانا بھی ایک حد تک ٹھیک ہے، اگر صرف اس کو سجاؤ گے تو بھی ایک دن ختم ہو جائے گی۔ اس لیے اگر سارا سرمایا اس کے اوپر لگا دیا تو یہ ہاتھ سے چھننے والی ہے۔ تو پھر سرمایا اس چیز میں کیوں نہ لگایا جائے جو باقی رہنے والی ہے۔ بقدر ضرورت دنیا میں لگاؤ بقایا سرمایا اس میں لگاؤ جس کی ابد الآباد تک ضرورت ہے۔ کیسی حکمت کی بات حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی کہ "دنیا کے لیے اتنی محنت کرو جتنا دنیا میں رہنا ہے، آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جتنا آخرت میں رہنا ہے"۔ (سیرت ابن جوزی، ص 123)

دنیا میں 50 سال، 60 سال، 70 سال، 80 سال رہنا ہے۔ آخرت میں ابد الآباد تک کے لیے رہنا ہے۔ تو وہاں کی محنت زیادہ ہونی چاہیے، یہ ہم نہیں کہتے کہ یہاں

کے لیے کچھ نہ کریں۔نہیں یہاں کے لیے بھی کریں، رہنے کے لیے گھر بنائیں، کپڑا بھی بنائیں، کھائیں بھی مگر سارا سرمایا اسی میں نہ لگائیں، کچھ سرمایا آگے بھیج دیں۔کرنا دھرنا تو وہاں ہے، جب تک وہاں کی کوئی چیز حاصل نہیں ہوگی وہاں کا کام نہیں بنے گا اور وہاں کی سب سے بنیادی چیز علم ہے۔جب تک قلب کے اندر علم نہیں ہوگا کام نہیں بنے گا۔ تو "سارے انسان ہلاک ہونے والے ہیں تباہ ہونے والے ہیں مگر علم والے بچیں گے "۔

جو اہلِ علم ہیں ان کے لیے نجات ہے۔جہالت کے ساتھ نجات نہیں ہے، جاہل کو بھی اگر نجات ملتی ہے تو علم کے ساتھ ملے گی۔

علم محض کارآمد نہیں

مگر علم والے بھی مغرور نہ ہو جائیں،علم والے بھی ناز نہ کریں کہ بس ہمارے لیے تو نجات ہے۔نہیں دوسرا جملہ بھی سنیے:

"علم والے بھی سب تباہ و برباد ہیں، بچیں گے وہ جو اپنے علم کے مطابق عمل کرتے ہیں"۔

اگر عمل نہ ہو تو علم محض کارآمد چیز نہیں ہے، بلکہ اور زیادہ وبال بن جاتا ہے، علم تب کارآمد بنتا ہے جب اس کا استعمال کیا جائے۔اسکو عمل میں لایا جائے، علم محفوظ بھی جبھی رہتا ہے جب عمل میں آئے۔ترقی بھی جبھی ہوتی ہے جب عمل میں آئے۔اگر ہم ایک عمل سیکھ لیں لیکن استعمال میں نہ لائیں تو چند دن کے بعد بھول جائیں گے۔کام کے اندر لاتے رہیں گے تو وہ ذہن کے اندر حاضر رہے گا۔محفوظ رہے گا اور غالباً ہر طالب علم کو یہی تجربہ ہوگا کہ جن مسائل پر ہمارا عمل ہے انکا علم محفوظ ہے اور جن مسائل پر عمل کی نوبت نہیں آئی وہ یاد ہی نہیں رہتے، مثلاً نماز کے مسائل تو وہ ہیں کہ اگر کوئی پوچھے تو فوراً بتا دیئے جاتے ہیں لیکن اگر حج کے مسائل پوچھیں گے تو ذرا کتاب دیکھنی پڑے گی۔اس لیے کہ ہر روز عمل کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔عمر میں ایک حج کر لیا یاد ہی نہیں رہا۔لیکن عمل کرنے والے بھی مغرور نہ ہوں۔عمل اخلاص کے بغیر بے کار ہے۔

"عمل کرنے والے بھی سب تباہ و برباد ہیں ان کے عمل کو بھی پوچھا نہیں جائے گا خلوص والے بچیں گے"۔

جو اپنے عمل میں خلوص رکھتے ہیں۔دکھلاوے کے لیے عمل کرے وہ وبال کی چیز ہے، شہرت پسندی کے لیے عمل کرے وہ تباہی کی چیز ہے۔خالص اللہ کی رضا کے لیے عمل کرے وہی عمل کارآمد ہوتا ہے۔اِسی پر انسان کی نجات ہے۔تو فرمایا کہ لوگوں کی نجات شکل وصورت پر نہیں ہوگی بلکہ علم سے ہوگی۔پھر فقط علم سے نہیں ہوگی بلکہ عمل سے ہوگی۔پھر فقط عمل سے نہیں ہوگی بلکہ اخلاص سے ہوگی، محبت سے ہوگی۔دوُرخے پن سے عمل کرے کہ خدا کو بھی خوش کر لوں اور کچھ بندوں کو بھی خوش کرلوں، وہ عمل معتبر نہیں ہے۔فقط اللہ کی رضا کے لیے ہو وہی عمل معتبر ہوگا۔ورنہ نہیں ہوسکتا۔تو فرمایا کہ "عمل کرنے والے بھی تباہ و برباد ہیں،خلوص والے بچیں گے"۔

اگر کسی عمل کی شکل وصورت بڑی ہو لیکن اس میں اخلاص نہ ہو تو تباہی کا ذریعہ ہے اور چھوٹا سا عمل ہو بالکل معمولی سا ہو مگر خلوص اور محبت ہو تو وہ عمل نجات کا ذریعہ بن جائے گا۔حدیث میں خلوص کی تین مثالیں بیان فرمائی گئیں ہیں اور تین ہی مثالیں بغیر خلوص کے عمل کی بیان فرمائی گئیں ہیں اور نتائج الگ الگ۔مثلاً بڑے بڑے عملوں کی مثالیں:-

حدیث شریف میں ہے کہ:

(1) "روزِ محشر علماء کی ایک جماعت بلائی جائے گی،حق تعالیٰ اپنا احسان جتلائیں گے کہ ہم نے تمہیں قِسم قِسم کے علم دیئے تو تم نے کیا کیا، جواب میں علماء کہیں گے ہم نے نصیحت کی،ہم نے درس وتدریس کیا۔ہم نے تبلیغ کی،ہم نے تصنیف کی۔حق تعالیٰ فرمائیں گے " مگر کیوں کی؟ صرف اس لیے کہ دنیا میں شہرت ہو جائے کہ تم بڑے عالم تھے۔تو وہ شہرت ہوئی۔تمہارا مقصد تمہیں مل گیا، اَب کیا چاہتے ہو؟ یہاں اب تمہارے لیے کیا ہے"؟------انہیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

(2) روزِ محشر مال داروں کی ایک جماعت بلائی جائے گی۔جن کو لاکھوں روپے کی رقم اللہ نے دی تھی،حق تعالیٰ احسان جتلائیں گے کہ ہم نے تمہیں لکھ پتی،کروڑ پتی، لاکھوں کا مال دیا اور ایک ہی قسم کا نہیں بلکہ الگ الگ دیا۔باغات الگ دیئے۔تم نے ہمارے لیے کیا کیا؟ وہ کہیں گے "ہم نے صدقہ کیا، خیرات کی، ہم نے یتیموں کو بیواؤں کو دیا"۔حق تعالیٰ فرمائیں گے "بے شک تم نے یہ سب کچھ دیا مگر کیوں دیا؟ کیا میرے لیے کیا؟ نہیں۔اس لیے کیا تاکہ دنیا میں شہرت ہو کہ تم بڑے سخی ہو، بڑے دینے والے ہو، تو وہ شہرت تو ہو چکی۔اب ہم سے کیا چاہتے ہو"؟۔یہ جماعت بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈالی جائے گی۔

(3) اِس کے بعد حدیث پاک میں فرمایا گیا کہ "ایک جماعت شہیدوں کی بلائی جائے گی"۔حق تعالیٰ فرمائیں گے "ہم نے تمہارے بدنوں میں طاقت دی، تمہیں پہلوانی کے بدن دیئے، تم میں قوتیں دیں، تم نے ہمارے لیے کیا کیا"؟ عرض کریں گے "ہم نے جہاد کیا،ہم نے جانیں لڑا دیں، ہم نے گردنیں کٹا دیں ،خون بہا دیا"۔حق تعالیٰ فرمائیں گے "یہ سب کیا مگر کیوں؟ تاکہ دنیا میں تمہاری شہرت ہو کہ تم بڑے بہادر ہو؟ تم بڑے جواں مرد ہو۔وہ شہرت تو ہو چکی اب ہم سے کیا چاہتے ہو"؟ اِس جماعت کو بھی اوندھے منہ جہنم میں ڈالا جائے گا"۔(مسند احمد،حدیث نمبر 9714)

اَب دیکھیں کہ علم سے تبلیغ کرنا کتنا بڑا عمل ہے۔ پیغمبروں کا عمل ہے مگرا کارت ہو گیا صرف اس لیے کہ اس میں خلوص نہیں تھا۔ سخاوت کتنا بڑا عمل ہے، صدقہ خیرات لاکھوں کروڑوں دیا کتنا بڑا عمل ہے۔ مگر بے کار ہو گیا صرف اس لیے کہ اس میں خلوص نہیں تھا۔ شہرت پسندی کا جذبہ تھا۔ جہاد کتنا بڑا عمل ہے کہ آدمی نے جاں تک دے دی مگر عمل قبول نہیں ہوا صرف اس لیے کہ اس میں خلوص نہیں تھا۔ تو عمل کا ڈھانچہ کام نہیں دیتا۔ جب تک عمل کے اندر جان نہ پیدا ہو، اگر جان نہ ہو تو مردہ لاش کتنی ہی موٹی ہو، پہلوانوں جیسی ہو وہ تو دفن کرنے کے قابل ہوتی ہے، کار آمد نہیں ہوتی۔ کار آمد جبھی ہے جب اِس کے اندر جان اور روح ہو۔ تو عمل کی شکل کتنی ہی بڑی ہو، اگر اس میں اِخلاص کی روح نہیں ہے تو وہ عمل کار آمد ثابت نہیں ہوگا۔ تو بڑے بڑے اعمال کی تین مثالیں ہم نے دیکھیں جو خلوص نہ ہونے کی وجہ سے بیکار رہوئے۔

چھوٹا عمل خلوص کی وجہ سے ذریعہ نجات ہُوا

تین مثالیں حدیث میں چھوٹے اعمال کی بیان کی گئی ہیں کہ خلوص کی وجہ سے نجات کا ذریعہ بنیں۔ حدیث میں ہے کہ:

"تین آدمی سفر میں نکلے بارش کی وجہ سے غار میں گئے اُوپر سے ایک پتھر آیا اور غار کا دروازہ بند ہو گیا۔ پریشان۔۔۔ آخر ہر ایک نے اپنی اپنی نیکی کے صدقے میں نجات کی دعا کی۔

(1) پہلے نے کہا "اے اللہ! میرے پاس صرف ایک بکری تھی اِسی پر گزر اوقات تھی جس کا دودھ نکال کر سب سے پہلے اپنی ماں کو پھر بچوں کو اور پھر بیوی کو اور سب سے آخر میں خود پیا کرتا ہوں۔ اے اللہ اگر میرا عمل تیرے نزدیک مقبول ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے"، پتھر تہائی کھسک گیا۔

(2) دوسرے نے کہا "اے اللہ! مجھے ایک حسین اور دولت مند عورت نے ایک دن اپنا جمال دکھا کر اپنی طرف مائل کیا مگر میں نے کہا مجھے اللہ کا خوف ہے۔ اگر یہ عمل تیرے نزدیک مقبول ہے تو ہمیں اِس مصیبت سے نجات دے"، پتھر مزید کھسک گیا۔

(3) تیسرے نے کہا "اے اللہ! مَیں ایک مفلس آدمی تھا میرے پاس کچھ نہیں تھا۔ میرے ایک دوست نے میرے پاس 100 روپے امانت رکھوائے اور کہا کہ ضرورت ہو تو تم استعمال بھی کر سکتے ہو، مجھے جب ضرورت ہوگی تو میں لے لوں گا، میں سفر کرنے جا رہا ہوں۔ مَیں نے اس سے بکریاں خریدیں دودھ بیچنا شروع کر دیا منافع ہوتا گیا اور بکریاں خریدتا گیا۔ چند سال گزر گئے میرا دوست واپس آیا، اُس نے مجھ سے 100 روپیہ مانگا تو مَیں نے تمام ریوڑ اُس کے حوالے کر دیا کہ اس کے 100 روپے کی برکت تھی، وہ پورا ریوڑ لے کر چلا گیا۔ اے اللہ اگر میرا یہ عمل تیرے نزدیک مقبول ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے"۔ غار کا پورا منہ کھل گیا اور اُنھیں نجات مل گئی۔ تینوں دوست باہر آئے اور اپنے رَب کا شُکر ادا کیا"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2333)

دیکھیے سخاوت، تبلیغ، شہادت اور علم پڑھانے جیسا عمل بیکار ہو گیا۔ جہنم سے نہیں بچا سکا۔ اس لیے کہ اس میں خلوص نہیں تھا اور یہ چھوٹے چھوٹے اعمال تھے لیکن خلوص سے کیے گئے تو دنیا میں نجات کا سبب بن گئے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کا سبب بن گئے۔ تو چاہے کتنا ہی سنوار کر ہم نماز پڑھیں نیت ہو کہ لوگ نمازی کہیں، وہ نماز قبول نہیں ہوگی۔ اور گندے کپڑے میں لپیٹ کر منہ پر دے ماری جائے گی۔ تو بنیادی اور اساسی چیز انسان کے لیے خلوص اور اللہ کی رضا ہے۔ تو اب تک تین اصول نجات کے لیے ضروری چیزیں کیا ہیں: علم، عمل، اخلاص۔

انسان میں علم نہ ہو تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے، اگر علم آ گیا تو روشنی آ گئی۔ عمل نہیں تو کورا علم کسی کی نجات کا ذریعہ نہیں بن سکتا کیونکہ **"عمل کرنے والے بھی سب کے سب برباد ہیں، خلوص والے بچیں گے، جنہوں نے سچائی اور اخلاص سے عمل کیا"۔**

گویا تین بنیادی چیزیں فرمائی گئیں کہ "انسان ہلاکت اور بربادی سے بچنے والے نہیں ہیں مگر علم والے بچیں گے، علم اور عمل ہی نجات کا ذریعہ بنے گا، خلوص یا محبت نجات کا ذریعہ بنے گا، گویا علم بھی ہو اسکے ساتھ عمل بھی ہو اور اس کے ساتھ اخلاص بھی ہو تب جا کر نجات کا ثمرہ پیدا ہوگا"۔

مگر اِخلاص کے بعد ایک چیز اور بھی ہے کہ خلوص ہو تو آدمی غرور نہ کرے، اترائے نہ، متکبر اور مغرور نہ ہو کہ مَیں کوئی چیز ہوں، مَیں نے کوئی عمل کیا اس لیے کہ **مدارِ نجات صرف اللہ کا فضل ہے۔**

بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا بہت زاہد اور عبادت گزار۔ اُسے خیال آیا کہ بچے اور گھر بار اِس کی عبادت میں رکاوٹ ہیں لہذا اُس نے گھر بار چھوڑ کر ایک سمندر کے ٹیلے پر بسیرا کیا اور عبادت کرنے لگا۔ اللہ نے اس جزیرہ پر ایک انار کا درخت اگا دیا، وہ عابد ایک انار روز کھا لیتا اور اللہ نے ایک چشمہ ٹھنڈے پانی کا جاری کر دیا، ایک کٹورا پانی روز پی لیا کرتا۔ اُس نے 500 برس ریا سے پاک عبادت کی کہ وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ مرتے وقت اس نے خواہش ظاہر کی کہ اے اللہ مجھے سجدے کی حالت میں موت دینا تا کہ روزِ محشر تک تیرے حضور سجدے کی حالت میں پڑا رہوں، اللہ تعالیٰ نے اُس کی دعا قبول کر لی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "

اب تک اسکا جسم سجدے کی حالت میں ہے"۔ جب اس کی روح اللہ کے پاس پہنچی تو اللہ نے فرمایا کہ "میرے بندے کو میرے فضل سے جنت میں داخل کردو"۔اس عابد کے دل میں خیال آیا کہ 500 برس کی عبادت اور سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کیا اب بھی اپنے فضل سے جنت میں داخل ہونے کا فرمارہے ہیں۔اگر اللہ تعالیٰ یہ فرما دیتے کہ اس لیے جنت میں لے جاؤ کہ اس نے اپنا گھر بار بیوی بچے چھوڑے تو کیا حرج تھا۔ میرا دِل بڑھ جاتا۔ یہ خیال آنا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "لے جاؤ میرے بندے کو فلاں طرف"، تھوڑی دیر بعد پیاس کی شدت سے بے حال ہو گیا، ایک ہاتھ نمودار ہوا اور ایک پانی کا پیالہ دکھایا گیا، وہ عابد چلایا، "پانی"؟ کہا" قیمت ہے اِس کی"؟ عابد نے کہا" کیا قیمت ہے"؟ کہا گیا"500 برس کی عبادت"، عابد نے کہا"منظور ہے"۔اور پانی پی لیا۔حکمِ الٰہی ہو"اے لے آؤ میرے بندے کو میرے پاس"-اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا"500 برس کی عبادت تو ایک پیالہ پانی کے عوض ختم ہوئی۔ اب اِن بے شمار کٹوروں کا حساب دو، جو تم روز دنیا میں پی کر عبادت کیا کرتے تھے اور انار کے ایک ایک دانے کا حساب دو جو تم روز کھاتے تھے اور اِس ہوا کا حساب دو جو چلا کرتی تھی اور اس روشنی کا حساب دو جو دنیا میں تمہیں میسر تھی"-اَب اپنی غلطی کا احساس ہوا اور فوراً پکارا" یا رَب یہ ٹھیک ہے اِنسان صرف تیرے فضل ہی سے جنت میں جاسکتا ہے اور یہ بھی تیرا فضل ہی تھا کہ تو نے 500 برس کی عبادت پانی کی قیمت بنادی اگر تو ایک ہزار برس کی عبادت کہتا تو مَیں کیا کرتا"؟۔ پھر حکم ہوتا ہے"لے جاؤ اسے اللہ کے فضل سے جنت میں"۔

حقیقت یہ ہے کہ صرف نجات اللہ کے فضل سے ہے اگر وہ توفیق نہ دے تو آدمی عبادت نہیں کرسکتا، بدن میں جان ہو سب کچھ ہو مگر دل میں ارادہ ہی پیدا نہ ہو ہمت نہ ہو۔ سستی بڑھ جائے۔ وہی تو توفیق دیتا ہے۔ وہی ہمت دے تو ہم سجدہ کر سکتے ہیں، وہ ہمت نہ دے تو سجدہ کیسے کریں؟ تو غرور اور اِترانے کے کیا معنیٰ؟ تو حاصل یہ ہے کہ عبادت ہمارے عمل سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل سے ہے اور فضل کی علامت یہ ہے کہ ہم عمل کر رہے ہیں۔ تو یہ عمل کرنا علامت ہے کہ فضل ہماری طرف متوجہ ہے۔ تو عمل ضروری ہے چونکہ وہ فضل خداوندی کی علامت ہے نجات بے شک اللہ کے فضل سے ہوگی۔ ملائکہ قیامت کے دن یوں کہتے ہوں گے کہ "اے اللہ ہم نے کوئی حق تیری عبادت کا ادا نہیں کیا، ہم تجھے پہچان بھی نہ سکے۔ جیسا کہ تجھے پہچاننے کا حق تھا"۔

تو فرشتے جو لاکھوں برس سے عبادت کر رہے ہیں وہ بھی کہیں گے کہ ہم کچھ نہیں کر سکے اور ہم 24 گھنٹوں کی نعمتوں بھری زندگی میں ایک دو گھنٹے کی عبادت کر کے اگر عبادت پر فخر کریں تو بے کار اور پھر جیسی ہم عبادت کرتے ہیں یہ تو مالک کا فضل وانعام ہے کہ وہ ہماری اس عبادت کو عبادت مان لیتا ہے اس پر غرور کیسا؟ بلکہ اس پر جتنا بھی ہو شکر ادا کرے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "تم میں سے کسی کا عمل نجات نہیں دلائے گا، اللہ کا فضل نجات دلائے گا"۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ! آپ خاتم النبیین ﷺ کا عمل بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کو نجات نہیں دے گا؟"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "مجھے بھی میرا عمل نجات نہیں دلائے گا، جب تک اللہ کا فضل دستگیری نہ کرے اور مجھے اپنی رحمت میں نہ ڈھانپ لے"۔(صحیح مسلم، جلد6، حدیث نمبر 7117)

آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "میرا عمل نجات دلانے والا نہیں فضلِ خُداوندی نجات دلانے والا ہے"۔

حق تعالیٰ کے سامنے اعترافِ قصور ہی شکر ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے حکم دیا "اے داؤد علیہ السلام ہمارا شکر ادا کیا کرو"۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے فرمایا کہ "اے اللہ جب مَیں تیرا شکر ادا کرتا ہوں تو یہ تو ایک نئی نعمت کا اضافہ ہو جاتا ہے جس پر دوبارہ شکر واجب ہے تو تیرا شکر کیسے ادا کروں"؟ اِس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ "اَب تُو نے شُکر ادا کر دیا"۔

نجات کے گویا **4** عناصر ہیں: (1) **علم** (2) **عمل** (3) **اِخلاص** (4) **فضلِ خُداوندی اور فکرِ آخرت**

یہ چار بنیادی اُصول ہیں جن سے آدمیت بنتی ہے۔

اس طرح اِنسان کی حقیقی زندگی ان چار چیزوں سے ہے۔

ا۔ علم: علم درس گاہوں میں، مکاتب میں اور علماء کے پاس ملے گا۔

2۔ عمل: عمل کرنے والوں کی ہیت دیکھ کر ملے گا۔

3۔ خلوص: خلوص والوں کی جماعت دیکھ کر ملے گا۔

4۔ فکر: متفکروں کی جماعت میں بیٹھ کر ملے گا۔

غافل لوگوں کی صحبت غفلت پیدا کر دے گی، بدعملوں کی صحبت بدعملی پیدا کر دے گی، جاہلوں کی صحبت میں جہالت ملے گی۔ تو جیسی صحبت ویسا انجام ہوگا۔

ایمانِ حقیقی

ایمان کیا ہے؟

ایمان اللہ کی وفاداری اور آخرت کی کامیابی کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لینے کا نام ہے۔

دین اسلام کی بنیاد ایمانیات پر ہے۔

1- **ایمانیات کا پہلا جز:-** اس بات کا ماننا ہے کہ اس دنیا میں انسان کا ایک خالق و مالک ہے۔ جس نے ہر شے کو پیدا کیا ہے انسان کو تنہا اس معبود کی عبادت کرنی چاہیے اور اس کی پسند کی راہ پر چلنا چاہیے۔

2- **ایمان کا دوسرا جز:-** اس بات کو ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چند کہ آج غیب میں ہے مگر ایک روز وہ انسانوں کے سامنے آجائے گا یہ وہ دن ہوگا جب تمام انسانوں کو زندہ کر کے اٹھایا جائے گا اور اس بات کو دیکھا جائے گا کہ انہوں نے گزری ہوئی زندگی میں کیسے اعمال کیے؟ اچھے اعمال والوں کو جنت کی پرُ فضا وادی میں ہمیشہ کے لیے بسا دیا جائے گا اور بدکاروں کو جہنم کے عذاب میں چھوڑ دیا جائے گا۔

3- **ایمانیات کا تیسرا جز:-** یہ ہے کہ غیب کے اس زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ انسانوں سے بے تعلق نہیں رہتا۔ بلکہ انسانوں کو اپنی مرضی سے آگاہ کرنے کے لیے انہی میں سے کچھ لوگوں کو اپنا پیغام پہنچانے کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ یہ لوگ پیغمبر کہلاتے ہیں۔ جن پر وہ ایک مخلوق فرشتوں کے ذریعے سے اپنا کلام اتارتا ہے۔ پھر یہ پیغمبر اس کلام کو کبھی اپنے الفاظ میں اور کبھی کتابوں کی شکل میں لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ اپنے معبود کی مرضی جان سکیں۔

یہی وہ باتیں ہیں جنہیں توحید، آخرت، رسالت، فرشتے، اور کتابوں پر ایمان کہا جاتا ہے۔

مسلمان ہونے کے ناطے ہمارے آئیڈیل نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ہیں جس شخص کی زندگی ایمانیات کی بنا پر بدل جائے وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک اصل مومن ہے اور جس کی زندگی نہ بدلے وہ اللہ کے غضب کا شکار ہوگا۔ چاہے وہ خود کو کتنا ہی مسلمان سمجھے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اپنے تک پہنچنے کا ایک نقشہ بھی عطا کر دیا ہے۔ یہی نقشہ پیغمبروں کی راہنمائی کے ذریعے سے انسانوں کو ملتا رہا اور آخری مرتبہ یہ نقشہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی وساطت سے قرآن پاک کی شکل میں تحریری طور پر محفوظ کر کے انسانوں کو دے دیا گیا۔ اس نقشے میں علامات نہیں بلکہ الفاظ کی شکل میں بتا دیا گیا ہے کہ کون لوگ ہیں جو اُس خزانے تک (جنت) پہنچنے میں کامیاب رہتے ہیں؟ سیدھا راستہ کیا ہے؟ اس پر چلنے میں کیا کیا مشکلات آتی ہیں؟ اس راستے کا زادِ راہ کیا ہے؟ راستہ بھٹک جائیں تو کیا کرنا چاہیے؟ یہ سب اس میں تفصیل کے ساتھ بتا دیا گیا ہے۔

مگر آج بدقسمتی سے انسان اس نقشے کو چھوڑ کر خواہشات کے صحرا اور ابلیس کے جنگل میں بھٹک رہا ہے۔ انسان یہ بھول چکے ہیں کہ وہ عالم زیست (دنیا میں) ایک مہم پر بھیجے گئے ہیں۔ اس مہم میں ان کا مقصد زندگی کے اس پار ایک اور دنیا میں موجود فردوس کے خزانے تک پہنچنا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ دنیا کے اس جنگل سے وہ محتاط انداز میں گزریں کیونکہ یہاں قدم قدم پر گناہ کی دلدل ہے۔ ابلیس کے چھوڑے ہوئے شکاری ہیں۔ خزانے کے اس نقشے کو چھوڑ دینا ہر چند کے تمام انسانیت کی بدقسمتی ہے مگر سب سے بڑھ کر یہ ان لوگوں کی بدقسمتی ہے جن کے حوالے کر کے پیغمبر علیہ السلام دنیا سے گئے تھے۔ اس لیے کہ دوسروں کو یہ سب کچھ سمجھانے کی ضرورت ہے مگر مسلمانوں کو تو اس بات پر یقین ہے کہ واقعتاً یہ قرآن جنت کے پوشیدہ خزانے کا نقشہ ہے۔ دنیا کے دوسرے لوگ تو کل قیامت کے دن یہ عذر پیش کر سکتے ہیں کہ ہمارے پاس خزانے کا یہ نقشہ نہ تھا مگر مسلمان قیامت کے دن کیا عذر پیش کریں گے؟

آج مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور محمد خاتم النبیین ﷺ کا دیا ہوا سب سے عظیم تحفہ ان کے پاس موجود ہے مگر توفیق نہیں کہ اس کو کھول کر پڑھ لیں۔ جنہیں یہ توفیق ہوتی ہے وہ بے سوچے سمجھے اس کو پڑھ کر اور ادب سے کسی اونچی جگہ پر رکھ دیتے ہیں اس کو اس طرح پڑھنے کا بھی ثواب ہے۔ کم از کم مالک کے کلام کو پڑھا تو سہی۔ لیکن سمجھ کر پڑھنے والے ہی مقصد حیات کو پا سکتے ہیں اور اس چھپے ہوئے خزانے کو پا کر اس کی نشاندہی دوسروں کو بھی کرا سکتے ہیں۔ آج اللہ اور انسانوں سے محبت کرنے والے لوگوں کا سب سے بڑا کام یہ ہے کہ وہ انسانوں کو اللہ کی اس کتاب کی طرف بلائیں۔ رسول خاتم النبیین ﷺ کے اس کلام کی طرف بلائیں۔ اس لیے کہ وقت تیزی سے ختم ہو رہا ہے۔ یہ مہلت عمل ختم ہونے کو ہے اس لیے اس نقشے کی مدد سے اگر فردوس کو نہ پایا تو انجام حسرت، نامرادی اور پشیمانی ہوگا۔ اور پھر جہنم کی گہری کھائی ہوگی وہ کھائی جہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رونا اور چلانا ہوگا۔ قرآن پاک میں فرمان الٰہی ہے ترجمہ: "بیشک راہ دکھا دینا ہمارا ذمہ ہے"۔ (سورۃ اللیل، آیت 12)

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں انسانوں کے لیے جو منصوبہ بنایا ہے اور اس حوالے سے جو مطالبات انسانوں سے مطلوب ہیں ان کی طرف انسانوں کی راہنمائی کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔ یہ ہدایت ہر انسان کی فطرت میں ودیعت کردی گئی ہے اس فطری ہدایت کا مقصد یہ ہے کہ ہر انسان خالق اور مخلوق کے بنیادی حقوق جان لے اور ان کے معاملے میں درست رویہ اختیار کرے۔ قرآن پاک نے اس فطری ہدایت کو اس طرح بیان کیا ہے کہ توحید کا تصور روز ازل ہی سے انسانی فطرت میں رکھ دیا گیا ہے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ''(اعراف 172:7)اسی طرح ہر نفس انسانی میں یہ بات ودیعت کردی گئی ہے کہ کن چیزوں کو خیر سمجھ کر اختیار کرنا ہے اور کن چیزوں کو شر ہونے کی بنیاد پر ترک کرنا ہے۔

ترجمہ: ''قسم ہے نفس کی اور اسے درست بنانے کی۔ پھر سمجھ دی اسکو بدکاری اور پرہیزگاری (بچ کر چلنے) کی''۔　(سورہ الشّمس　8-7)

اسی ہدایت کا نتیجہ ہے کہ ہر زمانے کے انسان تمام تر انحرافات کے باوجود ایک برتر ہستی کا اعتراف کرتے اور کسی نہ کسی اخلاقیات کی پیروی ضرور کرتے ہیں۔

لیکن فطرت کی یہ پکار چونکہ خاموش ہوتی ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ابتدا ہی سے انسانوں کی ہدایت کے لیے ایک زیادہ محکم اور واضح اہتمام بھی کیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض انسانوں کو منصب نبوت پر فائز کیا اور انسانیت تک اپنا پیغام پہنچایا اور پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے آخری درجہ میں اپنی ہدایت کے سچا ہونے کا ثبوت پیش کردیا مگر چونکہ آپ خاتم النبیین ﷺ خاتم الانبیاء اور خاتم المرسلین بھی ہیں اس لیے آپ خاتم النبیین ﷺ کے ذریعے سے رونما ہونے والے تمام واقعات کو اپنی لائی ہوئی کتاب قرآن اور حدیث کے صفحات دونوں میں قیامت تک کے لیے رقم کردیئے۔ ختم نبوت کے بعد اب یہ ہمارا کام ہے کہ ہم آپ خاتم النبیین ﷺ کی سچائی کے ثبوت کو دنیا کے سامنے پیش کریں اب یہی اجتماعی اور انفرادی طور پر ہم سب کی سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔

تمثیل:-

ہوا تمام مخلوقات کے لیے اللہ تعالیٰ کی ایک غیر معمولی نعمت ہے۔ مگر جب یہ ہوا تیزی سے چلنا شروع کردے اور آندھی کی شکل اختیار کرلے تو ایک عظیم قدرتی آفت میں تبدیل ہوجاتی ہے اس کی طاقت کے آگے تمام مخلوقات بے بس ہوجاتی ہیں۔ یہ آندھی انسانوں کو پناہ گاہوں میں چھپنے پر مجبور کردیتی ہے۔ بڑے بڑے قدآور درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ پھینکتی ہے۔ سب سے بڑھ کر اس آندھی سے وہ پرندے متاثر ہوتے ہیں جو عام حالات میں ہوا کے دوش پر پر پھیلائے اڑتے پھرتے ہیں۔ مگر آندھی کے بعد یہی ہوا ان کے لیے وبال جان بن جاتی ہے جن لوگوں نے کبھی آندھی کو آتے دیکھا ہے وہ جانتے ہیں کہ کس طرح ہوا کی تیز و تند یلغار ان پرندوں کو بے کسی کی ساتھ گھسیٹتی ہوئی لے جاتی ہے اور آ کر کسی پتھریلی رکاوٹ سے ٹکرا دیتی ہے۔

تاہم پرندوں میں ایک پرندہ ایسا بھی ہے جسے یہ تیز و تند آندھی بے بس کرنے کے بجائے مزید بلند کرنے کا سبب بن جاتی ہے یہ پرندہ عقاب ہے۔ دیگر پرندوں کی طرح عقاب بھی اتنا طاقتور نہیں کہ آندھی جیسی عظیم قدرتی آفت کا مقابلہ کرسکے۔ مگر عقاب میں اللہ تعالیٰ کے طرف سے ایک صفت یہ ہے کہ یہ آندھی سے پہلے آنے والے سکوت کو محسوس کرلیتا ہے۔ یہ قدرت کا ایک قانون ہے کہ آندھی آنے سے پہلے ہوا بند ہوجاتی ہے اور ایک گھمبیر خاموشی چھا جاتی ہے۔ عقاب اس اشارے کو سمجھ کر بلندی کی طرف پرواز کرجاتا ہے۔ پھر ہوا کے تیز و تند جھکڑ چلنا شروع ہوجاتے ہیں مگر ان کا زور سطح زمین کی طرف زیادہ ہوتا ہے اور بلندی پر کم ہوتا ہے۔ عقاب اس نسبتاً کمزور ہوا میں اپنے پر پھیلا دیتا ہے اور پھر یہ ہوا اسے بلند تر کرتی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بلندی کے اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں وہ تیز ہواؤں کی دسترس سے نکل جاتا ہے اور پھر اپنی مرضی کے مطابق اڑنا شروع کردیتا ہے۔ عقاب اور دوسرے پرندوں میں یہ فرق نہیں کہ دیگر پرندے آندھی کی طاقت کا مقابلہ نہیں کرسکتے اور عقاب کرسکتا ہے اصل فرق یہ ہے کہ عقاب کو فطرت کی طرف سے پیش بینی کی وہ صلاحیت نصیب ہے جس کی بنا پر وہ تند و تیز آندھی کے آنے سے قبل ہی اس کی زد سے نکل جاتا ہے اور قابل برداشت ہوا کو استعمال کرکے بلند تر ہوجاتا ہے۔

انسان بھی مصائب اور حوادث کی آندھی کے مقابلے میں اتنا ہی کمزور ہوتا ہے کہ جتنا کہ ایک عام پرندہ۔ لیکن انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیش بینی کی ایک غیر معمولی صلاحیت دی ہے جس کے مدد سے انسان اگر چاہے تو اپنے کل کا اندازہ لگا سکتا ہے۔ اس کے پاس مصائب سے بچنے کا نقشہ موجود ہے یعنی قرآن مجید۔ موت، بیماری، حادثات اپنی اور بچوں کی آنے والی ضروریات کو اور جوانی اور پھر آخرت کو کوئی بھی انسان زندگی سے نکال تو نہیں سکتا۔ مگر ان کا ایک عمومی اندازہ ضرور قائم کرسکتا ہے اور پھر اس بنا پر انسان کچھ نہ کچھ تیاری کرسکتا ہے۔ مثلاً انسان اپنی غذا کو بہتر بنا سکتا ہے تاکہ بیماریوں سے محفوظ رہے، بچوں کے مستقبل کے لیے بہتر تعلیم کا بندوبست کرتا ہے۔ حادثات و بیماری کے لیے رقم پس انداز کرتا ہے۔ نقشہ کی مدد سے آخرت کی بلندیوں کی نشاندہی کرسکتا ہے انسان کے لیے مصائب کی آندھی سے قبل اگر وہ راستہ درست ہے جو عقاب اختیار کرتا ہے تو اس آندھی کے آجانے کے بعد بھی وہی راستہ درست ہے جو عقاب کا ہے۔ یعنی ہوا کا مقابلہ کرنے کے بجائے اپنے پر پھیلا کر خود کو اس کے حوالے کردینا۔

یعنی حالات جو رخ اختیار کریں ان میں ممکنہ حد تک کوشش کرنے کے ساتھ اپنے معاملات کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے- اس عمل کے نتیجے میں انسان ہمیشہ پر سکون رہتا ہے۔ اس کا نقصان کم ہوتا ہے۔ اور پھر قدرت اپنے قانون کے تحت اس نقصان کی کسی نہ کسی طور پر تلافی کر دیتی ہے۔ قرآن ہمیں مصائب میں ہمت اور صبر کی تلقین کرتا ہے جس کے برعکس پریشان ہونے کا راستہ انسان کو نہ تو کچھ کرنے دیتا ہے بلکہ مزید مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ پیش بینی اور صبر کے ساتھ اچھے حالات کا انتظار کرنا، انسان کی اعلیٰ ترین خصلت میں سے ہے۔ یہ صفات نہ صرف زندگی کی مشکلات سے انسان کو بچاتی ہیں بلکہ مشکلات آنے پر بھی انسان کو ثابت قدم رکھتی ہیں۔
ایک اچھا مومن حق کو سمجھنے کے بعد اسے فوراً دوسروں تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے وہ بلاشبہ زبردستی دوسروں کے سر پر سوار نہیں ہوتا۔ وہ ہر وقت انہیں بات سنانے کی کوشش نہیں کرتا۔ وہ ان کی مصروفیات اور دلچسپی کی چیزوں میں مخل نہیں ہوتا۔ وہ جا بجا لوگوں کے سامنے وعظ و تقریر نہیں کرتا لیکن وہ اپنا عملی نمونہ پیش کرتا ہے اور بات سنانے کا کوئی موقع خالی نہیں جانے دیتا۔ وہ حکمت کے ساتھ ہمیشہ اپنی بات لوگوں تک پہنچانے کے لیے مستعد رہتا ہے۔ یہی ایک سچے مومن کی پہچان ہے۔ بہترین دعوت تبلیغ کرنے والا ہی بہترین داعی ہوتا ہے جو زندگی میں ہر موقع پر لوگوں کی مدد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کا کام اپنا ذاتی کام سمجھ کر کر دیا۔ کسی کی مالی مدد کر دی، کسی کو سواری پیش کر دی وغیرہ۔ ایسے تمام مواقع پر لوگوں کے دل میں ان کے لیے ایک نرم گوشہ پیدا ہو جاتا ہے لوگ دل کی گہرائیوں سے ان کے مشکور ہو جاتے ہیں۔

اب دیکھنا ہے کہ آج کے انسان کا مسئلہ کیا ہے؟

مسلمانوں کے زوال کی بڑی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے پیغام کو بھلا بیٹھے ہیں- دولتِ دنیا اور عیش کو سجدے کر رہے ہیں۔ عیش و عشرت میں ایسے گم ہو چکے ہیں کہ اب لوگ انہیں علم کی بجائے دولت سے ہی پہچانتے ہیں اور ان کی دولت ہی کو سلام کرتے ہیں-
مسلمانوں کی دولت پرستی کی روش نے انہیں اب تباہی کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہے۔ قرآن مجید کا علم حقیقت میں علم کا سمندر بحر بیکراں ہے۔ قرآن مجید کے علوم کا حصول ہر انسان پر واجب ہے اور اس کے علوم کسی ایک انسانی زندگی پر ختم نہیں ہوتے۔ اس مسئلے کو اگر ایک جملے میں بیان کیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ **آج کے انسان نے ایمان کی قدر نہ جانی اور صراط مستقیم کھو دی ہے۔** آج کا انسان اپنا مقصد زندگی اور ایمان کا مفہوم بھول گیا ہے۔ اس طرح یہ زندگی کی شاہراہ پر بے مقصد گھوم رہا ہے۔ اس نے قرآن پاک کے نقشے کو نظر انداز کر دیا ہے۔ وہ گھوم رہا ہے اس آوارہ گرد کی طرح جس کی کوئی منزل نہیں ہوتی، جس کا کوئی گھر نہیں ہوتا، جس کا کوئی مقصد نہیں، انسان ایسا کیوں ہو گیا ہے؟ وہ ایمان کو فراموش کر بیٹھا ہے۔ وہ بھول گیا ہے کہ میں نے اللہ سے کیا عہد کیا تھا؟۔ اس نے اقرار کیا تھا کہ صرف اللہ ہی اس کا معبود ہے لیکن پھر اس نے اپنی زندگی کی کہانی کے آغاز اور انجام دونوں کو ہی فراموش کر دیا۔ وہ اس کہانی کے صرف اس حصہ سے واقف ہے جو آج اس کے سامنے موجود ہے۔ آج کے انسان کے سامنے صرف اور صرف یہ دنیا ہے۔ اسی دنیا کی خوشیاں، اسی دنیا کے غم، اسی کی لذتیں، اسی کی تلخیاں، اسی کی آسائشیں، اسی کے مسائل، اس کی نعمتیں، اسی کی محرومیاں، اسی کا پانا اور اسی کا کھونا۔ ہم اپنے ایمان کی آزمائش میں کیسے کامیاب ہو سکتے ہیں؟

قرآن پاک کو بھلا کر ایمان کو فراموش کر کے، اس کے نقشہ کو نظر انداز کر کے اور اس صراط مستقیم سے بھٹک کر انسان نہ دنیا میں بھیجنے والے رب کو یاد رکھتا ہے اور نہ ہی اس آخرت کو جس کی طرف انسان نے ہر حال میں لوٹ کر جانا ہے۔ آج دنیا پرستی کے فتنہ نے ہمیشہ سے بڑھ کر انسان کو اپنی منزل مقصود اور اس تک پہنچانے والی صراط مستقیم سے غافل کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ جو اپنے آپ کو صراط مستقیم کا امین کہتے ہیں خود دنیا پرستی کے فتنہ کا شکار ہیں۔ ’’مجھے پیسہ کمانا ہے تا کہ اچھا سا گھر بنا سکوں۔ مجھے پیسہ کمانا ہے تا کہ اچھی جگہ میری شادی ہو جائے اور میرے بچے اچھی تعلیم حاصل کر سکیں۔ تا کہ معاشرے میں مجھے باوقار مقام مل جائے، تا کہ میری اولاد کا مستقبل سنور جائے‘‘۔ یہ باتیں ہی آج ہمارے معاشرے کے ہر فرد کا نصب العین ہیں۔ ان تمام چیزوں کے حصول کے لیے وہ ہر حد کو توڑ دیتا ہے۔ ہر اصول کو نظر انداز کر دیتا ہے۔ ہر قدر کو پامال کر دیتا ہے۔ اسے یہ یاد ہی نہیں ہوتا کہ ایک روز اسے مرنا ہے۔ اس کی قبر اس کی منتظر ہے۔ اسے حشر کے روز اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہے۔ اسے اپنے رب کے حضور پیش ہونا ہے۔ اور پھر زندگی میں کئے گئے نیک و بد کا حساب دینا ہے جس کی جزا ابدی جنت ہوگی یا پھر خدانخواستہ جہنم۔ **یاد رہے اس دنیا میں ہم ڈاکٹر ہیں، انجینئر ہیں، سائنس دان ہیں لیکن اگلی دنیا میں یا تو ہم جیتنے والے ہیں یا ہارنے والے۔** دنیا میں اپنی ضروریات، سہولیات اور آسائشوں کے لیے جدوجہد کرنا کوئی جرم نہیں ہے۔ جرم یہ ہے کہ انسان دنیا کے لیے کوشش کرتے وقت اپنی آخرت کو بھول جائے۔ وہ اس کلام کو نظر انداز کر دے جو ہمیں ہمارا مقصد حیات واضح کرتا ہے اس کے مطابق صراط مستقیم کیا ہے؟۔ ہم نے ایمان کا اقرار کن الفاظ میں کیا تھا؟ کیا ہم اپنے ایمان پر قائم ہیں؟ قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس پر چل کر بندہ اپنے رب کی رضا اور جنت حاصل کر لیتا ہے۔ اس سے مراد لغوی معنوں میں کوئی سیدھا راستہ نہیں ہے۔ ہم میں سے ہر شخص روزانہ باہر نکلتا ہے۔ آفس، سکول، بازار اس نکلنے میں یہ نہیں ہوتا کہ ہم گھر سے نکلے اور ناک کی سیدھ میں مقرر جگہ پر پہنچ گئے۔ ہمیں کئی موڑ مڑنے پڑتے ہیں۔ نشیب و فراز عبور کرنے ہوتے ہیں۔ بار ہا ہموار سڑک چھوڑ کر نا ہموار

راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔اس لیے کہ ہر اچھا اور ہموار راستہ ہماری منزل کی طرف نہیں جاتا۔جنت کے مسافر بھی اپنے صراط مستقیم پر ایسے سفر کرتے ہیں جب حلال وحرام کا کوئی موڑ آئے تو حرام کی تمام تر آسانی کے باوجود اسے نظر انداز کر دیتے ہیں۔خواہش وعریانی کی شاہراہ خواہ کتنی ہی حسین کیوں نہ ہو وہ اسے چھوڑ کر پرہیز گاری کی مشکل چڑھائی چڑھتے ہیں۔جنت کے مسافر راستے کی رنگینیوں میں الجھ کر کبھی اپنی منزل کھویا نہیں کرتے۔وہ اپنے پاس رکھے ہوئے نقشہ کی پوری طرح پیروی کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ **''صراط مستقیم اپنے نفس کو پاکیزہ کرنے کا نام ہے''**۔نفس کی یہ پاکیزگی کسی کو غار میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرنے سے حاصل نہیں ہوتی۔شاہراہ زندگی کو چھوڑ کر مسائل زندگی سے فرار اختیار کر کے یہ پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی۔ **یہ پاکیزگی زندگی میں پیش آنے والے اچھے برے حالات میں تقویٰ اختیار کرنے سے ملتی ہے۔** قرآن پاک ہی ہمیں بتاتا ہے کہ یہ پاکیزگی ہر حال میں اللہ تعالیٰ سے جڑے رہنے سے ملتی ہے۔ **پرہیز گاری ایمان پر قائم رہنے سے ملتی ہے۔** جب غصہ آتا ہو، جب حرص کا زور ہو، جب طمع کی بھٹی دہکے، جب ہوس کا غلبہ ہو، جب خواہش ناگ بن کر پھنکارے، جب شیطان اپنے لشکر سمیت دوڑ چڑھے تو جان لینا چاہیئے کہ زندگی کے راستے پر کوئی موڑ آ گیا ہے۔اب فیصلہ کرنے کا وقت آ گیا ہے کہ جذبات کی پیروی کرنی ہے یا قرآن پاک کی بتائی ہوئی راہ کی؟۔ہوسکتا ہے یہ راہ مشکل ہو لیکن یہ بہت عارضی سی مشکل ہوگی۔پہلی صورت میں صراط مستقیم سے بھٹک جائیں گے اور دوسری صورت میں ہماری ابدی منزل اللہ کی جنت اور اللہ کی ذات ہمارے قریب آ جائے گی (ان شاء اللہ) **اس طرح صراط مستقیم جنت کے راستے کا نام ہے جنت سے قریب کردینے والی ہر شے صراط مستقیم ہے۔زندگی کی ہر آزمائش میں جسے یہ بات یاد رہے کہ وہ مومن (ایمان والا) ہے وہ صراط مستقیم پر ہے** جسے یہ یاد نہ رہے وہ صراط مستقیم سے دور ہے۔قرآن پاک میں بار بار یہ بات بیان کی گئی ہے کہ ''جنت ایمان اور عمل صالح کا بدلہ ہے''۔

جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ تک دین کی یہ دعوت پہنچائی تو اس کے جواب میں وہ ایمان لے آئے اور اپنی زندگی کو عمل صالح کے مطابق ڈھالنے لگے۔آج بھی اگر کوئی غیر مسلم اسلام قبول کرتا ہے تو ایمان اور عمل صالح کی شرط پوری کرنا اس کے لیے لازم ہوتا ہے۔لیکن یہ بڑی عجیب بات ہے کہ جو لوگ مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوتے ہیں وہ ایمان کی شرط سے ہمیشہ خود کو مستثنیٰ (بالا) سمجھتے ہیں۔ان کے نزدیک ان کے ایمان کا مسئلہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مسلمان کے گھر میں پیدا کر کے خود ہی طے کر دیا۔

قرآن پاک کہتا ہے کہ **ایمان اللہ تعالیٰ کو اپنی عبادت، وفاداری دکھانے اور آخرت کی کامیابی کو اپنا مقصدِ زندگی بنا لینے کا نام ہے۔ان دونوں مقاصد کے حصول کے لیے صرف اور صرف حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے راستہ کو درست سمجھنا ایمان کا دوسرا بنیادی جز ہے۔** مگر بدقسمتی سے ہمارے ہاں کلمہ طیبہ کا زبانی ورد (زبان سے اقرار) ہی ایمان کا ہم معنی سمجھ لیا جاتا ہے یا بہت ہوا تو سابقہ اعمال سے توبہ کے بعد تجدید ایمان کا ایک تصور کہیں مل جاتا ہے۔ظاہر ہے یہ دونوں چیزیں ایمان سے متعلق تو ہیں لیکن اصل ایمان نہیں ہیں۔اصل ایمان کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کو سامنے رکھا جائے۔صحابہ کرامؓ ایک ایسی سوسائٹی کے فرد تھے جہاں مذہب کے نام پر ایک عقیدہ موجود تھا۔اس عقیدہ سے وابستہ مذہبی لوگ کوئی اور نہیں حرم پاک کے متولی اور اولادِ ابراہیم علیہ السلام میں سے تھے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے تیرہ برس تک ان لوگوں کے سامنے ایمان کی دعوت رکھی۔دلائل کی بنیاد پر ثابت کیا کہ ان کی عبادت، محبت اور وفاداری کا تنہا مستحق صرف اللہ تعالیٰ ہے۔وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے میرے طریقے کی پیروی کریں گے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے حق دار ہوں گے۔صحابہ کرامؓ نے اس دعوت کو قبول کیا اور پھر ہر طرح کی قربانی دے کر اسلام کو اختیار کیا۔صحابہ کرامؓ کی یہ مثال بتاتی ہے کہ **ایمان اصل میں ایک فکری دریافت ہے۔یہ خدا کی بڑائی میں جینے کا نام ہے۔یہ پیغمبروں کو اپنا راہ نما سمجھنے کا نام ہے۔عمل صالح اگر عمل کی آزمائش ہے تو ایمان فکر کی آزمائش ہے۔جنت اگر عمل صالح کے بغیر نہیں مل سکتی تو ایمان بھی خدا کی بڑائی میں جینے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے بغیر ناممکن ہے۔** اس میں کامیابی کا طریقہ بھی وہی ہے جو صحابہ کرامؓ کا تھا۔یعنی اپنی ہر وفاداری کا رخ اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی طرف کر لیا جائے۔مسلمان اہل علم کو اپنا راہنما سمجھا جائے۔یہی وہ طریقہ ہے جو قیامت کے دن ہمارے ایمان کا سب سے بڑا ثبوت بن جائے گا۔یہی وہ ایمان ہے جو ہمارے معمولی اعمال کو بھی اللہ کی نظر میں بہت قیمتی کر دے گا۔ **کلمہ پڑھ لینا حقیقی ایمان نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کے احساس کا وجود پر طاری ہو جانا، اصل ایمان ہے اور حقیقی ایمان اللہ تعالیٰ کی حضوری میں ہر وقت جینے کا نام ہے۔** اور ایسے ہی اللہ کی یاد میں جینے والے مومنین ہیں جنہیں عنقریب اللہ کے پڑوس میں بسا دیا جائے گا۔

جنت کا حقیقی مستحق وہ ہے جو قربانی کے درجے میں اس کا طلب گار بنے۔افسوس آج کا مسلمان تو خواہش کے درجے میں بھی اس کا طلب گار نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حقیقی ایمان سے بہرور کردے۔(آمین ثمہ آمین)

****

رب تعالیٰ کی بہترین تخلیق (انسان)

انسان کا وجود بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت وقدرت کا شاہکار ہے۔ انسان کچھ بھی نہیں ہے اور سب کچھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو سمجھنا کیسا مشکل کام ہے۔ مگر اس کی صناعی اور کاریگری کا پیکر جمیل انسان کو سمجھنا کیا کوئی آسان کام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ناک، کان، آنکھ، سننے، سمجھنے اور دیکھنے کی قوتیں عقل وشعور کی دولت انسان کو عطا فرمائی ہے۔

دنیا میں اربوں انسان ہیں لیکن خالق کائنات کی مصوری کا کمال ہے کہ ایک آدمی کی سیرت وصورت ناک نقشہ دوسرے سے مختلف ہے۔ ناک، کان، اور آنکھ تو سب کے ہیں لیکن ایک دوسرے سے بالکل مختلف۔ انسان کو دل اور دماغ بھی دیا گیا ہے۔ مگر ہر شخص کے قلب ودماغ کی بصیرت وبصارت، سیرت وکردار جدا جدا ہیں۔ انسان اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک ایسا شاہکار ہے۔ جسے دیکھ کر اس کے بنانے والے کی عظمت وکمال کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ (سورہ المؤمنون، آیت نمبر 14)

قرآن مجید میں انسان کے مدارجِ پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے۔ نطفہ (پانی کی بوند) پھر علقہ (خون کا لوتھڑا) پھر مخلقہ سالم اعضاء بچہ، پھر طفل۔ اس نوع کے انقلابات سے گزار کر جاندار آدمی بنا دیتا ہے۔ پھر اگر وہ اس مرے ہوئے انسان کو دوبارہ زندہ فرما دے تو یہ بات اس کی قدرت سے کس طرح بعید ہے؟ سبحان اللہ رب کائنات ایک بے جان قطرے پر تصویر بناتا ہے جیسے وہ چاہتا ہے۔ پھر اس میں روح ڈال دیتا ہے وہ ہی بڑا برکت والا ہے۔ انسان کی یہ زندگی آزمائشوں کی زندگی ہے یہ زندگی انسان کے لئے ایک مشکل امتحان ہے۔ ایک کڑی منزل سامنے ہے۔ آج کے انسان کا یقین متزلزل ہے۔ اس کا ایمان ختم ہو گیا ہے۔ یہ بھوکا ہے مال کا، اسے ڈر ہے غریب ہونے کا، اسے مقابلے کی تعلیم دی گئی ہے۔ اسے مقابلے کی اہمیت سکھائی گئی ہے۔ اور اس تعلیم میں اس کی صفات عالیہ ختم ہو رہی ہیں۔

جب تک انسان اپنے عقیدے کی اصلاح نہیں کرتا وہ اسی طرح سرگرداں رہے گا۔ انسان غور ہی نہیں کرتا کہ بنانے والے نے اسے کیوں بنایا؟ کیا بنایا اور کیسے بنایا؟ انسان غور ہی نہیں کرتا کہ اس کا مقصد زندگی کیا ہے؟؟ انسان دولت اکٹھی کرتا ہے تاکہ غریبی سے بچ سکے اور پھر اس دولت کو خرچ ہی نہیں کرتا کہ غریب نہ ہو جائے۔ اور اس طرح دولت کی موجودگی میں غریبانہ زندگی بسر کرتا ہوا آخر ہلاک ہو جاتا ہے۔ انسان ترقی کرنا چاہتا ہے، فیکٹریاں لگاتا ہے، مکان بناتا ہے اور پھر زندگی کو عیش سے گزارتا ہے پھر ایک دن وہ اس فیکٹری اور مکان کو چھوڑتا ہوا ایک مٹی کے تاریک گھروندے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے روپوش ہو جاتا ہے۔ عقیدے کی اصلاح نہ ہو تو انسان زندگی کو بے معنی طریقے سے دوسروں کا مقابلہ کرتے ہوئے گزارتا رہتا ہے۔ عقیدے کی اصلاح یہ ہے کہ ہم یقین کر لیں کہ زندگی دینے والے نے ان تین باتوں کا فیصلہ کر رکھا ہے۔

1- عزت اور ذلت کوشش کے درجے نہیں نصیب کے مقامات ہیں۔ ذرے کو آفتاب کب بننا ہے؟ اور آفتاب کو گرہن کب لگنا ہے؟ اس کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ پیدائش کے ساتھ ہی نیک نامی اور بدنامی کے ایام پیدا ہو جاتے ہیں۔ اب مقابلہ کس بات کا ہے؟

2- زندگی کتنا عرصہ قائم رہے گی؟ اور کب ختم ہو گی؟ اسے کوئی حادثہ وقت سے پہلے ختم نہیں کر سکتا اور کوئی احتیاط اس وقت کے بعد قائم نہیں رکھ سکتی۔ جب عرصہ قیام مقرر ہو چکا ہے تو مقابلہ کیا؟ زندگی کا مقام جب موت ہے تو پھر اس دنیا کے لئے اس قدر کوشش اور ہمیشہ کی زندگی سے بے خبری؟ عجب ہے انسان کی یہ بے پرواہی۔

3- رزق مقرر ہو چکا ہے۔ مال کا رزق، بینائی کا رزق، عقل کا رزق، ایمان کا رزق، ہر چیز کا رزق۔ ہمیں تو آخرت کی کمائی کے لئے کہا گیا ہے۔ ہمیں تو یہ کہا گیا ہے کہ ''جلد ہی انسان دیکھ لے گا کہ اس کے ہاتھوں نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے''؟ (سورہ الحشر، آیت نمبر 18) ہمیں تو بتایا گیا ہے کہ ''میں نے جن اور انسان کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے'' تو اے انسان یہ زندگی ایک مختصر عرصہ ہے۔ ایک محدود قیام ہے۔ ایک قلیل دور ہے۔ اسے بے مقصد دوڑ میں ضائع نہ کرو۔ یہ اتنی محبت سے بنایا جانے والا انسان، یہ محبت سے ملنے والی زندگی، یہ محبت سے ملنے والے انعامات، محبت ہی کے لئے ہیں۔ اسے نفرتوں اور جھگڑوں میں برباد نہ کیا جائے۔ یہ خالق کی اطاعت اور پہچان کا زمانہ ہے۔ اسے مخلوق سے مقابلے، روزی کے مقابلے میں خرچ نہ کیا جائے۔ یہ ایثار اور خدمت کے لئے ہے۔ اسے ہلاکت کی نظر نہ کیا جائے۔ یہ متاع قلیل ہے۔ قرآن پاک کہتا ہے کہ ''جلد ہی انسان دیکھ لے گا کہ اس کے ہاتھ نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے''؟۔ (سورہ الحشر، آیت نمبر 18) اسے کافرانہ طرزِ عمل، کافرانہ طرزِ حیات کی تمنا میں صرف نہ کیا جائے۔

اے انسان تو اتنا نہ پھیلا نا کہ سمیٹنا تیرے لیے مشکل نہ ہو جائے۔ اتنا حاصل کرنا کہ چھوڑنا مشکل نہ ہو جائے۔ اے انسان سکون قلب کے متلاشی، سکون قلب، آسائشوں کے حصول سے نہیں اصلاح ایمان سے حاصل ہوتا ہے۔ ترقی کسی ایسی دوڑ کا نام نہیں جس کے آگے آگے لالچ ہو اور اس کے پیچھے خوف وندامت، ترقی تو

ٹھہرنے، دیکھنے اور سنبھل کر چلنے کا نام ہے۔ یہ دنیا کی دوڑ کے مقابلے، یہ گردشیں، یہ کوششیں، یہ ہلاکتیں، یہ دنیا کے دھندے کل ایسے ہی چھوڑ کر جانے کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِیۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِیۡمٍ۔ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ

ترجمہ: ''میں نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔ پھر کمترین درجہ میں ڈال دیا''۔(سورہ التین، آیت نمبر 5-4)

کیوں؟ تا کہ جان سکوں کہ کون کیسا عمل کرتا ہے؟۔ترقی تو آخرت کی ترقی ہے۔ یہ ایمان کی بڑھوتی ہے جو ایثار اور عمل صالح سے بڑھتی ہے۔ اعمال صالحہ ہی ہمارے خوبصورت اثاثے ہیں۔ اعمال صالحہ رکھنے والے انسان خوبصورت دل رکھتے ہیں۔ خوبصورت دل رکھنے والے خوبصورت احساسات کے مالک ہوتے ہیں۔ مکانات ترقی یافتہ نہیں ہوتے۔ مکین ترقی یافتہ ہوتے ہیں اور مکین انسان ہیں اور انسان کبھی سکون نہیں پا سکتا مگر مالک اور خالق کے تقرب میں تو دنیا کی کوشش اور دنیا کے لئے مقابلے لاحاصل ہوتے ہیں۔ اشیاء کا تقرب ہمیں افراد سے دور لے جا رہا ہے۔ اور اشیاء کے حصول میں مقابلہ کرتے کرتے ہم اپنے آپ سے بہت دور نکل جاتے ہیں۔ آج کا انسان بہت پریشان ہے۔ یہ بڑے ہی کرب میں مبتلا رہتا ہے۔ زندگی اپنی سادگی کھو چکی ہے۔ ہمارے پاس آسمان کا پیغام آیا۔ ہم نے غور ہی نہیں کیا۔ ہم نے مجبوریوں سے آزاد کرنے والی راہ اختیار ہی نہیں کی۔ انسان جانتا ہے کہ اس کا قیام عارضی ہے اور یہ بھی کہ اس نے ہر شے، ہر شخص، ہر بات اور ہر ادارے کو چھوڑ جانا ہے۔ اسے بتا دیا گیا ہے کہ یہ دنیا کی بستی ہمیشہ رہنے والی نہیں ہے۔ اور یہ بھی کہ انسان کی اس ہستی کا شجر اس کے اپنے سانس کی آری سے کٹ جائے گا۔

انسان بھول گیا ہے اس عہد کو جو اس نے اپنے رب سے کیا تھا۔ انسان ہر مقام پر سرنگوں ہوتا ہے۔ ہر خواہش پر مرتا ہے۔ ہر جگہ آرزو کا دامن پھیلاتا ہے۔ ہر کوشش کرتا ہے اور اگر نہیں مانگتا تو اس سے نہیں مانگتا جس کے پاس سب خزانے ہیں۔ زمین اور آسمان کے خزانے۔ تقدیر پیدا کرنے والا ہمیں اپنی طرف سے شفقتوں اور رحمتوں کے پیغام بھیجتا ہے۔ اس نے ہمارے لئے اپنی رحمت کی انتہا کر دی ہے۔ اپنے ہی محبوب کو ہمارے لیے ہماری راہنمائی کے لئے بھیجا تا کہ ہم اس زندگی کے کرب اور اس کے بے معنی مجبوریوں اور بے مصرف مصروفیتوں سے نکل کر ''آزادی دل'' کی آزادی کی طرف گامزن ہوں۔ ہم زمین پر رہتے ہیں۔ ہم اپنی پیشانی زمین پر رکھتے ہیں۔ اور ہمیں جواب آسمان سے آتا ہے۔ لیکن ہم تو ہر وقت گلہ ہی کرتے ہیں۔ ہم تو ہر وقت یہ دنیا ہی مانگتے ہیں۔ ہم تو شکوہ کرتے ہیں۔ شکایت کرتے ہیں۔ خواہشات کا انبار سامنے رکھتے ہیں اور پھر بھی یہ گلہ کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ مجھے سکون نہیں ہے۔ یہ سکون قلب نہ ہونے کا کیسا شکوہ؟ ہم کیوں اس راہ پر نہیں چلتے جو سیدھی راہ ہے؟ ہم اس کے حکم کو کیوں نہیں مانتے؟ زندگی کا محسن خاتم النبیین ﷺ نظروں سے کیا اوجھل ہوا کہ ہم اپنے عظیم محسن خاتم النبیین ﷺ کا احسان بھول گئے۔

ہم اپنے راہنما، اپنے محبوب راہنما کے نقش قدم پر کیوں نہیں چلتے؟ یہ دین صرف اور صرف سچے انسانوں کا ہے۔ سچے انسانوں کے لئے ہے۔ یہ سچ کا راستہ ہے، آزادی کا راستہ، ہر جھوٹ سے آزادی، ہر نفرت سے آزادی، ہر مکاری سے آزادی، ہر ریاکاری سے آزادی، ہر تصنع سے آزادی، ہر فریب سے آزادی، ہر ایسی خواہش سے آزادی جو ہمیں بعد میں پریشان کرے۔ ہم اپنی پریشان نظری کا علاج نہیں کرتے۔ ہماری ایک معمولی سی خواہش دماغ کو پریشان کر کے رکھ دیتی ہے۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اے انسان مالک کا حکم نہ مان کہ تجھے بڑے بڑے حکم ماننے پڑیں گے۔ ہم اگر اس کی اطاعت نہ کریں تو بڑی بڑی اطاعتیں کرنی پڑیں گیں۔ اس کو سجدہ نہ کر کے، ہم اپنی آرزو کے آگے سجدہ ریز ہیں۔ جب تک اللہ سے وابستہ نہ ہوں گے ہم آزاد نہیں ہو سکتے۔ ایک ذات کی غلامی سے ہزار غلامیوں سے نجات مل جاتی ہے۔ آسمان ہمارے ساتھ ہے۔ ہمارے اشارے کے ساتھ ساتھ شرط یہ ہے کہ ہم اس کے ساتھ ہو جائیں۔ یعنی اپنے مالک کے ساتھ۔ زمین والے اگر آسمان والے کے ساتھ تعلق نہ رکھیں تو آسمان کی گرفت میں ہیں اور اگر زمین والے اس کے ہو جائیں تو آسمانوں کے وسعتیں ہماری گردِ پا ہو جائیں۔ اللہ کے محبوب زمین پر ہوں تو آسمان اس زمین پر نثار اور اگر اللہ کے باغی چاند پر پہنچ جائیں تب بھی وہ گرفت میں ہیں۔ شدید گرفت میں۔ انسان ہنستا ہے خوش ہوتا ہے۔ وہ اپنی زندگی پر ناز کرتا ہے اور اس دوران کسی نامعلوم وجہ سے اس کی ہنسی آنسوؤں میں بدل جاتی ہے۔ خوشی رخصت ہو کر غم میں بدل جاتی ہے۔ کبھی مبارک قبول کرتا ہے اور کبھی مبارک دینے والے ہی تعزیت کرنے آتے ہیں۔ یہ تغیرات ہیں ہر انسان کے سر پر کتبہ گڑھا ہوا ہے۔ کون کس کی تعزیت کرے گا یہ کوئی نہیں جانتا۔ لیکن ایک دن کوئی اس کی بھی تعزیت کرے گا۔ یہ انسان جاننے کے باوجود بھی بے خبر رہتا ہے۔ کوئی خوف نہیں، کوئی فکر نہیں، کوئی تیاری نہیں، کوئی عبادت نہیں، کوئی ریاضت نہیں، یاد رکھیں یہ دنیا ٹھہرنے کا مقام نہیں ہے، یہ مسلسل تبدیلی کا نام ہے۔

مستقل تغیر، ہمہ حال نیا حال اس میں کوئی قرار نہیں ہے۔ اس میں کوئی امان نہیں، انسان کرسی پر بیٹھا بیٹھا بوڑھا ہو جاتا ہے۔ انسان اس کے لئے کوئی عمل نہیں کرتا۔ لیکن یہ عمل ہوتا رہتا ہے۔ یہ عمل جاری ہے اور جاری رہتا ہے اور جاری رہے گا جب تک یہ زندگی چل رہی ہے۔ یہ بچپن کل کی بات تھی، یہ جوانی کہاں گئی یہ جوانی اور

اس کی قوتیں، پھر بڑھاپا۔ بوڑھے انسان کے پاس مستقبل کے منصوبے نہیں ہوتے صرف اور صرف ماضی کی حسرتیں رہ جاتی ہیں۔ کاش جوانی کی طاقت سے یہ کام لیا ہوتا، کاش دنیا میں عمل کر لیے ہوتے، کاش ہم آنے والے کل کی تیاری کرتے اور کاش ایسا نہ ہوتا، ایسا نہ کیا ہوتا۔ اور لیکن کاش ایسا کیا ہوتا یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے؟ اب کہاں گئی وہ جوانی کی طاقت اور وہ وقت۔ انسان جب سفر کا آغاز کرتا ہے تو اس کے سامنے کتنے ہی راستے ہوتے ہیں۔ وہ مختلف راستے اختیار کرتا اور آہستہ آہستہ انہیں ترک کرتا رہتا ہے۔ پھر ایک صبح اسے محسوس ہوتا ہے کہ اس کے پاس تو صرف اب ایک ہی راستہ رہ گیا ہے۔ ہر انسان کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے۔ کشادہ سڑکیں کم ہوتے ہوتے تنگ گلی تک آجاتی ہیں۔ اور یہ تنگ گلی ایسی ہے کہ انسان مڑ ہی نہیں سکتا۔ واپس نہیں جاسکتا اور پھر یہ آزاد انسان، طاقت ور انسان، مغرور انسان، اب ایک مجبور انسان، کمزور انسان اور مسکین انسان بن جاتا ہے۔

پھیلے ہوئے خیالات، پھیلے ہوئے پروگرام، پھیلے ہوئے تجارتی معاہدے سب سمٹ جاتے ہیں۔ ہر حال بدل جاتا ہے، ہر لمحہ نیا ہے اور آخر کار اتنی قدرتوں والا انسان اپنی بے بسی کو تسلیم کر لیتا ہے۔ اور موسم بدلتے بدلتے آخری موسم آجاتا ہے۔ جس کے بعد کوئی تبدیلی نہیں۔ یہ کائنات ہر حال میں بدلتی ہے بس ایک چکی ہے جو چل رہی ہے۔ ایک زندگی نئی زندگی کو جنم دیتی ہے اور رنگ بنتے اور رنگ مٹتے ہیں۔ ایک رنگ جو ہمیشہ قائم رہتا ہے وہ ہے اللہ کا رنگ۔ اس کا جلوہ اللہ ہر دن اپنی نئی تابانیوں کے ساتھ قائم کرتا ہے۔

کائنات بدلتی ہے اور کائنات کو تبدیلیاں عطا کرنے والا قائم اور دائم ہے۔ جوں کا توں۔ اس میں نہ کمی ہوتی ہے نہ اضافہ۔ وہ اپنے جلوؤں میں باقی رہتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر تبدیلی ہر تغیر پیغامِ فنا ہے۔ ہر رنگ عارضی ہے، ہر اختیار بے بسی ہے۔ ہر حاصل محرومی ہے۔ ہر ہونا نہ ہونا ہے۔ ہم سے کوئی ہماری عمر پوچھتا ہے تو ہم گزری ہوئی عمر بتادیتے ہیں۔ جو گزر گئی جواب اپنے پاس نہیں۔ جواب واپس نہیں آئے گی۔ اس کو شمار کرتے رہتے ہیں۔ اسے گنتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ہماری اصل عمر تو وہ ہے جو باقی ہے۔ وہ عمر دھیان میں رکھنی چاہیے اور اس کے حساب سے اعمال کرنے چاہییں۔ انسان سمجھتا ہی نہیں ہے، سوچتا ہی نہیں، فکر ہی نہیں کرتا؟ تبدیلیوں کے عارضے میں مبتلا انسان غور کیوں نہیں کرتا۔ وہ غور کیوں نہیں کرتا کہ اس کی زندگی اور اس کے گردوپیش کی تمام کائنات سب عارضی اور فانی ہے۔ یہ قافلہ ٹھہر نہیں سکتا۔ ہر ذرہ تڑپ رہا ہے کہ مر رہا ہے۔ تغیر کو ثبات ہے لیکن یہ ثبات بھی متغیر ہے۔ اصل ثبات اس کے لئے ہے جو ذات ذوالجلال والاکریم ہے۔ باقی سب وہم ہے۔ خیال کی بدلتی ہوئی محفل، باقی سب آرائش و جمال کائنات کا حسن ہے۔ لیکن یہی کائنات کا راز ہے اور یہ راز ان انسانوں پر آشکار ہوتا ہے جو یہ سمجھ لیں کہ ''اول و آخر فنا، ظاہر و باطن فنا''

تمثیل (چوہا):۔ جینیاتی طور پر چوہا ایک ایسا جانور ہے جو انسانوں سے بہت قریب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سائنس دان جب انسان کی بیماریوں پر تحقیق کرتے ہیں تو بالعموم چوہوں کو تختۂ مشق بناتے ہیں۔ ان میں بیماریوں کے جراثیم داخل کئے جاتے ہیں اور پھر مختلف تجرباتی دوائیاں اور ویکسین وغیرہ دے کر ان کے نتائج دیکھے جاتے ہیں۔ تاکہ قیمتی نتائج کی جانچ کی جاسکے۔ شاید اسی جینیاتی مماثلت کا نتیجہ ہے کہ چوہے گھروں میں گھس کر انسانی غذائیں مثلاً روٹی، چاول، دالیں اور انسانوں کے کھانے پینے کی ہر چیز کو کھا جاتے ہیں اور کھاتے کم کترتے زیادہ ہیں۔ اس لئے انسان انہیں سخت ناپسند کرتا ہے اور ان سے پیچھا چھڑانے کے لئے مختلف حربے استعمال کرتا ہے۔ آج کل چوہوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک نئی قسم کا ٹریپ استعمال کیا جاتا ہے، اس میں انسانی غذا مثلاً روٹی، چاول، ٹماٹر وغیرہ کی انتہائی تیز خوشبو اٹھ رہی ہوتی ہے۔ اس کی ایک سائیڈ خالی ہوتی ہے اور دوسری سائیڈ پر ایک انتہائی طاقتور گلو (ایک اچھی قسم کی گوند) لگا ہوتا ہے۔ یہ ٹریپ رات کے وقت چوہوں کی آمدورفت کے راستے میں رکھ دیا جاتا ہے۔ اندھیرا ہوتے ہی چوہے خوشبو کے پیچھے دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور اس پر چڑھ جاتے ہیں۔ مگر پھر انہیں اس سے اترنا نصیب نہیں ہوتا۔ کیونکہ انتہائی طاقتور گلو ان کے پاؤں جکڑ لیتا ہے۔ عام چوہے دان ایک چوہے کو پکڑ کر غیر موثر ہوجاتا ہے مگر یہ ٹریپ خوراک کی خوشبو کے پیچھے آنے والے مزید چوہوں کا شکار کرتا ہے۔ یہاں تک کے ٹریپ میں جگہ ختم ہوجائے یا چوہے ختم ہوجائیں یا رات ختم ہوجائے۔ پھر صبح اس قید خانے کو چیختے چلاتے قیدیوں کے ساتھ اٹھا کر کوڑے دان میں پھینک دیا جاتا ہے۔ جہاں وہ جان سے چلے جاتے ہیں۔ مگر اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتے۔

یہ عجیب سانحہ ہے۔ یا شاید یہ بھی جینیاتی مماثلت کا اثر ہے کہ اتنی ہوشیاری سے چوہوں کا شکار کرنے والا انسان خود بھی اکثر ایک ''چوہا'' ثابت ہوتا ہے۔

جنس اور پیٹ کے تقاضے، اولاد کی محبت، مال کی حرص، شہرت کا نشہ، اقتدار کی ہوس، معاشرے میں بلند سٹیٹس کی تمنا، وسیع بینک بیلنس، بڑی بڑی جائیدادیں، ترقی کرتے ہوئے کاروبار، چلتے ہوئے کارخانے، نئے ماڈل کی چمکتی ہوئی گاڑیاں، عالیشان گھر، فارن ٹرپس اور نہ جانے کیا کچھ، یہ سب انسان کے لئے اکثر اوقات چوہے دان ثابت ہوتے ہیں۔ جنہیں انسان کا شکاری ابلیس اس کی راہ میں رکھ دیتا ہے۔ ان چیزوں کی کشش میں انسان پیغمبروں سے انگلی چھڑا کر دیوانہ وار ان کی طرف بھاگتا ہے، قرآن پیچھے سے آوازیں دیتا رہ جاتا ہے۔ ''یہ دنیا کی زندگی کا سازوسامان ہے تمہارے لیے اللہ کے پاس اس سے بہت بہتر ٹھکانہ ہے'' مگر کون پلٹ کر دیکھتا

ہے؟ انسان خواہشات کی ایک فہرست بناتا ہے اور اس کے پیچھے دوڑ لگا دیتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ان چیزوں کو پا لیتا ہے۔ مگر عین اسی لمحے حالات کا ''گلو'' اسے جکڑ لیتا ہے۔ خواہشات کی محدود فہرست ایک لامحدود چکر میں بدل جاتی ہے۔ وہ لاکھ سر پٹخ لے اس کے لئے ناممکن ہوتا ہے کہ وہ اس چکر سے نکل جائے۔ پھر جو بچتا ہے وہ درحقیقت ایک چلتی پھرتی لاش ہوتی ہے جس سے اٹھنے والے تعفن کو ہم جیسے لوگ شاید محسوس نہ کرے۔ مگر اللہ کے فرشتے ان لوگوں کے پاس سے ناک بند کر کے گزر جاتے ہیں اور آخر کار موت اس کا مقدر ہو جاتی ہے۔ نیکی کے فرشتے ایسے لوگوں کے پاس تک سے نہیں گزرتے۔ صرف وہ فرشتے گزرتے ہیں جن کا کام ایسے چوہوں کو وقت آنے پر اٹھا کر جہنم کے کوڑے دان میں پھینکنا ہوتا ہے۔

انسانوں کا حال یہ ہے کہ وہ ایک کے بعد ایک اس ٹریپ میں پھنستے چلے جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ پہلا ''چوہا'' وہاں مزے کر رہا ہے۔ اس کی دیکھا دیکھی وہ بھی اپنا حصہ وصول کرنے کے لئے اس دوڑ میں شامل ہو جاتے ہیں اور پھر بالآخر سب کا ایک ہی انجام ہوتا ہے۔ البتہ وہ انسان جو خواہشات کے اس جال سے بچ کر نکل جائیں ان کا استقبال پروردگار عالم خود یوں کرتا ہے ''اے نفس مطمئنہ، لوٹ چل اپنے رب کے طرف کہ تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی۔ پھر داخل ہو جا میرے بندوں میں اور داخل ہو جا میری جنت میں''۔

اے انسانوں اے چوہوں کو پکڑنے والو اپنے چوہے دان کو پہچانو جو تمہارے شکاری ابلیس نے اس آخری دور میں نت نئے چوہے دان بنا لیے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کسی روز اس جال میں جکڑے جاؤ اور تمہیں خبر ہی نہ ہو۔ اپنے حصے کی روٹی کی تلاش میں اپنے محسن نبی خاتم النبیین ﷺ سے انگلی مت چھڑاؤ۔ کبھی تو اللہ کی اس کتاب کو بھی پڑھ لو جس میں مالک نے ہمیں اس دنیا کی کامیابی کو ایک دھوکا قرار دیا ہے۔ اصل کامیابی تو آخرت کو حاصل کر لینا ہے۔ زندگی کی شام ڈھلنے کو ہے، اے نادان انسان کیوں اس فانی دنیا کے لئے ابدی آخرت کو داؤ پر لگا رہے ہو۔ کیوں عارضی لذت کے لئے بے مثل جنت اور بے مثل ہستی کو نظر انداز کر رہے ہو؟ یاد رکھو کہ بس

دو چار روز اور ہے خوابوں کا سلسلہ
پھر ابد تک رہے گا عذابوں کا سلسلہ

2۔ تمثیل (مچھر):- انسانوں کو اذیت دینے والے حشرات میں مچھر کا نام بھی بہت نمایاں ہے۔ یہ نہ صرف انسانوں کا خون چوستے ہیں بلکہ اس عمل سے انسانوں کو ایک غیر معمولی تکلیف بھی پہنچاتے ہیں۔ خون چوسنے اور تکلیف پہنچانے کے علاوہ مچھر بعض جان لیوا بیماریوں کا سبب بھی بن جاتے ہیں۔ جیسے ملیریا، زرد بخار اور ڈینگی وغیرہ۔ پھر یہ انسانوں کو سوتے میں بھی جاگتے میں بھی کاٹ لیتے ہیں۔ یہ کام اتنی آہستگی سے کرتے ہیں کہ انسان کو اس کی واردات کا اس وقت پتہ چلتا ہے جب یہ جلن کی نشانی پیچھے چھوڑ کر اڑ چکا ہوتا ہے۔ تاہم کوئی مچھر اگر خون پی پی کر بہت موٹا ہو جائے، یا خون چوسنے کے عمل میں بالکل غافل ہو جائے تو انسان کا تیز رفتار حملہ اسے کچل کر رکھ دیتا ہے۔ خون چوسنے میں حد سے زیادہ انہماک اور غفلت جس طرح مچھر کی موت کا سبب بن جاتی ہے۔ اس طرح دنیا کمانے میں حد سے زیادہ انہماک اور غفلت انسان کی بربادی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس دنیا کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی آزمائش کے لئے بنایا ہے۔ اسباب دنیا اس کی بقا کے لئے ضروری ہیں۔ لیکن جب انسان آخرت کو بھول کر دنیا کے حصول کو اپنا مقصد بنا لیتا ہے تو پھر غفلت کا پیدا ہونا لازمی ہے۔

اسباب زندگی کا ایک حد سے زیادہ انسان کے پاس اکٹھا ہو جانا اسے شیطان کے لئے تر نوالہ بنا دیتا ہے اور پھر انسان کو مختلف بیماریاں لاحق ہو جاتی ہیں۔ رزق حرام، لالچ، تکبر، بخل، اسراف، اور ان جیسے ان گنت ہتھیار شیطان اپنے ہاتھوں میں لیے انسان کا شکار کرنے کو بیٹھا ہے۔ دنیا کو مقصود بنا لینے والا غافل انسان شیطان کا سب سے بڑا اور سب سے آسان ہدف ہوتا ہے اور مچھر جیسا یہ غافل انسان شیطان کے پہلے حملے ہی میں اپنی آخرت گنوا بیٹھتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ترجمہ: ''کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہشات نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے'' (سورہ فرقان، آیت نمبر 43)

سورہ جاثیہ، آیت نمبر 23 میں ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ ''کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے اور باوجود جاننے بوجھنے (گمراہ ہو رہا ہے تو) اللہ نے (بھی) اس کو گمراہ کر دیا''۔

3۔ تمثیل (مکھی):- قرآن پاک میں سورہ نحل، آیت نمبر 68 خاص طور پر یہ بیان کیا گیا ہے۔

ترجمہ: ''ہم نے شہد کی مکھی کو اسکے پورے کام کرنے کے (عمل کو) وحی کیا ہے''۔ شہد انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے۔ شہد کی مکھی فطرت کے دسترخوان سے ان گنت پھولوں کا رس چوستی ہے اور پھر اسے شہد میں تبدیل کر کے انسانوں کے لیے فراہم کرتی ہے۔

شہد کی مکھی کے برعکس گھروں میں پائی جانے والی مکھی بیماریوں کا باعث بنتی ہے۔ یہ مکھی عام طور پر گندگی اور غلیظ چیزوں پر بیٹھتی ہے۔ اور مختلف قسم کے جراثیم وہاں سے اٹھا

کر انسانوں کے کھانے پینے کی چیزوں میں شامل کر دیتی ہے۔ **مکھیوں کے ان دونوں اقسام کی طرح انسانوں کی بھی دو قسمیں ہوتی ہیں۔**

1۔ ایک انسان وہ ہوتے ہیں جو شہد کی مکھی کی طرف پھولوں اور اسکے رس میں دلچسپی لیتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو انسانوں سے حسن ظن رکھتے ہیں۔ یہ محض ظن اور گمان کی بنیاد پر لوگوں کے متعلق رائے دینے سے پرہیز کرتے ہیں۔

2۔ اس کے برعکس دوسری قسم کے لوگ گندگی کی مکھی بننا پسند کرتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو انسانوں سے ہمیشہ بدگمانی رکھتے ہیں۔ وہ پہلے چن چن کہ اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ہر بات کے منفی پہلو تلاش کرتے ہیں۔ اور پھر اپنی اس عادت میں اتنے پختہ ہوجاتے ہیں کہ بعد میں انہیں انسانوں میں صرف عیب ہی عیب نظر آتے ہیں۔ وہ بغیر تحقیق دوسروں کے بارے میں رائے قائم کرتے اور بغیر ثبوت الزام دھرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی دلچسپی انسانوں کے نقائص، عیوب، کمزوریوں اور خامیوں کو تلاش کرنا ہوتا ہے۔ یہ انسانوں کی کمزوریوں، عیوب اور نقائص کو معلوم کرکے ہر طرف پھیلاتے رہتے ہیں۔

1۔ پہلی قسم کے لوگ اپنے حسن ظن کی وجہ سے معاشرے کو عمل حسن نظر کا شہد دیتے ہیں۔

2۔ جبکہ دوسری قسم کے لوگ معاشرے کو صرف اور صرف بیماریاں دیتے ہیں۔

معاشرے میں الزام، بہتان، غیبت، تضحیک اور انسانوں کے تمسخر اور تذلیل کی بیماریاں ایسے لوگوں کی وجہ سے جنم لیتی ہیں۔ اس لیے یہ انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ دیکھیں کہ آیا وہ زندگی کو شہد کی مکھی کے اصول پر گزار رہا ہے یا کہ گندگی کی مکھی کی طرح وہ غلاظتوں کا اسیر بن کر زندگی بسر کر رہا ہے۔ وہ دیکھے کہ اس نے کل کے لئے کیا تیار کیا ہے؟

فطرت کا ایک قانون ہے وہ ڈھیل دیتا ہے- پھر کوئی متکبر بن جاتا ہے، کوئی عاجزی اختیار کر لیتا ہے۔ تقرب الٰہی دراصل انسانوں کی خدمت کا نام ہے۔ وہ شخص جھوٹا ہے جو انسانوں سے نفرت کرتا ہے اور اللہ سے محبت کا دعوی کرتا ہے- انسان مال جمع کرتا رہتا ہے اور اس کے بینک بھرتے رہتے ہیں لیکن دل خالی رہتا ہے- انسانوں نے آسمانوں کے راستے دریافت کیے ہیں لیکن انہیں دل کے راستے نہ مل پائے- برائی اور برے اعمال دیمک کی طرح ہوتے ہیں باہر سے کچھ نہیں بدلتا، اندر سے سب کچھ مٹی ہوجاتا ہے- انسان سے وہی محبت کرسکتا ہے جس پر خدا مہربان ہو-

ایسا انسان جو اخلاق حسن رکھتا ہے۔ ماں باپ کا حق پہچانتا ہے۔ اس کے تمام تر نعمتوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اسے یہ بھی معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی تمام نعمتوں کو انسان کے لئے بنایا۔ لیکن انسان کو اپنے لئے وہ یہ بھی جانتا ہے کہ اس کو پیدا کرنے والا، اس کو رزق دینے والا، اس کا خالق وہ ہے جو انسان کو ستر ماؤں سے بڑھ کر چاہتا ہے۔ مگر یہ غافل انسان رب کی تمام تر نعمتوں سے فائدہ اٹھانے کے باوجود اسے بھولے رہتا ہے۔ **کتنا عجیب ہے وہ مہربان اور کتنا عجیب ہے یہ نافرمان۔**

''اے پاک پروردگا ہم نے تیرے سب سے محبوب حکم میں تیری اطاعت کی۔ اس بات کی شہادت میں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو تنہا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد خاتم النبیین ﷺ تیرے رسول ہیں اور ہم تیری سب سے زیادہ ناپسندیدہ چیز تیرے ساتھ کسی کو شریک کرنے سے دور ہوں۔ اے ہمارے رب توحید اور شرک کے بیچ میں جو غلطیاں ہم سے ہوگئی ہیں تو انہیں معاف فرمادے۔ آمین یارب العالمین''۔

****

کلمہ طیبہ

کلمہ طیبہ دوشہادتوں پر مشتمل ہے اور جو کوئی ان دو شہادتوں کا اقرار کر لیتا ہے وہ صاحب ایمان ہو کر حلقہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔یعنی توحید اور رسالت کا اقرار ہی الوہیت کی گواہی ہے اور وہ یہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ اپنی تصنیف میں تحریر فرماتے ہیں:

کلمہ طیبہ کے چار گواہ ہیں:

(1) اقرار زبان سے (زبان گواہ ہوئی)

(2) تصدیق دل سے (دل گواہ ہوا)

(3) لانفی (نہیں کوئی معبود)

(4) محمد رسول خاتم النبیین ﷺ (کی گواہی)

لہٰذا جو کلمہ گو ان گواہوں سے کلمہ پڑھے گا۔امید قوی ہے کہ وہ جان کنی کے وقت بھی اسی طرح پڑھے گا۔اور جب بوقت حشر اٹھے گا اور کہے گا لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تو اس کے دو بازو مثل پر کے ہوں گے کہ ان سے اڑ کر بہشت میں داخل ہو گا۔

کلمہ طیبہ چار چیزوں سے تعلق رکھتا ہے: (کہ وہ فرض ہے)

چنانچہ اول کلمہ طیبہ پڑھنا فرض ہے۔

دوسرے جو کوئی کلمہ طیبہ کہنے کو کہے تو جواب میں جلدی سے کہے اور فرصت نہ دے۔

تیسرے اس کے معنی کی تحقیق کرنا۔

چوتھے اس کو ہمیشہ پڑھتے رہنا۔

کلمہ طیبہ چار چیزوں سے قبولیت اختیار کرتا ہے:

(1) نماز (2) روزہ (3) حج (4) زکوۃ (ان کے بغیر یہ کلمہ نفع نہیں دیتا)

1۔حدیث: حضرت یعلیٰ بن شدادؓ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت شدادؓ نے یہ واقعہ بیان فرمایا اور حضرت عبادہؓ جو اس وقت موجود تھے اس واقعہ کی تصدیق فرماتے ہیں کہ:''ایک مرتبہ ہم حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''کوئی اجنبی (غیر مسلم) تو اس مجمع میں نہیں ہے''؟ ہم نے عرض کیا کہ کوئی نہیں ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دروازہ بند کر دو۔اس کے بعد ارشاد فرمایا''ہاتھ اٹھاؤ اور کہو لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ''،ہم نے تھوڑی دیر ہاتھ اٹھا رکھے اور کہا لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنا ہاتھ نیچے کر لیا اور فرمایا''الحمدللہ اے اللہ آپ نے یہ کلمہ دے کر بھیجا ہے اور اس کلمے کی تبلیغ کا مجھے حکم دیا ہے اور اس کلمے پر جنت کا وعدہ فرمایا ہے اور آپ وعدہ خلاف نہیں ہیں''۔اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہم سے فرمایا''خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری مغفرت فرما دی ہے''۔(مسند احمد، طبرانی، بزاز، مجمع الزوائد)

2۔حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کہا اس کو یہ کلمہ ضرور فائدہ دے گا (نجات دلائے گا)۔اگرچہ اس کو کچھ نہ کچھ سزا پہلے بھگتنا پڑے''۔(طبرانی، بزاز، الترغیب)

3۔حدیث: حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''جو بندہ لَآ اِلٰہَ اِلَّااللّٰہُ کہے اور پھر اس پر اس کو موت آ جائے تو وہ جنت میں ضرور جائے گا''۔میں نے عرض کیا''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اگرچہ اس نے زنا کیا ہو۔اگرچہ اس نے چوری کی ہو''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''ہاں اگرچہ اس نے زنا کیا ہو۔اگرچہ اس نے چوری کی ہو''۔میں نے پھر عرض کیا''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اگرچہ اس نے زنا کیا ہو۔اگرچہ اس نے چوری کی ہو''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''ہاں اگرچہ اس نے زنا کیا ہو۔اگرچہ اس نے چوری کی ہو''۔میں نے تیسری بار بھی یہی عرض کیا''یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اگرچہ اس نے زنا کیا ہو۔اگرچہ اس نے چوری کی ہو''۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''ہاں اگرچہ اس نے زنا کیا ہو۔اگرچہ اس نے چوری کی ہو''۔(بخاری)

علماء نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سے مراد پورے دین اور توحید پر ایمان لانا اور اس کو اختیار کرنا ہے۔ (معارف الحدیث)

4۔ حدیث: حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''جس طرح کپڑے کے نقش ونگار گھس جاتے ہیں اور ماند پڑھ جاتے ہیں۔ اس طرح اسلام بھی ایک زمانے میں ماند پڑھ جائے گا یہاں تک کہ کسی شخص کو یہ علم تک نہ رہے گا کہ روزہ کیا چیز ہے؟ اور صدقہ حج کیا چیز ہے؟ پھر ایک شب آئے گی کہ قرآن سینوں سے اٹھالیا جائے گا اور زمین پر اس کی ایک آیت بھی باقی نہ رہے گی۔ متفرق طور پر کچھ بوڑھے مرد اور کچھ بوڑھی عورتیں رہ جائیں گی جو یہ کہیں گے کہ ہم نے اپنے بزرگوں سے یہ کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ سنا تھا اس لئے ہم بھی یہ کلمہ پڑھ لیتے ہیں''۔ حضرت حذیفہؓ کے شاگرد صلہ نے پوچھا ''جب انہیں نماز، روزہ اور صدقہ کا علم نہ ہوگا تو بھلا یہ اکیلا کلمہ انہیں کیا فائدہ دے گا''؟ حضرت حذیفہؓ نے اس کا جواب نہ دیا۔ انہوں نے تین بار یہی سوال دہرایا۔ ہر بار حضرت حذیفہؓ اعراض کرتے رہے۔ پھر ان کے تیسری بار اصرار کے بعد فرمایا ''صلہ! یہ کلمہ ہی ان کو دوزخ سے نجات دلائے گا''۔ (مستدرک حاکم)

5۔ حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''ہر وہ شخص جہنم سے نکلے گا جس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ کہا ہوگا''۔ (بخاری)

6۔ حدیث: حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''روئے زمین پر کسی شہر، کسی گاؤں، صحرا کا کوئی خیمہ یا گھر ایسا باقی نہیں رہے گا جہاں اللہ عزوجل اسلام کے اس کلمہ کو داخل نہ فرمادیں۔ ماننے والے کو کلمہ والا بنا کر عزت دیں گے۔ نہ ماننے والے کو ذلیل فرمائیں گے۔ پھر وہ مسلمانوں کے ماتحت بن کر رہیں گے''۔ (مسند احمد)

7۔ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں وہ وصیت نہ بتاؤں جو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو کی تھی''؟ صحابہ اکرامؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ضرور بتایئے''۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا ''حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا ''اے میرے بیٹے میں تم کو دو کام کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور دو کاموں سے ورکتا ہوں۔ ایک تو میں تمہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کے کہنے کا حکم کرتا ہوں۔ کیونکہ اگر یہ کلمہ ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور تمام آسمان اور زمین کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے تو کلمے والا پلڑا جھک جائے گا۔ اور اگر تمام زمین وآسمان کا ایک گھیرا ہو جائے تو بھی یہ کلمہ اس گھیرے کو توڑ کر اللہ تک پہنچ جائے گا۔ دوسری چیز جس کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں وہ سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم کا پڑھنا ہے کیونکہ یہ تمام مخلوق کی عبادت ہے اور اس کی برکت سے مخلوقات کو روزی دی جاتی ہے۔ اور میں تم کو دو باتوں سے روکتا ہوں شرک سے اور تکبر سے کیونکہ یہ دونوں برائیاں بندے کو اللہ سے دور کرتی ہیں''۔ (بزاز، مجمع الزوائد)

کلمہ والا ایمان والا ہوتا ہے۔ جب اقرار اور تصدیق کرلی کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہ تو بندہ ایمان والا ہوجاتا ہے۔

8۔ حدیث: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جب قیامت کا دن ہوگا تو مجھے شفاعت کی اجازت دی جائے گی۔ میں عرض کروں گا میرے رب جنت میں ہر اس شخص کو داخل فرمادیجئے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ چنانچہ اللہ عزوجل میری اس شفاعت کو قبول فرمالیں گے اور وہ لوگ جنت میں داخل ہوجائیں گے۔ پھر میں عرض کروں گا اے میرے رب جنت میں ہر اس شخص کو داخل فرمادیجئے جس کے دل میں ذرا سا بھی (ذرہ برابر) ایمان ہو''۔ (بخاری)

9۔ حدیث: حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہوچکے ہوں گے تو اللہ عزوجل اوشاد فرمائیں گے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہے اسے بھی دوزخ سے نکال لو۔ چنانچہ ان لوگوں کو بھی نکال لیا جائے گا۔ ان کی حالت یہ ہو گی کہ جل کر سیاہ فام ہوچکے ہوں گے۔ اس کے بعد ان کو نہر حیات میں ڈالا جائے گا۔ تو وہ اس طرح فوری طور پر تروتازہ ہوکر نکل آئیں گے جیسے دانہ سیلاب کے کوڑے میں (پانی اور کھاد کے ملنے کی وجہ سے فوری) اگ آتا ہے۔ کبھی تم نے غور کیا کہ وہ کیسا ذرد بل کھایا ہوا نکلتا ہے''۔ (بخاری)

10۔ حدیث: حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''ایمان کا مزہ اس نے چکھا (اور ایمان کی لذت اسے ملی) جو اللہ عزوجل کو رب، اسلام کو دین اور محمد خاتم النبیین ﷺ کو رسول اللہ ماننے پر راضی ہوا''۔ (مسلم)

11۔ حدیث: حضرت رفاعہ جہنیؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''میں اللہ کے ہاں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ جس شخص کی موت اس حال میں آئے کہ وہ سچے دل سے شہادت دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (یعنی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ) اللہ کا رسول ہوں۔ پھر اپنے اعمال کو درست رکھتا

ہوتو وہ ضرور جنت میں داخل ہوگا''۔(مسند احمد)

12۔حدیث: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت معاذؓ جبکہ وہ آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ایک ہی کجاوے پر سوار تھے فرمایا:''اے معاذ بن جبلؓ!انہوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ وسعدیک (اللہ کے رسول میں حاضر ہوں) حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا اے معاذ بن جبلؓ! انہوں نے کہا لبیک یا رسول اللہ وسعدیک (اللہ کے رسول میں حاضر ہوں)۔تین بار آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایسا ہی فرمایا۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''جو شخص سچے دل سے یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد خاتم النبیین ﷺ اللہ کے رسول ہیں تو اللہ نے دوزخ پر ایسے شخص کو حرام کر دیا ہے''۔حضرت معاذؓ نے یہ خوشخبری سن کر کہا''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا میں لوگوں کو اس کی خبر نہ کر دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں''۔رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا''پھر وہ اس پر بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے (عمل کرنا چھوڑ دیں گے)''۔حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذؓ نے اس خوف سے کہ (حدیث چھپانے کا) گناہ نہ ہو اپنے آخیری وقت میں یہ حدیث لوگوں سے بیان کر دی۔(بخاری)

13۔حدیث: حضرت ابوقتادہؓ اپنے والد سے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:''جس شخص نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد خاتم النبیین ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کی زبان اس کلمہ طیبہ کی کثرت سے مانوس ہوگئی ہو اور دل کو اس کلمہ سے اطمینان ملتا ہو۔ایسے شخص کو جہنم کی آگ نہیں کھائے گی''۔(بیہقی)

14۔حدیث: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''جس شخص کو بھی اس حال میں موت آئے کہ وہ پکے دل سے گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (یعنی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ) اللہ کا رسول ہوں تو اللہ عزوجل ضرور اس کی مغفرت فرمائیں گے''۔(مسند احمد)

15۔حدیث: حضرت عتبان بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:''ایسا نہیں ہوسکتا کہ کوئی شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں (یعنی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ) اللہ کا رسول ہوں پھر وہ جہنم میں داخل ہو یا دوزخ کی آگ اس کو کھائے''۔(مسلم)

16۔حدیث: حضرت مکحول رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ:''ایک بوڑھا شخص جس کی دونوں بھنویں اس کی آنکھوں پر آپڑی تھیں۔وہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ایک ایسا آدمی جس نے بہت بدعہدی اور بہت بدکاری کی اور اپنی جائز و ناجائز ہر خواہش پوری کی۔اور اس کے گناہ اتنے زیادہ ہیں کہ اگر تمام زمین والوں پر وہ گناہ تقسیم کر دیئے جائیں تو وہ سب کو ہلاک کر دیں تو کیا اس کے لئے توبہ کی گنجائش ہے''؟ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''کیا تم مسلمان ہو چکے ہو''؟ اس نے عرض کیا ''جی ہاں میں کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کا اقرار کرتا ہوں''۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا''جب تک تم اس کلمہ کے اقرار پر رہو گے اللہ عزوجل تمہاری بدکاریاں اور بدعہدیاں معاف فرماتے رہیں گے اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدلتے رہیں گے''۔اس بوڑھے نے عرض کیا'' یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ تمام بدکاریاں اور بدعہدیاں معاف''؟ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا''ہاں تمہاری تمام بدکاریاں اور تمام بدعہدیاں معاف ہیں''۔یہ سن کر وہ بڑے میاں **اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے** پیٹھ پھیر کر (خوشی خوشی) واپس چلے گئے۔(تفسیر ابن کثیر)

17۔حدیث: حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ نبی پاک خاتم النبیین ﷺ حدیث قدسی میں اپنے رب کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں:''میں ہی اللہ ہوں۔میرے سوا کوئی معبود نہیں۔جس نے میری توحید کا اقرار کیا۔وہ میرے قلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے قلعہ میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہوا''۔(جامع صغیر،شیرازی)

****

نماز

نماز اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کا ایک خاص طریقہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری رسول ﷺ کے ذریعے ہم تک پہنچایا ہے۔قرآن پاک سورۃ البقرہ، آیت نمبر 43 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

وَ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ارۡکَعُوۡا مَعَ الرّٰکِعِیۡنَ

ترجمہ:"اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور جھکنے والوں کے ساتھ جھکا کرو"۔

سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 78 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:"نماز قائم کرو زوال آفتاب سے لے کر رات کے اندھیرے تک اور فجر کے (وقت) قرآن (پڑھا کرو) کیونکہ تلاوت قرآن کے گواہ فجر کے فرشتے ہوں گے"۔

نماز کے بارے میں قرآن پاک میں کم و بیش 60 جگہوں پر حکم آیا ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اِتَّقُوا اللہَ فِی الصَّلٰوۃِ ترجمہ:"نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو" اللہ تعالیٰ کو نماز کی عبادت سب سے زیادہ پسند ہے۔حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی خاتم النبیین ﷺ تک مختلف صورتوں سے نماز ادا ہوتی رہی۔ہجرت کے ڈیڑھ سال کے بعد سن 2ھ جب آپ خاتم النبیین ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں عطا فرمائیں۔اس طرح یہ وہ واحد فرض ہے جو عرش پر فرض ہوا۔بقایا عبادات روزہ، زکوٰۃ اور حج زمین پر فرض ہوئے۔ (بخاری)

ارشاد خداوندی ہے:

ترجمہ:"نماز قائم کرو یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے"۔(سورہ العنکبوت، آیت نمبر 45)

نماز کا پڑھنا ثواب اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"اسلام میں کوئی بھی حصہ نہیں اس شخص کا جو نماز نہیں پڑھتا"۔(بزاز)

ایک اور مقام پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''نماز دین کے لئے ایسی ہے جیسے آدمی کے بدن کے لئے سر"۔(طبرانی)

نماز کا مقصد:- اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

ترجمہ:"میں نے جن و انس کو اپنی عبادت اور بندگی کے لئے پیدا کیا ہے"۔(سورہ ذٰاریٰت آیت نمبر 56)۔

نماز درحقیقت دربارِ الٰہی میں حاضری اور بارہ گاہ خداوندی کی حضوری، پروردگار عالم سے مناجات اور ہم کلامی کا نام ہے۔جیسا کہ حضرت علیؓ نے فرمایا ''جب میں چاہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے کلام کروں تو میں نماز پڑھتا ہوں اور جب میں چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ہم کلام ہو تو میں قرآن پاک پڑھتا ہوں"۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک سورہ المومنون، آیت نمبر 1 اور 2 میں فرماتے ہیں:

ترجمہ:"بے شک (ان) ایمان والوں نے فلاح پائی جو اپنی نماز میں خشوع اختیار کرتے ہیں''۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''نماز مومن کا نور ہے"۔(ابن ماجہ)

ایک اور مقام پر فرمایا ''نماز جنت کی کنجی ہے''(مشکوٰۃ شریف)

نماز جامع العبادات ہے:- روایت ہے کہ جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے آسمانوں پر مختلف فرشتوں کے گروہوں کو مختلف عبادات میں مشغول پایا کوئی کھڑے ہوئے عبادت کر رہے تھے کوئی قیام کی حالت میں، کوئی رکوع کی حالت میں عبادت کر رہے تھے کوئی سجدے میں پڑے عبادت کر رہے تھے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا اور ظاہر اور باطن کے جاننے والے اللہ تعالیٰ نے ان فرشتوں کی مجموعی عبادات آپ خاتم النبیین ﷺ کو عنایت فرمائی۔

نماز میں قیام کرنا کھڑے ہونے والی چیزوں کی عبادت ہے۔

رکوع: چرنے والے جانداروں کی عبادت ہے۔

سجدہ: زمین سے لگ کر چلنے والے جانداروں کی عبادت ہے۔

تسبیح وتہلیل اور قرات تمام پرندوں کی بندگی ہے۔

سبحان اللہ نماز وہ عبادت ہے جس میں تمام مخلوقات کی عبادات جمع ہیں۔اس کے علاوہ غسل، وضواور پاک صاف کپڑے پہننے کے لئے مال خرچ کرنا زکوٰۃ کی طرح مالی عبادت ہے۔نماز میں اٹھنا بیٹھنا اور تکبیرات کہنا،عبادت حج کا نمونہ ہے۔نفسانی خواہشات کا روکنا: ایک قسم کا روزہ ہے بلکہ نماز میں زیادہ احتیاط پائی جاتی ہے۔مختلف اذکار کرنا فرشتوں کی عبادت ہے۔اس لئے نماز وہ باعزت عبادت الٰہی ہے جس میں تمام مخلوقات کی عبادت جمع ہے۔

آداب نماز:- حضرت شیخ حاتمؒ نے مندرجہ ذیل آداب نماز بتائے ہیں۔

1۔ثواب کی امید کرکے نماز شروع کریں (مسجد کو چلیں) 2۔پھر نیت کرکے عظمت کے ساتھ تکبیر کہیں 3۔ترتیل کے ساتھ قرآن پاک پڑھیں

4۔خشوع کے ساتھ رکوع کریں 5۔اخلاص کے ساتھ تشہد پڑھیں 6۔رحمت کی امید پر سلام پھیردیں۔

معرفت نماز:- حضرت شیخ حاتمؒ نے فرمایا"معرفتِ نماز یہ ہے کہ یہ تصور رکھیں کہ 1۔کعبہ میرے سامنے ہے 2۔جنت کو اپنے دائیں جانب 3۔دوزخ کو بائیں جانب 4۔پل صراط کو اپنے پاؤں کے نیچے 5۔میزان کو اپنی آنکھوں کے سامنے 6۔موت کے فرشتے کو سر پر 7۔سمجھے کہ یہ میری آخری نماز ہے 8۔اور یہ کہ میں اللہ کو دیکھ رہا ہوں۔اگر یہ بات نہیں ہے یعنی یہ مرتبہ حاصل نہیں تو یہ سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ تو ہمیں دیکھ ہی رہا ہے"۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''نماز مومن کی معراج ہے"۔(سنن ابن ماجہ، جلد اول، صفحہ 313،حدیث نمبر 4239)

اور فرمایا ''نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون ہے''۔(سنن نسائی، حدیث نمبر 3391)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے معراج کی رات جب پہلے آسمان پر قدم رکھا تو دیکھا کہ بے شمار فرشتے قیام کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہے ہیں۔دوسرے آسمان پر فرشتے رکوع کی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کررہے ہیں۔تیسرے آسمان پر فرشتے سجدے کی حالت میں ذکر میں مصروف ہیں۔چوتھے آسمان پر دوزانو بیٹھے اللہ کا ذکر کررہے ہیں۔تو پہلے آسمان پر قیام فرض ہوا۔دوسرے پر رکوع، تیسرے پر سجدہ، چوتھے میں قعدہ۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے دل میں خیال آیا کہ میری امت میں بھی اس اجتماع کی مثل اجتماع ہوتا۔چنانچہ عید المومنین یعنی جمعہ کا دن عطا ہوا۔پس نماز وہ عطیہ ہے کہ پہلے آسمان کے فرشتوں کا قیام، دوسرے آسمان کے فرشتوں کا رکوع، تیسرے آسمان کے فرشتوں کا سجدہ اور چوتھے آسمان کے فرشتوں کا قعدہ اس میں شامل ہے تو نماز معراج کا تحفہ ہے۔اس لئے نماز معراج المومنین ہے۔مگر معراج المومنین وہ نماز ہے جو دل سے پڑھی جائے (پوری توجہ کے ساتھ)۔

نماز کی فرضیت:- حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"ایک بار حضرت جرائیل علیہ السلام نے خانہ کعبہ کے پاس میری امامت کی اور زوال آفتاب کے فوراً بعد مجھے ظہر کی نماز پڑھائی اور سائے کے دو مثل (دوگنا) ہوجانے پر مجھے عصر کی نماز پڑھائی اور پھر افطار روزہ کے وقت مغرب کی نماز پڑھائی۔اور پھر جب شفق غائب ہوگئی تو عشاء کی نماز پڑھائی اور جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہوجاتا ہے یعنی صبح صادق کے وقت مجھے فجر کی نماز پڑھائی اور ان تمام نمازوں کے پڑھانے کے بعد فرمایا"محمد خاتم النبیین ﷺ نماز کے یہ وہ اوقات ہیں جن میں آپ خاتم النبیین ﷺ سے پہلے پیغمبروں نے نمازیں ادا کی ہیں اور دونوں وقت کے درمیان نماز کا وقت ہے (یعنی سورج ،طلوع اور غروب سے پہلے)"۔(سنن ابی داؤد، جلد 1،حدیث نمبر 393)

سورہ طٰحہ، آیت نمبر 130 میں فرمان الٰہی ہے:

وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ قَبۡلَ طُلُوۡعِ الشَّمۡسِ وَقَبۡلَ غُرُوۡبِهَا وَمِنۡ اٰنَآئِ الَّیۡلِ فَسَبِّحۡ وَاَطۡرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرۡضٰی

ترجمہ:"اپنے رب کی ثنا اور تسبیح کرو سورج کے طلوع اور غروب سے پہلے اور رات کے کچھ اوقات میں بھی (اس کی تسبیح کرو) اور دن کے کناروں پر بھی تاکہ تم رضائے الٰہی حاصل کرسکو"۔

حضرت قتادہؓ نے فرمایا:"قبل طلوع الشّمس سے مراد فجر کی نماز ہے اور ''قبل غروبھا'' سے مراد عصر کی نماز ہے اور ''انا لیل'' سے مراد مغرب اور عشاء کی نمازیں ہیں اور ''اطراف النھار'' سے مراد ظہر کی نماز ہے"۔

ایک انصاری نے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے دریافت کیا"یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ فجر کی نماز سب سے پہلے کس نے ادا کی"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

1۔ فجر کی نماز سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام نے ادا کی۔

2۔ نماز ظہر کو سب سے پہلے حضرت داوٗدؑ نے ادا کیا۔

3۔ نماز عصر سب سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ادا کی۔

4۔ نماز مغرب کو سب سے پہلے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ادا کی۔

5۔ نماز عشاء حضرت یونسؑ نے ادا کی جب وہ مچھلی کے پیٹ سے آزاد ہوئے"۔(الزرقانی فی شرح المواھب۔ والحلبی فی الحلیۃ)

یہ تھے وہ اوقات جن میں مختلف پیغمبروں نے نمازیں ادا کیں۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ پر سب سے پہلے فجر اور مغرب کی نماز واجب ہوئی اور اس بارے میں حکم ہوا:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْکَارِ

ترجمہ:" آپ (خاتم النبیین ﷺ) صبح شام اپنے رب کی تسبیح کریں"۔(سورہ المؤمن، آیت نمبر 55)

نماز کو تحفہ اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ نماز رضائے الٰہی کی چابی ہے۔اس میں تسبیح بھی ہے، تحمید بھی ہے، تقدس بھی ہے، تعظیم بھی ہے۔قرأت بھی ہے اور دعا بھی ہے۔اس لئے نماز کی ادائیگی سے انسان اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لیتا ہے۔اس لیے کہا جاتا ہے کہ فرائض کی ادائیگی سے انسان اللہ کی رضا حاصل کرتا ہے اور نوافل کی ادائیگی سے اس کا قرب حاصل کرتا ہے۔لیکن وہ نماز صحیح وقت پر حضورِ قلبی سے ادا کی جائے۔یعنی آداب کا خیال رکھ کر مقررہ وقت پر دل سے پڑھی جائے۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''نماز دین کا ستون ہے۔اللہ تعالیٰ بغیر نماز کے دین کو قبول نہیں فرمائے گا''۔(عجلونی، کشف الغفاء 40:2)

قرآن پاک میں نماز کی حفاظت کے لئے کہا گیا ہے اور حکم ہوا ہے کہ ''حفاظت کرو نماز کی خصوصاً درمیانی نماز کی۔اب دیکھتے ہیں کہ ہماری درمیانی نماز کونسی ہے؟ عام طور پر لوگ عصر کی نماز کو درمیانی نماز کہتے ہیں۔اس بات کو سمجھنے کے لئے یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ دن چار ہیں۔

ا۔ عیسائیوں کا دن	2۔ یہودیوں کا دن
3۔ ہندوؤں کا دن	4۔ مسلمانوں کا دن

<u>عیسائیوں کا دن (عیسوی)</u>: رات بارہ بجے سے دوسرے دن رات بارہ بجے تک

<u>یہودیوں، پارسیوں، مجوسیوں کا دن</u>: دوپہر بارہ بجے سے دوسرے دن دوپہر بارہ بجے تک (اس لئے ٹھیک بارہ بجے سجدہ جائز نہیں)

<u>ہندوؤں کا دن</u>: (بکرمی) ساون، بھادوں وغیرہ۔صبح فجر کے بعد سے دوسرے دن صبح فجر کے بعد تک (اس لئے فجر کے بعد سجدہ مکروہ ہے۔جب تک سورج نہ نکل آئے)۔

<u>مسلمانوں کا دن (ہجری)</u>: مغرب کی نماز سے دوسرے دن مغرب کی نماز تک اس لئے ہماری درمیانی نماز کونسی ہوئی؟ اول نماز مغرب، دوئم نماز عشاء، سوئم نماز فجر، چہارم نماز ظہر، پنجم نماز عصر۔اس حساب سے ہماری درمیانی نماز، **<u>نماز فجر</u>** ہے۔اس لئے جس نماز کی حفاظت کے لئے کہا گیا ہے وہ فجر کی نماز ہے۔اس لئے فجر کی نماز کے لئے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اگر گھوڑے بھی تم پر دوڑ رہے ہوں تب بھی فجر کی نماز ضروری ہے'' یعنی جنگ کی حالت میں بھی اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔فجر کی نماز اگر قضا ہو تو ظہر سے پہلے ادا کر دی جائے اور اس کی سنتیں بھی ادا کی جائیں۔ظہر کی نماز بغیر فجر ادا کئے پڑھنا گستاخی ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''منافق پر فجر اور عشاء بھاری ہوتی ہے اور اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ فجر اور عشاء کی نماز کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور تم چل نہ سکتے) تو گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر آتے"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 657)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد پاک ہے "بندے اور کفر کے درمیان حدِ فاصل نماز کا چھوڑنا ہے"۔(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 1078)

****

فرائض نماز

نماز میں کل تیرہ فرائض ہیں۔ چھ نماز شروع کرنے سے پہلے اور سات دوران نماز اگر ان میں سے کوئی چھوٹ جائے تو نماز نہ ہوگی

نماز سے پہلے والے فرائض

1 (i) بدن کا پاک ہونا (ii) وضو کا ہونا (iii) اگر غسل کی ضرورت ہو تو غسل کرنا

2 جگہ کا پاک ہونا

3 بدن کا چھپانا

4 قبلہ رخ ہونا

5 نماز کا وقت ہونا

6 نیت کرنا

دوسری قسم کے فرائض (دوران نماز)

1 تکبیر تحریمہ اللہ اکبر کہنا

2 قیام کرنا

3 قرات

4 سجدے

5 آخیری قعدہ

7 سلام پھیرنا (یعنی اپنے ارادے سے نماز کو ختم کرنا)

اگر ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی جان بوجھ کر یا بھول کر رہ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے بھی نماز نہیں ہوگی۔

نماز کے واجبات:

1۔ الحمد شریف پڑھنا، (سورہ فاتحہ) اور اس کے ساتھ کوئی سورت ملانا

2۔ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں قرات کرنا

3۔ سورہ فاتحہ کو سورت سے پہلے پڑھنا

4۔ رکوع کر کے سیدھا کھڑے ہونا

5۔ پہلا قعدہ کرنا 6۔ التحیات پڑھنا

7۔ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا 8۔ سلام سے نماز کو ختم کرنا

9۔ امام کے لئے مغرب وعشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اور فجر و جمعہ وعیدین اور تراویح کی سب رکعتوں میں قرأت بلند آواز کے ساتھ کرنا

10۔ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا 10۔ عیدین میں چھ زائد تکبیریں کہنا۔

واجبات میں سے اگر واجب بھول کر چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنا واجب ہوگا۔ اگر قصداً کسی واجب کو چھوڑ دیا تو دوبارہ نماز پڑھنا واجب ہے۔ سجدہ سہو سے بھی کام نہ چلے گا۔

نماز کی سنتیں

1۔ تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ اٹھانا

2۔ مردوں کو ناف کے نیچے عورتوں کو سینے پر ہاتھ باندھنا

3۔ ثنا یعنی سُبحانَکَ اللّٰھُمَّ آخیر تک پڑھنا، اعوذ باللہ، بسم اللہ پوری پڑھنا۔

4۔ ہر رکن سے دوسرے رکن پر منتقل ہونے پر اللہ اکبر کہنا

5۔ رکوع سے اٹھتے وقت سمع اللہ لمن حمدہ اور ربنا لک الحمد کہنا

6 رکوع میں سبحان ربی العظیم تین مرتبہ کم از کم کہنا

7۔ سجدے میں کم از کم تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہنا

8۔ دونوں سجدوں کے درمیان اور التحیات کے لئے مردوں کو داہنا پاؤں کھڑا رکھنا اور بائیں پاؤں پر بیٹھنا اور عورتوں کو دونوں پاؤں سیدھی طرف نکال کر دھڑ کے بائیں حصہ پر بیٹھنا۔

9۔ درود شریف پڑھنا

10۔ درود شریف کے بعد دعا پڑھنا

11۔ سلام کے وقت دائیں اور بائیں منہ کا پھیرنا

12۔ سلام میں فرشتوں، مقتدیوں اور جنات جو بھی حاضر ہوں ان کی نیت کرنا

نماز کے مستحبات

1۔ جہاں تک ممکن ہو کھانسی کو روکنا

2۔ جمائی آئے تو دانتوں کو دبا کر منہ بند کرنا۔ یعنی جمائی کو روکنا

3۔ کھڑے ہونے کی حالت میں سجدے کی جگہ اور رکوع میں قدموں پر، سجدے میں ناک پر، اور بیٹھے ہوئے گود میں اور سلام کے وقت کندھے پر نظر رکھنا۔

نماز کے دوران مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھیں۔

1۔ امام کی کسی حرکت سے پہلے حرکت نہ کریں۔

2۔ رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہوں۔

3۔ دو سجدوں کے درمیان ٹھیک طرح سے بیٹھیں۔

4۔ سجدے کے دوران پاؤں زمین پر جمے رہیں۔

5۔ سجدے کے دوران ناک بھی زمین سے لگی ہوئی ہو۔

نماز کے مفسدات

جن چیزوں سے نماز فاسد ہو جاتی ہے

1۔ بات کرنا، تھوڑی ہو یا بہت، قصداً یا بھول کر

2۔ سلام کرنا یا سلام کا جواب دینا

3۔ چھینک کا جواب دینا

4۔ رنج کی خبر سن کر انا للہ وانا الیہ راجعون کہنا

5۔ اچھی خبر سن کر الحمد للہ یا سبحان اللہ کہنا

6۔ آہ یا اف کا منہ سے نکل جانا

7۔ قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا

8۔ الحمد شریف یا سورت میں قرأت کی غلطی کرنا

9۔ عمل کثیر یعنی کوئی ایسا کام کرنا جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ نماز نہیں پڑھی جا رہی۔ دونوں ہاتھوں سے کوئی کام کرنا

10۔ قصداً یا بھول کر کچھ کھا لینا

11۔ قبلہ سے سینہ کا پھر جانا

12۔ نماز میں ہنسی آنا یا ہنسنا

ارکان نماز:

1۔ قیام کیا ہے؟: نماز میں کھڑے ہونے کو قیام کہتے ہیں۔

2۔ قومہ کیا ہے؟: رکوع سے کھڑے ہو کر سیدھا ٹھہر جانے کو قومہ کہتے ہیں۔

3۔ جلسہ کیا ہے؟: دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں۔

4۔ قعدہ کیا ہے؟: التحیات کے لئے بیٹھنے کو قعدہ کہتے ہیں۔ دو رکعت والی نماز میں صرف ایک قعدہ ہوتا ہے اور تین یا چار رکعت والی نماز میں 2 قعدے ہوتے ہیں۔ پہلے کو قعدہ اولیٰ اور دوسرے کو قعدہ اخیرہ کہتے ہیں

5۔ تکبیر تحریمہ کیا ہے؟: نیت کر کے اللہ اکبر کہنا، تکبیر تحریمہ کہلاتا ہے یہ پہلی تکبیر، تکبیر اولیٰ کہلاتی ہے۔ نماز میں ہر رکن کی تبدیلی سے پہلے تکبیر یعنی اللہ اکبر کہا جاتا ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ (عورتوں کی نماز)

باوضو پاک جگہ پر قبلہ رخ کھڑے ہو کر نماز کی نیت کریں۔ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔ لیکن اگر زبان سے بھی کر لیں تو یہ بھی درست ہے۔ نیت کر کے اللہ اکبر کہیں۔ اللہ اکبر کہتے ہوئے دونوں ہاتھ کندھوں تک اٹھائیں۔ پھر دونوں ہاتھوں کو سینے پر اس طرح باندھیں کہ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر آ جائے۔ اس کے بعد ثنا یعنی ''سبحانک اللھمہ'' آخیر تک پڑھیں۔ اس کے بعد ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم'' اور پھر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر پھر الحمد پڑھیں جسے سورہ فاتحہ کہتے ہیں۔ جب ''ولا الضالین'' کہیں تو اس کے فوراً بعد آمین کہیں دل میں یعنی آہستہ سے اس کے بعد ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' قرآن کی کوئی سورت پڑھیں یا کوئی سی بھی قرآن مجید کی تین آیات پڑھ لیں۔ اس کے بعد ''اللہ اکبر'' کہتے ہوئے رکوع میں جائیں۔ یعنی اس طرح جھک جائیں کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ملا کر دونوں گھٹنوں پر رکھ دیں اور دونوں بازو پہلو سے ملائے رہیں اور رکوع میں کم از کم تین مرتبہ ''سبحان ربی العظیم'' کہیں۔ اس کے بعد ''سمیع اللہ لمن حمدہ'' کہتے ہوئے کھڑی ہو جائیں۔ پھر کھڑے کھڑے ''ربنا لک الحمد'' کہیں جب خوب سیدھی کھڑی ہو جائیں تو اللہ اکبر کہتی ہوئی سجدے میں جائیں۔ زمین پر پہلے گھٹنے رکھیں پھر ہاتھ رکھیں پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان اس طرح چہرہ رکھیں کہ پہلے ناک پھر ماتھا رکھا جائے اور ہاتھ اس طرح رکھیں کہ دونوں بانہیں زمین پر بچھ جائیں اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں قبلہ رخ ہوں۔ پاؤں کھڑے نہ رہیں بلکہ داہنی طرف نکال دیں اور خوب سمٹ کر سجدہ کریں کہ پیٹ دونوں رانوں سے اور کہنیاں دونوں پہلوؤں سے مل جائیں اور سجدے میں کم از کم تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہیں اس کے بعد اس طرح بیٹھیں کہ دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال دیں اور پچھلے دھڑ کے بائیں حصہ پر بیٹھ جائیں۔ اور دونوں ہاتھ اپنی رانوں پر اس طرح رکھیں کہ انگلیاں خوب ملی ہوئی ہوں اور قبلہ رخ ہوں۔ پھر اللہ اکبر کہتے ہوئے دوسرے سجدے میں جائیں۔ اس میں بھی کم از کم تین مرتبہ ''سبحان ربی الاعلیٰ'' کہیں اور یہ سجدہ بھی اوپر بیان کئے گئے طریقہ پر کریں۔ (دوسرے سجدے کے ختم ہونے پر ایک رکعت ہوگئی)۔

دوسرے سجدے کے بعد دوسری رکعت کے لئے اللہ اکبر کہتی ہوئی سیدھی کھڑی ہو جائیں، اٹھتے وقت زمین پر ہاتھ کی ٹیک سے نہ اٹھیں (اگر مجبوری ہو تو دوسری بات ہے) سیدھی کھڑی ہو کر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بعد سورہ فاتحہ اور پھر ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بعد کوئی سورت یا قرآن مجید میں سے کسی بھی جگہ سے کم از کم تین آیات پڑھیں۔ اس کے بعد اوپر بیان کئے گئے طریقے پر ایک رکوع قومہ اور دو سجدے کریں، دوسرے سجدے سے فارغ ہو کہ اس طرح بیٹھیں کہ دونوں پاؤں داہنی طرف کو نکال دیں اور پچھلے دھڑ کے بائیں حصہ پر بیٹھ جائیں۔ دونوں ہاتھ رانوں پر اس طرح رکھیں کہ انگلیاں خوب ملی ہوئی ہوں اور قبلہ رخ ہوں۔ جب بیٹھ جائیں تو تشہد یعنی التحیات آخیر تک پڑھیں۔ التحیات پڑھتے ہوئے جب ''اَشھدُ اَن لَا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ'' پر پہنچیں تو دائیں ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کو ملا کر گول حلقہ بنائیں اور چھوٹی انگلی اور اس کے ساتھ والی انگلی کو بند کر لیں جب ''لا الہ'' کہے تو شہادت کی انگلی اٹھائیں اور ''لا الہ اللہ'' کہنے کے بعد انگلی کو جھکا کر پورے ہاتھ کی انگلیاں سیدھی کر کے ران پر رکھیں۔

التحیات سے فارغ ہو کر درود شریف پڑھیں، پھر کوئی دعا پڑھیں جو قرآن میں آتی ہو (دو دعا بھی پڑھ سکتے ہیں) اس کے بعد داہنی طرف (کندھے کی طرف) منہ کرتے

ہوئے اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ'' کہے اور علیکم کہتے ہوئے ان فرشتوں پر سلام کی نیت کرے جو داہنی طرف ہوں، پھر اسی طرح بائیں طرف منہ پھیرتے ہوء اسلام وعلیکم ور حمۃ اللہ کہے اور اس وقت علیکم کے خطاب سے ان فرشتوں کی نیت کریں جو بائیں طرف ہوں (یادرکھیں کہ سلام کرتے وقت صرف منہ کو دائیں بائیں کریں گے سینہ قبلہ کے رخ ہی رہے گا)۔ یہ دو رکعت نماز ختم ہوگئی۔

اگر کسی کو تین رکعت نماز مغرب پڑھنی ہے تو دوسری رکعت میں التحیات پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے سیدھی کھڑی ہو جائیں اور ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' کے بعد سورہ فاتحہ پڑھیں اس کے بعد رکوع، قومہ اور پھر دونوں سجدے کر کے بیٹھ جائیں اور پھر التحیات، درود شریف اور دعا ترتیب وار پڑھیں اور سلام پھیر دیں۔ اگر کسی کو چار رکعت پڑھنی ہیں تو دوسری رکعت پر بیٹھ کر التحیات پڑھ کر کھڑی ہو جائیں اس کے بعد دو رکعتیں اور پڑھیں تیسری رکعت ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھ کر شروع کریں اس کے بعد سورۃ فاتحہ اور پھر کوئی سورت پڑھیں۔ پھر رکوع اور دونوں سجدے اسی طرح کریں جس طرح پہلے بیان کیا ہے۔ تیسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر چوتھی رکعت کے لئے کھڑے ہو جائیں اس رکعت کو شروع کرتے ہوئے بھی ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' پڑھیں اس کے بعد سورہ فاتحہ اور پھر کوئی اور سورت پڑھیں اور یہ رکعت مکمل کریں۔ چوتھی رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو کر اس طرح بیٹھ جائیں جیسے دوسری رکعت میں بیٹھی تھیں۔ التحیات پوری پڑھ کر درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیں۔

1۔ دوسری، تیسری اور چوتھی رکعت میں (ثنا) سبحانک اللھمہ اور (تعوذ) اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم'' نہیں پڑھا جاتا۔ بلکہ یہ رکعتیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے شروع کی جاتی ہیں۔

2 فرضوں کی تیسری اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کی بعد کوئی سورت یا آیت نہیں پڑھی جاتی۔ صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورہ فاتحہ پڑھ کر سجدے میں چلے جاتے ہیں۔ فرضوں کے علاوہ ہر نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ یا کم از کم تین آیات پڑھنا واجب ہے۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ نماز کی شرائط میں اعضاء کا چھپانا بھی ہے۔ اس میں مرد اور عورت کا حکم الگ الگ ہے۔ ناف سے لے کر گھٹنے کے ختم تک مردوں کو چھپانا فرض ہے اور عورتوں کو سارا بدن چھپانا فرض ہے۔ پیٹ، پیٹھ، کمر، سر، بازو، بانہیں، پنڈلیاں، مونڈھے، گردن وغیرہ، ہاں چہرہ یا قدم یا گٹوں تک ہاتھ کھلے رہیں تو نماز ہو جائے گی اور اگر یہ بھی ڈھکی رہیں تب بھی نماز ہو جائے گی۔ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ باریک کپڑا پہننا یا کپڑا نہ پہننا شرعاً برابر ہے۔ یعنی جس کپڑے میں سے بال اور کھال نظر آتی ہوں وہ کپڑا نہ پہننے کے حکم میں آتا ہے اور اس سے نماز نہیں ہوتی۔

فرض نماز کے بعد ذکر اور دعائیں

-1 33مرتبہ سبحان اللہ 33مرتبہ الحمدللہ 34مرتبہ اللہ اکبر 3مرتبہ چوتھا کلمہ

-2 ہر نماز کے بعد سنت کے مطابق تین مرتبہ استغفار کریں۔ گناہ گار گناہ کر کے استغفار کرتے ہیں اور عابد، زاہد اور مخلص بندے نیکی کر کے استغفار کرتے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ بارگاہ الٰہی کے لائق ہم کوئی عمل نہیں کر سکتے۔ تین بار استغفار پڑھ کر

اَللّٰھُمہ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامُ

ترجمہ: اے اللہ تو سلامت رہنے والا ہے اور تجھ ہی سے سلامتی مل سکتی ہے تو بابرکت ہے، اے بزرگی اور عظمت والے

-4 آیت الکرسی

5۔ رَبِّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ

ترجمہ: "اے میرے رب! میری مدد فرما، اپنے ذکر اور شکر پر اور (اس پر کہ) میں تیری عبادت اچھے طریقے سے کرتا رہوں"۔

****

روزہ

قرآن پاک سورہ بقرہ آیت نمبر 184 میں ارشاد خداوندی ہے۔

ترجمہ: ''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے، تا کہ تم پرہیز گار بن جاؤ''۔ یہ روزے گنتی کے دن ہیں تو تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ اتنے روزے اور دنوں میں رکھ کر تعداد پوری کر لے اور جنہیں روزہ رکھنے کی بالکل طاقت نہ ہو وہ روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں (دو وقت کا) اور جو اپنی طرف سے زیادہ نیکی کرے تو یہ اس کے لیے بہت بہتر ہے اور یہ کہ روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے''۔

مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوا کہ روزے اہل ایمان پر فرض ہیں۔ یعنی جس طرح نماز کا فریضہ ایمان لانے کے بعد لاگو ہوتا ہے۔ ایسے ہی بندے پر (ہر مسلمان پر) ایمان لانے کے بعد روزے رکھنا فرض قرار دیئے گئے۔

فضائل روزہ:- روزہ افضل ترین عبادت ہے۔ روزہ فضل خداوندی کا آئینہ ہے۔ روزہ روح کی ایک خاص غذا ہے، اللہ اور بندے کے درمیان جو حجاب ہے روزہ اسے بے نقاب کرنے کا چارہ ساز ہے۔ گویا روزہ، اللہ اور بندے کی ملاقات کا دروازہ ہے۔ جو مسلمان اپنے بدن کو اس دروازے سے گزارتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔ جن بندوں کے روزوں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوا انہیں ولی، ابدال، اخیار، غوث وقطب کر دیا، روزہ عشق مصطفی خاتم النبیین ﷺ کا زینہ ہے۔ اس روزے ہی کی بدولت کئی اولیاءؒ کو ولایت ملی۔ اس لیے حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا کہ ''روزہ آدھی طریقت ہے۔ چنانچہ سالکان حق وصداقت روزے ہی کے ذریعے اپنے مالک اور خالق کو خوش کرتے ہیں اور رضائے الٰہی حاصل کرتے ہیں۔ روزے کے پس پردہ بے شمار دینی ودنیاوی حکمتیں ہیں۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اگر اللہ کے بندے رمضان کی فضیلت جان لیں تو میری امت تمام سال روزے سے رہنے کی خواہش مند ہو جائے''۔ (بیہقی، ترغیب)

روزہ ہدایت کی دلیل ہے۔ روزہ حصول روحانیت کا ذریعہ ہے، روزہ اہل تقویٰ کی علامت ہے۔ روزہ خیر وبرکت کا ذریعہ ہے۔ روزہ نیکیوں کی بہار ہے۔ روزہ مردہ دل کی زندگی ہے۔ روزہ روح کی شگفتگی ہے۔ روزہ اللہ تعالیٰ کے محبوب ترین اعمال میں سے ہے۔ روزہ جسمانی بیماریوں کا مجرب علاج ہے۔ روزہ محبوب خدا کی شفاعت کا وسیلہ ہے۔ روزہ انعامات خداوندی اور رحمت الٰہی کا ذریعہ ہے۔ روزہ بخشش ومغفرت کی سند ہے۔ روزہ جنت کا ایک دروازہ ہے۔ روزہ معرفت حق کا ایک خزانہ ہے۔ روزہ آخرت میں کامیابی کی شفاعت ہے۔

روزہ عشق مصطفی خاتم النبیین ﷺ کا وہ جام ہے جسے پینے سے مجلس محمدی خاتم النبیین ﷺ میں حضوری کا مقام مل جاتا ہے اور روزہ ہی مقام حضوری سے عرش معلیٰ کی جلوہ گاہ تک پہنچاتا ہے۔ جہاں سے ولی کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مراتب ملتے ہیں۔ حتیٰ کہ روزہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک ایسا راز ہے، جس کی قدر اللہ ہی جانتا ہے۔

1۔ رحمت الٰہی کا نزول:- رمضان کے پورے ماہ میں پوری دنیا پر رحمت الٰہی کا نزول ہوتا ہے۔ یہ خاص بات ہے کہ اسی رحمت الٰہی کا نزول بیت اللہ میں ہر وقت ہوتا ہے۔ اب بیت اللہ اگر کوئی جائے گا تو اس رحمت کو پائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ویسی ہی رحمت پوری دنیا میں اپنے مومنین کو فیض یاب کرنے کے لئے سال کے ایک ماہ میں اتاری اور وہ مہینہ ہے رمضان المبارک کا مہینہ۔ رمضان المبارک میں ساری دنیا میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول ہوتا ہے۔ اگر ایک مسلمان چاہے تو وہ اس ماہ میں 24 گھنٹے حالت عبادت میں لکھا جا سکتا ہے۔ مثلاً صبح اٹھے، سحری تیار کی، سحری تیار کرنا، سحری کھانا سنت ہے، یہ عبادت ہوئی پھر نماز فجر کی عبادت، پھر نماز اشراق اور چاشت وغیرہ، روزہ تو ہے ہی عبادت، پھر نماز فی الزوال اور ظہر، عصر کی نماز پھر مغرب کے وقت روزہ افطار کیا۔ اب یہ افطار بھی عبادت ہے- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''لگاتار روزے مت رکھو، روزہ افطار بھی کیا کرو"، اب یہ کھانا پینا بھی عبادت ہے، گویا سحری اور افطاری کھانا عبادت، سحری کے لیے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''سحری ضرور کھایا کرو کہ یہ برکت والا کھانا ہے'' (بخاری ومسلم) پھر فرمایا کہ ''ہمارے اور یہود ونصاریٰ کے روزوں میں یہ فرق ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ سحری نہیں کھاتے''۔ (مسند احمد) رات کو تراویح عبادت، پھر صلوٰۃ لیل اس کے بعد بندہ جب سوتا ہے تو بے فکری سے نہیں سوتا، ہر بندے کو صبح روزے کی فکر ہوتی ہے کوئی تہجد کی فکر کرتا ہے کہ وقت پر اٹھنا کہ تہجد پڑھ سکوں اور کوئی سحری بنانے کی فکر کرتا ہے۔ اگر ایک بندہ ایک عبادت کرنے کے بعد دوسری عبادت کی فکر میں رہتا ہے تو اس کا یہ فکر میں رہنا اس کی طرف سے عبادت ہے۔ تو گویا رات کے وقت ہمارا سونا بھی عبادت۔ اس طرح مومن رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کی یہ رحمتیں خاص طور پر لوٹ سکتا ہے۔ اور اس کرم پر ایک کرم اللہ مومنین کے لیے یہ فرماتا ہے کہ رمضان المبارک میں شیاطین کو جکڑ کر سمندر میں ڈال دیا جاتا ہے۔ اس وجہ سے یہ عام مشاہدہ ہے کہ ہم رمضان المبارک میں جو عبادات

کرتے ہیں وہ غیر رمضان میں کر ہی نہیں سکتے۔

دنیا کی زندگی دارالعمل ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتحانی عرصہ ہے، جسے ہر انسان نے رضائے الٰہی اور اطاعت الٰہی سے گزارنا ہے، انسان کی زندگی کے کئی دور ہیں، ایک دور پیدائش اور یہ زندگی ہے، دوسرا دور موت ہے اور تیسرا دور قیامت ہے، روزہ انسان کی ایک ایسی عبادت ہے جو انسان کو حیات کے تمام مراحل سے کامیابی سے ہم کنار کرنے کا ذریعہ ہے۔

2۔روزہ رکھنے سے خیر و برکات کا نزول ہوتا ہے:- برکت کا مطلب کثرت اور زیادتی ہے، خوش قسمتی سے عروج کا مفہوم بھی برکت کے زمرے میں آتا ہے۔ روزہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل ہوتی ہے اور جتنے امور روزے سے متعلق ہوتے ہیں ان سب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیادتی شامل ہو جاتی ہے۔اس لیے رمضان المبارک کا آنا بھی خیر و برکات کا پیغام ہے۔روزہ داروں کے دنیاوی امور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خیر و برکت شامل ہوتی ہے۔خیر و برکت سے مراد اللہ تعالیٰ کی مدد کا شامل ہونا ہے۔جس سے نیکی کے کاموں میں کثرت ہو جاتی ہے۔خیر و برکت کے علاوہ روزے داروں پر رحمت خداوندی کا نزول ہوتا ہے۔رحمت دراصل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور تائید کا اظہار ہے۔یہ تائید یعنی رحمت دنیا والوں پر مختلف انعامات کی صورت میں ہوتی ہے۔اس رحمت کی بدولت اللہ تعالیٰ لوگوں کے رزق میں اضافہ کرتا ہے۔دنیاوی رنج والم اور مصائب سے نجات دیتا ہے۔بیماری سے چھٹکارامل جاتا ہے۔مال و دولت اور مادی وسائل میں زیادتی ہوتی ہے۔

الغرض دنیا میں جتنی بھی مشکلات درپیش ہوتی ہیں روزے کی بدولت اللہ تعالیٰ ان میں تخفیف کر دیتا ہے۔جسے ہم رحمت خداوندی سے تعبیر کرتے ہیں۔دنیاوی فضل و کرم کے علاوہ روزے کی بدولت روحانی فضل و کرم بھی اللہ کی رحمت ہے۔جو انسان کو صرف روزے کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔

3۔نیک اعمال کا ثواب بڑھ جاتا ہے:- یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نیک اعمال کا بدلہ مقرر ہے۔چھوٹے نیک کاموں کا بدلہ کم اور بڑے نیک کاموں کا بدلہ زیادہ ہوتا ہے۔مثلاً اگر کوئی نماز کا پابند ہے تو اس کی عزت لوگوں میں ہوگی اور لوگ اسے نمازی کہیں گے۔اگر کوئی زکوٰۃ اور خیرات کرتا ہے تو وہ لوگوں میں سخی کے نام سے موسوم ہو کر عزت پاتا ہے۔اگر کوئی دیانت اور صداقت کو اپناتا ہے۔تو لوگ اسے امین اور صادق کہیں گے۔گویا عبادت تو ہم اللہ کی کرتے ہیں اور اللہ اس کے عوض دنیا میں ہماری عزت میں اضافہ فرماتا ہے۔تو یہ دراصل اس نیکی کا بدلہ ہوتا ہے جو انسان کرتا ہے۔ایسے ہی ان نیکیوں کا بدلہ ہمیں آخرت میں بھی ملے گا اور یہ بدلہ بخشش، مغفرت، جنت اور درجات کی بلندی کی صورت میں دیا جاتا ہے۔مگر روزے کی جزا کے بارے میں فرمایا ہے کہ

''روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی بندے کو روزے کی جزا دوں گا''۔(صحیح بخاری شریف)

اب اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ جزا کیا ہوگی؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کے لیے جو انعامات رکھے ہوئے ہیں وہ نہ کسی آنکھوں نے دیکھے، نہ کسی کانوں نے سنیں، اور نہ ہی کسی کے دماغ میں ان انعامات کا گمان ہو سکتا ہے۔ رمضان کے مہینے میں روزے دار کی ایک دعا روز قبول کی جاتی ہے۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ؄ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا'' کہ بنی آدم کا ہر نیک کام نیک عمل اس کے لیے بڑھا دیا جاتا ہے اس لیے ایک نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے''۔جو سات سو نیکیوں تک بڑھا دیا جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا''۔کیونکہ روزہ دار اپنی خواہش نفس اور اپنے کھانے پینے کو میرے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کے لیے دو فرحتیں ہیں ایک فرحت افطار کے وقت اور دوسری اپنے رب سے ملاقات کے وقت کہ روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پسندیدہ ہے اور روزہ ڈھال ہے۔پس تم میں سے جب کوئی روزے سے ہو تو کسی سے بدکلامی نہ کرے اور نہ دنگا فساد کرے۔پس اگر کوئی برا کہے یا اس سے لڑنا چاہے تو اسے کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں (یعنی اس کے الجھنے پر بھی جھگڑا نہ کرے)(مسلم شریف)۔

''ترغیب'' میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا مندرجہ بالا حدیث کا فرمان یوں نقل کیا گیا ہے''بندوں کے اعمال اللہ کے نزدیک سات درجے پر ہیں۔دو عمل تو ایسے ہیں کہ دو چیزوں کو واجب کرتے ہیں اور دو ایسے ہیں کہ ان میں بدلا عمل کے برابر ملتا ہے۔اور ایک عمل وہ ہے جس کے بدلے میں دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک عمل ایسا ہے کہ اس کے بدلے میں سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور ایک عمل ایسا ہے کہ اس کے ثواب کی حد سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔نہ کسی فرشتے کو اس کے لکھنے کی طاقت ہے، واجب کرنے والی دو چیزوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص نے شرک نہ کیا اور عبادت کرتا رہا اور توحید پر مرا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔دوسری یہ کہ جو شخص شرک پر مرا اس کے لیے دوزخ واجب ہوگئی اور ایک عمل کا اس کے برابر بدلہ ملنے والی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ جس کسی نے ایک گناہ کیا تو اس کا ایک ہی گناہ لکھا جاتا ہے۔دوئم یہ کہ اگر کسی نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا پھر عمل نہ کر سکا تو صرف نیت کی برکت سے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور دس گنا ثواب ملنے والی تمام نیکیاں

ہیں۔ کیونکہ جب مسلمان کسی قسم کا بھی نیک کام کرتا ہے تو کم سے کم دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور وہ عمل جس کا بدلہ سات سو تک ہے وہ یہ ہے کہ کوئی ''فی سبیل اللہ یعنی جہاد شرعی میں اپنے مال کو خرچ کرے تو اس کا ثواب ایک کا سات سو لکھا جاتا ہے۔ یعنی ایک درہم کے سات سو درہم، ایک دینار کے سات سو دینار لکھے جاتے ہیں اور وہ عمل جس کا ثواب سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ وہ رمضان المبارک کا فرض روزہ رکھنا ہے''۔

4۔ روزے دار کی دعا قبول ہوتی ہے:- حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے "رمضان المبارک کی ہر شب و روز میں اللہ کے یہاں (جہنم کے) قیدی چھوڑے جاتے ہیں اور ہر مسلمان کے لیے ہر شب و روز میں ایک دعا ضرور قبول ہوتی ہے''۔ (براز)

حدیث: ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزے دار کی افطار کے وقت، دوسرے عادل بادشاہ کی، تیسرے مظلوم کی جس کو اللہ تعالیٰ بادلوں سے اوپر اٹھا لیتا ہے اور آسمان کے دروازے اس کے لیے کھول دیئے جاتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ میں تیری مدد ضرور کروں گا۔ گو (کسی مصلحت سے) کچھ دیر ہو جائے"۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

5۔ گناہوں کی بخشش اور مغفرت:- حضرت کعب بن عجرہؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا'' منبر کے قریب ہو جاؤ۔ ہم لوگ حاضر ہو گئے۔ جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے منبر کے پہلے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا" آمین" جب دوسرے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا" آمین" اور جب تیسرے درجے پر قدم رکھا تو فرمایا" آمین" جب آپ خاتم النبیین ﷺ خطبہ سے فارغ ہو کر نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہم نے آج آپ سے (منبر پر چڑھتے ہوئے) ایسی بات سنی ہے جو پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔'' آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" اس وقت جبرائیلؑ میرے سامنے آئے تھے، جب میں نے پہلے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا" ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان المبارک کا مہینہ پایا پھر بھی اس کی مغفرت نہ ہوئی"۔ میں نے کہا" آمین"۔ جب میں نے دوسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا" ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے آپ خاتم النبیین ﷺ کا ذکر مبارک ہو اور وہ آپ خاتم النبیین ﷺ پر درود نہ بھیجے"۔ میں نے کہا" آمین"۔ پھر جب میں نے تیسرے درجے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا" ہلاک ہو وہ شخص جس کے سامنے اس کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کو پائیں اور وہ خود کو جنت میں داخل نہ کروا سکے"، میں نے کہا" آمین"۔ (مستدرک حاکم جلد 4 صفحہ 170)

مندرجہ بالا واقعات میں اول تو حضرت جبرائیل کی بددعا ہی کیا کم تھی کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی آمین نے اس پر پکی مہر لگا دی کہ ایسا ہی ہوگا۔ رمضان المبارک کا مہینہ رحمتیں، بخشش اور مغفرت لے کر آتا ہے۔ لہٰذا گناہوں کی بخشش کا سب سے مقبول ترین وقت روزوں کی رات کا آخری وقت ہے۔ اس وقت میں بارگاہ رب العزت میں کی گئی دعا کبھی رب تعالیٰ رد نہیں کرتا۔

6۔ جنت رحمت اور آسمان کے دروازوں کا کھلنا:- سیدنا حضرت انسؓ بن مالکؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" تمہارے پاس رمضان کا مقدس مہینہ آ گیا ہے۔ اس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور شیاطین زنجیروں سے جکڑ دیئے جاتے ہیں"۔ (نسائی شریف، السلسۃ الصحیحۃ)

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ رمضان المبارک میں حقیقی معنوں میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور کامل مردان حق کی روحیں، عالم روحانیت میں ان دروازوں سے داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی ہیں۔ اہل دنیا پر اس ماہ میں رحمت کا نزول ہوتا ہے اور ہر خاص و عام اس رحمت سے فیض یاب ہوتا ہے۔ یعنی حصول رحمت، اللہ کی رحمت کے دروازے کھلنے کی وجہ ہے۔

7۔ روزہ داروں کے لیے جنت سجائی جاتی ہے:- یہ عام مشاہدے کی بات ہے کہ جس شخص کو کوئی خاص اہمیت حاصل ہوتی ہے اس کا استقبال شاندار انداز میں کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی روزے داروں کے لیے جنت ہر سال سجائی جاتی ہے۔ اور روزہ دار قیامت کے دن جب جنت میں داخل ہوں گے تو اس بے مثل جنت کی سجاوٹ کو دیکھ کر بے حد خوش ہوں گے اور یہ ان کے روزوں کا انعام ہوگا۔

8۔ جنت میں خاص دروازہ:- حضرت سیّدنا سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" روزے داروں کے لیے جنت میں ایک ایسا دروازہ ہے جسے ''باب ریان'' کہتے ہیں۔ اس سے روزے داروں کے علاوہ کوئی نہیں داخل ہوگا۔ جب اس میں آخری شخص اس کے اندر داخل ہو جائے گا تو وہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ جو شخص وہاں بند ہو گیا وہ وہاں سے پانی پیئے گا اور جو وہاں سے پانی لے لے گا یعنی جس نے ''ریان'' کا پانی پی لیا پھر وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا''۔ (نسائی

شریف)

9۔روزہ جسم کی زکوٰۃ ہے:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ہر چیز کی زکوٰۃ ہے اور جسم کی زکوٰۃ روزہ ہے"۔(ابن ماجہ)

اللہ والوں نے جسم کی زکوٰۃ کو پسند کرتے ہوئے نفلی روزوں کا معمول بنا دیا کیونکہ اس بدنی زکوٰۃ سے انوارات الٰہی اور روحانی تجلیات کا حصول ہوتا ہے۔

10۔روزہ ڈھال ہے:- حضرت معاذؓ سے مروی ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "روزہ ڈھال ہے"۔(نسائی)

حدیث: سیدنا حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "روزہ "سپر" ہے"۔(یعنی ڈھال ہے)(نسائی)

حدیث: حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے، جب تک یہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے"-(نسائی شریف)

مسند احمد میں ہے "میت کو جب قبر میں دفن کر دیا جاتا ہے تو نماز اس کے دائیں طرف آ جاتی ہے۔روزہ بائیں طرف، تلاوت قرآن سر کی طرف اور صدقہ پاؤں کی طرف آ جاتے ہیں"-

یعنی روزے کی خصوصیت یہ ہے کہ جو عذاب میت کو بائیں طرف سے آنا تھا اسے روزے نے ڈھال کی مانند روک دیا ہوتا ہے۔روزہ ڈھال ہے اگر روزہ دار اس کو پھاڑ نہ ڈالے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ روزہ رکھ کر بری بات مثلاً غیبت، چغلی، جھوٹ، بڑائی، منافقت وغیرہ سے بچتا رہے۔اور روزہ چونکہ شہوات سے بچاتا ہے اس طرح روزہ، روزے دار کے لیے جہنم کی آگ سے ڈھال بن جاتا ہے۔

11۔مقدس مقامات پر روزے کا اجر بڑھ جاتا ہے: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جس نے رمضان المبارک کو مکہ مکرمہ میں پالیا اور اس نے اپنی طاقت کے مطابق روزہ رکھا اور قیام کیا تو اس کو دوسری جگہ کے اعتبار سے اس جگہ ایک لاکھ رمضان گزارنے کا ثواب ملتا ہے اور ہر ایک دن کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔اس طرح ہر ایک رات کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔اور ہر دن کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک سواری دینے کا ثواب ملتا ہے اور ہر رات اور دن کے بدلے میں اس کو نیکیاں ہی نیکیاں ملتی رہتی ہیں"۔(ابن ماجہ)

12۔رمضان المبارک میں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں:- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب رمضان آتا ہے تو جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں"-(صحیح بخاری)

حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔ان میں سے کوئی دروازہ رمضان میں نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ان میں سے کوئی دروازہ رمضان میں بند نہیں رہتا اور ایک منادی پکارتا ہے۔"اے خیر کے طلب کرنے والے متوجہ ہو اور اے شر کے چاہنے والے باز آ جا" پھر کچھ لوگ جہنم سے آزاد ہو جاتے ہیں اور ایسا ہر رات میں ہوتا ہے"-(ابن ماجہ)

حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "رمضان مبارک میں دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں"-(امام احمد نسائی)

13۔دوزخ سے نجات:- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "روزہ دوزخ سے بچنے کے لیئے ڈھال ہے-"(صحیح بخاری شریف)

حدیث: حضرت سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ستر سال تک کی مسافت تک دوزخ سے دور کر دیتا ہے"(مسلم)اس حدیث میں بھی یہ بات بتائی گئی ہے کہ روزہ دوزخ سے چھٹکارا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

حدیث: حضرت ابوامامہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جس نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ایک روزہ رکھا تو اللہ تعالیٰ اس کے اور دوزخ کے درمیان ایسی خندق بنا دیتا ہے جس کا فاصلہ آسمان وزمین کے درمیان کے فاصلے کے برابر ہوتا ہے"-(ترمذی)

مسائل روزہ

1۔نیت: روزے کے لیے نیت فرض ہے بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوگا۔نیت دل کے مضبوط ارادہ کو کہتے ہیں اس لیے زبان سے نیت کے الفاظ کہنا ضروری نہیں ہیں بلکہ مستحب اور بہتر ہے۔

2۔سحری: -روزے کی غرض سے صبح صادق سے پہلے کچھ کھانا پینا سحری کہلاتا ہے۔

سحری کے متعلق نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے بہت سی احادیث مروی ہیں۔

1۔ سحری کھانے میں دیر اور تاخیر کرنا مستحب ہے لیکن اتنی دیر نہ کی جائے کہ وقت ہی ختم ہوجائے۔

2۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "سحری کھاؤ کیونکہ سحری میں برکت ہے"۔ (بخاری ومسلم، نسائی، ترمذی)

3۔ حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "تین چیزوں میں برکت ہے جماعت کی نماز، ثرید اور سحری"۔ (طبرانی)

4۔ حضرت عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں یہ فرق ہے کہ ہم سحری کھاتے ہیں اور وہ سحری نہیں کھاتے"۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

احادیث سے ثابت ہوا کہ سحری کھانا سنت ہے اور نفلی روزہ بغیر سحری کے نہیں رکھا جاتا۔

3۔افطاری:-

1۔ حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی شخص افطار کرے تو اسے چاہیے کہ وہ کھجور سے افطار کرے اگر کھجور نہ پائے تو اسے چاہیے کہ پانی سے افطار کرے"۔ (مشکوٰۃ، مسند احمد)

2۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "مجھے اپنے بندوں میں سے سب سے زیادہ وہ پسند ہے جو افطار میں جلدی کرنے والے ہیں"۔ (جامع ترمذی، مشکوٰۃ)

3۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے ہمیشہ خیر پر رہیں گے۔ کیونکہ یہود و نصاریٰ روزہ افطار کرنے میں دیر کیا کرتے تھے"۔ (ابن ماجہ)

4۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جب تک لوگ افطار میں جلدی کریں گے بھلائی پر رہیں گے"۔ (مسند احمد)

4۔کفارہ: -قصداً روزہ توڑنے کا کفارا (ایک روزے کا) تین طرح سے ادا ہوتا ہے:

(اول) غلام یا باندی کو آزاد کرنا (دوئم) پے در پے ساٹھ روزے رکھنا (سوئم) ساٹھ مساکین کو صبح شام پیٹ بھر کر کھانا کھلانا۔ کھانا کھلانے کے بجائے غلہ دینا بھی جائز ہے یا قیمت ادا کردی جائے وہ بھی جائز ہے۔ غلہ اس سال فطرانے کی مقدار کے برابر ہونا چاہیے۔ اگر ایک محتاج کو ساٹھ دن تک صبح شام کھانا دیا جائے تب بھی کفارہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن یہ بہتر صورت نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ساٹھ مساکین کو ایک ہی دن صبح اور پھر شام کا کھانا کھلایا جائے۔

5۔احکام فدیہ:- اسلامی شریعت میں ایسے افراد جن میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو ان کو یہ رعایت دی گئی ہے کہ وہ روزہ رکھنے کے بدلے میں فدیہ ادا کریں۔ خاص طور پر بڑھاپے میں یا بیماری میں انسان لاغر اور کمزور ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے روزہ رکھنا مشکل ہوجاتا ہے اس کے لیے ہر روزے کے بدلے میں فدیہ دے فدیہ یہ ہے کہ ایک محتاج کو دو وقت کا کھانا کھلایا جائے۔ فدیے میں غلہ یا اس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔ فدیہ میں غلہ کی مقدار صدقہ فطر کے برابر ہے۔ معمولی بیماری کی وجہ سے رمضان کا روزہ قضا کرنا اور یہ خیال کرنا کہ پھر رکھ لیں گے یا فدیہ ادا کرکے یہ سمجھنا کہ روزہ کا حق ادا ہوگیا صحیح نہیں ہے۔ رمضان کا روزہ صرف اسی صورت میں چھوڑا جائے جب واقعی روزہ رکھنے کی سکت نہ ہو۔

سنت روزے:- رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ

1۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ہر جمعرات اور پیر کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، جلد 2 حدیث نمبر 2436-سنن نسائی، جلد 2 حدیث نمبر 2363)

2۔ آپ خاتم النبیین ﷺ ایام بیض کے (یعنی ہر ماہ کی چاند کی 15,14,13) کے روزے رکھا کرتے تھے۔ (سنن ابی داؤد، جلد 2 حدیث نمبر 2450-سنن نسائی، جلد 2 حدیث نمبر 2347- سنن ابن ماجہ، جلد 2 حدیث نمبر 1707-مشکوۃ المصابیح، جلد 1 حدیث نمبر 2071)

3۔ شعبان میں بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کثرت سے روزے رکھا کرتے تھے۔ (السلسلة الصحيحة، حدیث نمبر 2231-مسند احمد جلد 4 حدیث نمبر 3942)

ولایت اور اتباع سنت دونوں لازم و ملزوم ہیں کیونکہ ہر ولی کو اسوہ رسول خاتم النبیین ﷺ پر عمل پیرا ہو کر ہی ولایت ملتی ہے۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا "علم تصوف کا سنت رسول خاتم النبیین ﷺ سے گہرا تعلق ہے۔ اتباع سنت سے ہی ولی اپنی ولایت کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہی وہ کسوٹی ہے جس سے ولی اللہ پہچانا جاتا ہے"۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو سنت رسول خاتم النبیین ﷺ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

****

زکوٰۃ

زکوٰۃ ارکانِ اسلام میں سے تیسرا اہم رکن ہے۔ زکوٰۃ ایک اہم اسلامی عبادت ہے یہ سن 2ھ میں فرض ہوئی۔ زکوٰۃ مخصوص مال کا مخصوص شخص کو مالک بنانا ہے۔ ہر آزاد مسلمان، مکلف اور صاحبِ نصاب پر زکوٰۃ فرض ہے۔ اس میں ایک طرف زکوٰۃ دینے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور دوسری جانب غرباء اور مساکین کی حاجت پوری ہوتی ہے۔ جس سے معاشرتی امن وامان اور سکون کے فروغ میں مدد ملتی ہے۔

زکوٰۃ کے لفظی معنی پاکیزگی اور برکت ہے۔ کیونکہ زکوٰۃ دینے والا گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے اور اس کے ثواب میں اضافہ ہوتا ہے۔ مال پاک ہوجاتا ہے اس میں برکت پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے اس عمل کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ زکوٰۃ دینے والے کی ایمان واسلام میں صداقت کی علامت ہے۔ چونکہ زکوٰۃ ایک عبادت ہے لہٰذا دیگر عبادات نماز، روزہ اور حج کی طرح اس میں نیت کرنا ضروری ہے۔

زکوٰۃ کی فرضیت:- زکوٰۃ کے واجب ہونے کی چند شرائط ہیں جو کہ درج ذیل ہیں۔

1۔ مسلمان ہونا　2۔ بالغ ہونا　3۔ عقل رکھنا (پاگل نہ ہونا)　4۔ آزاد ہونا (غلام پر زکوٰۃ نہیں ہے)　5۔ مال بقدرِ نصاب اس کے پاس ہونا　6۔ نصاب کا (قرض) سے فارغ ہونا، یعنی اگر قرض ادا کرنے کے بعد مال نصاب کے اندر نہیں رہتا تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

منکرِ زکوٰۃ کافر ہے اور زکوٰۃ نہ دینے والا فاسق ہے اور قتل کا مستحق ہے اور زکوٰۃ کو تاخیر سے ادا کرنے والا گناہ گار اور مردود شہادت ہے (فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 170)

مالِ زکوٰۃ کن لوگوں پر خرچ کیا جائے:- زکوٰۃ کا مال درج ذیل لوگوں پر خرچ کیا جاسکتا ہے۔

1۔ فقیر　2۔ مسکین　3۔ عامل (یعنی حکومت اسلامیہ کی جانب سے زکوٰۃ وصول کرنے والا)　4۔ رقاب (یعنی غلام کی آزادی کے لیے)

5۔ غارم (یعنی قرض میں جکڑا ہوا)　6۔ فی سبیل اللہ　7۔ مسافر

زکوٰۃ نکالنے کا طریقہ:- ساڑھے سات تولے سونا اور 40 یا 52 تولے چاندی پر زکوٰۃ ہے۔ اب ان کی قیمت نکلوائی جائے گی اور پھر زکوٰۃ نکالنے کے لیے ضروری ہے کہ معلوم ہو کہ زکوٰۃ کتنے روپوں پر نکلتی ہے۔ زکوٰۃ 100 روپے پر اڑھائی روپے، ہزار روپے پر 25 روپے اور ہر پانچ ہزار پر 125 روپے (فتاویٰ عالمگیری)

چاندی کے اعتبار سے پورا سال گزر جانے پر ڈھائی روپے سینکڑہ یا 25 روپے فی ہزار زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے۔ یہ مال کا چالیسواں حصہ بنتا ہے۔ اب دیکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر کتنا کم فریضہ رکھا ہے اور یہ بھی ہمارے ہی کام آنے والا مال ہے یعنی اللہ تعالیٰ ہم سے ہماری ہی بہتری کے لیے خرچ کرواتا ہے۔

زکوٰۃ کس قسم کے مال پر ہے:- زکوٰۃ تین قسم کے مال پر ہے۔

1۔ ثمن (یعنی سونا چاندی اس پر ہر ملک کی کرنسی اور پرائز بانڈ بھی داخل ہیں)　2۔ مالِ تجارت

3۔ سائمہ: یعنی چرنے والے جانوروں پر (فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 174)

زکوٰۃ ادا کرنے کے متفرق مسائل:-

1۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت شرط ہے۔ نیت کے معنی ہیں کہ اگر کوئی پوچھے تو بلا تامل یہ بتاسکیں کہ یہ زکوٰۃ ہے (فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 170)

2۔ زکوٰۃ کفن دینے، مردے کے لیے قبر وغیرہ کا انتظام کرنے یا مسجد بنانے کے لیے استعمال نہیں کرسکتے۔ اگر ان کاموں میں خرچ کرنا ہے تو گھر کے کسی فرد کو مالک بنادیا جائے یعنی یہ کہہ کر مال دیا جائے کہ یہ رکھیں یہ زکوٰۃ ہے۔ اب وہ گھر کا فرد اس مال کا مالک ہوگیا اب وہ اس مال کو کفن دفن میں استعمال کرسکتا ہے۔ ایسے ہی اگر کسی کو حج یا عمرہ پر بھیجنا ہو تو اس گھر کے فرد کو زکوٰۃ کا مالک بنادیا جائے پھر وہ اس رقم سے چاہے حج ادا کرے یا عمرہ ادا کرے۔

کن لوگوں کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے:-

1۔ سید کو　2۔ بدمذہب ہو　3۔ مرتد کو　4۔ ان لوگوں کو جو خود زکوٰۃ ادا نہیں کرتے یعنی جن کے مسلک میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے پر اتفاق ہو جیسے ''شیعہ''۔

زکوٰۃ کے معنی نشوونما پانے اور پاک ہونے کے ہیں چونکہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے مال میں خیر وبرکت ہوتی ہے اور مال کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے اس لیے ایسا مال جو ظاہر اور باطن کی پاکیزگی کا ذریعہ بنتا ہے اسے زکوٰۃ کہتے ہیں۔ زکوٰۃ بھی نماز ہی کی طرح فرض ہے اس لیے قرآن پاک میں جگہ جگہ جہاں نماز کا ذکر ہے اس کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا

ذکر فرمایا ہے۔

قرآن پاک میں زکوٰۃ کا حکم:-

1۔ ترجمہ: ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رکوع کرو رکوع کرنے والوں کے ساتھ''۔(سورہ بقرہ، آیت نمبر 43)

2۔ ترجمہ ''بے شک اللہ تعالیٰ کی مساجد میں ان لوگوں کو صاحب اختیار ہونا چاہیے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں''۔(سورہ توبہ، آیت نمبر 18)

3۔ ترجمہ: ''نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کی رسی کو مضبوط تھام لو وہ ہی تمہارا مولا ہے اور وہ کتنا اچھا مولا اور کتنا اچھا رفیق ہے''۔(مددگار ہے)(سورہ الحج، آیت نمبر 78)

4۔ ترجمہ ''پس نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کے فرمانبردار رہو اور اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے''۔(سورہ مجادلہ، آیت نمبر 13)

5۔ ترجمہ: ''نماز پابندی سے ادا کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ کو اچھا قرض دو اور اپنے لیے جو بھلائی آگے بھیجو گے اسے اللہ کے پاس بہتر اور بڑے ثواب کے ساتھ پاؤ گے''۔(سورہ مزمل، آیت نمبر 20)

احادیث زکوٰۃ:- زکوٰۃ کی ادائیگی اور فرضیت کے متعلق ارشادات نبوی خاتم النبیین ﷺ حسب ذیل ہیں۔

1۔حدیث: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے "بے شک رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف بھیجا اور فرمایا تو ایک قوم 'اہل کتاب' کی طرف جانا اور ان کو اس بات کی گواہی کی طرف بلانا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر انہوں نے اس کو مان لیا تو ان کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں۔ اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کو خبر دینا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے۔ جو ان کے مالداروں سے لی جائے اور ان کے فقیروں میں تقسیم کی جائے"۔(بخاری شریف)

"اگر وہ اس کو مان لیں تو ان کے اچھے مال سے بچنا (یعنی درمیانی درجہ کا مال زکوٰۃ میں وصول کرنا) اور مظلوم کی بددعا سے بھی بچنا اس لیے کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان پردہ نہیں ہوتا"۔(ترمذی، نسائی)

2۔حدیث: حضرت عمرو بن شعیبؒ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا اور فرمایا" آگاہ رہو تم میں سے جو شخص کسی ایسے یتیم کا والی بنے جس کے پاس مال ہو، وہ اس مال سے تجارت کرے اور اس کو ویسے ہی نہ چھوڑے کہ اس کی زکوٰۃ کھا جائے"۔(ترمذی)

3۔حدیث: حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے مجھے ارشاد فرمایا" اپنے مال کی زکوٰۃ دے کہ وہ پاک کرنے والی ہے تجھے اور رشتہ داروں سے اچھا سلوک کیا کرو اور مساکین اور پڑوسی اور سائل کا حق پہچانو"۔ (مسند احمد)

4۔حدیث: حضرت عمارہ بن حزمؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا،" اللہ تعالیٰ نے اسلام میں چار چیزیں فرض کی ہیں جو ان میں سے تین ادا کرے وہ اسے کچھ کام نہ دیں گی (یعنی چاروں ادا کرنی ضروری ہیں) وہ چار چیزیں یہ ہیں، نماز، زکوٰۃ، ماہ رمضان کے روزے اور حج بیت اللہ"۔(مسند احمد)

5۔حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" نماز پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو اور جو زکوٰۃ نہیں دے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی"۔(طبرانی)

6۔حدیث: حضرت ابو درداؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" زکوٰۃ اسلام کا پل ہے"۔(طبرانی)

7۔حدیث: حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا" جو اللہ اور رسول خاتم النبیین ﷺ پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرے اور جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے وہ سچ بولے یا خاموش رہے اور جو اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ مہمان کا اکرام کرے"۔ (طبرانی)

8۔حدیث: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اس سے شر کو دور کر دیا"۔(حاکم مستدرک)

9۔حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جو شخص پانچوں نمازیں پابندی سے پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے، زکوٰۃ ادا کرے اور سات کبیرہ گناہ سے بچے اس کے لیے جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اسے کہا جائے گا کہ سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا"۔(نسائی)

(سات بڑے گناہ کبیرہ ''چوری، ڈاکہ، سود، شراب، زنا، قتل، ماں باپ کی نافرمانی، بغاوت)

10۔حدیث: ابوداؤد میں ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" زکوٰۃ ادا کر کے اپنے مال کو مضبوط قلعہ میں محفوظ کرلو اور بیماروں کا علاج صدقہ سے کرو اور مصیبت نازل ہونے پر دعا اور عاجزی سے مدد مانگو"۔(ابوداؤد)

فضائل زکوٰۃ:- قرآن اور سنت کے مطابق نماز کے بعد زکوٰۃ کا حکم ہے، زکوٰۃ کے گونا گوں فضائل درج ذیل ہیں۔

1۔ہدایت پانے والے:

ترجمہ:''مومنین کے لے ہدایت اور خوشخبری ہے، جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں'۔(سورہ نمل، آیت نمبر 2-3)

ترجمہ:'' اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور وہ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرا پس یہی لوگ ہدایت یافتہ ہوں گے''۔(سورہ توبہ، آیت نمبر 18)

2۔فلاح پانے والے:

ترجمہ:'' جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں وہ آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔ وہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں''۔(سورہ لقمان، آیت نمبر 4 اور 5)

ترجمہ:''تحقیق مومنین نے فلاح پائی، وہ لوگ جو اپنی نماز میں ڈرتے ہیں یعنی عاجزی کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بے ہودہ باتوں سے اعراض کرتے ہیں اور وہ لوگ جو زکوٰۃ دیتے ہیں'۔(سورہ مومنون، آیت نمبر 1-4)

3۔رحمت خداوندی کے مستحق

ترجمہ:'' اور میری رحمت ہر شے پر حاوی ہے، بس میں ان لوگوں کے لیے اسے لکھ لوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں''۔ سورہ اعراف، آیت نمبر 156

ترجمہ:''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے''۔ سورہ نور، آیت نمبر 56

4۔دنیا کے مال و دولت میں اضافے کا حصول

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کر بڑھاتا ہے، یعنی سود لینے والے کا مال آہستہ آہستہ ختم ہوتا رہتا ہے (بے برکتی کی وجہ سے) اور زکوٰۃ و صدقات دینے والوں کا مال بڑھتا رہتا ہے (برکت کی وجہ سے)''۔(سورہ بقرہ، آیت نمبر 276)

ترجمہ:''اور جو سود تم دیتے ہو تا کہ مال میں شامل ہو کر بڑھ جائے وہ اللہ کے نزدیک نہیں بڑھتا اور جو زکوٰۃ تم اللہ کی رضا کے لیے دیتے ہو یہ لوگ اپنے مال کو بڑھانے والے ہیں اور جو زکوٰۃ تم اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے ارادے سے دیتے ہو۔اس کے دینے والے ہی درحقیقت اپنے مال بڑھاتے ہیں''۔(سورہ روم، آیت نمبر 39)

5۔زکوٰۃ مال کی حفاظت کا ذریعہ

ترجمہ:''بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے اس میں سے ظاہراً یا پوشیدہ طور پر خرچ کرتے ہیں۔ان کو ایک ایسی تجارت کی امید ہے جس میں گھاٹا نہیں ہوگا۔اللہ تعالیٰ ان کو پورا پورا اجر دے گا اور اپنے فضل سے اور زیادہ دے گا بے شک وہ معاف کرنے والا اور بڑا ہی قدردان ہے"۔(سورہ فاطر، آیت نمبر 29-30)

6۔زکوٰۃ کا ادا کرنا مومنین کی نشانی ہے

ترجمہ:''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں نیکی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہی۔نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول (خاتم النبیین ﷺ) کی اطاعت کرتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ ضرور رحمت کرے گا۔بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور حکمت والا ہے''۔ (سورہ توبہ، آیت نمبر 71)

7۔زکوٰۃ دینے والے کے لیے غم اور خوف نہیں ہوگا ترجمہ:''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دیتے رہے۔ان کے لیئے ان کے

رب کے پاس بہت بڑا اجر ہے نہ ان کے لیے خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے''۔(سورہ البقرہ، آیت نمبر 277)

8۔زکوٰۃ دینے والا اجرِعظیم کا مستحق ہوگا: اجرعظیم سے مراد انعامات خداوندی ہے۔

ترجمہ:''اور جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لاتے ہی ہیں جن کو عنقریب (ہم) بہت بڑا اجر دیں گے''۔(سورہ النساء آیت نمبر 162)

9۔زکوٰۃ دینے والوں کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی دعا شامل حال ہوتی ہے: سورہ توبہ، آیت نمبر 103 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے

ترجمہ: ان کے مالوں سے خیرات لے لیجئے تا کہ وہ ان کو پاک وصاف کرے اور ان کے لیے دعا کریں، کیونکہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کی دعا ان کے لیے تسلی کا باعث اور اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے''۔

10۔زکوٰۃ دینے والا جنت کا مستحق ہوجاتا ہے۔

ترجمہ:''اور وہ لوگ جو زکوٰۃ دیتے ہیں، وہی لوگ وارث ہوں گے فردوس کے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔(سورہ مومنون، آیت نمبر-11-10،4)

11۔زکوٰۃ اللہ تعالیٰ سے دوستی کی علامت ہے: سورہ مائدہ، آیت نمبر 55 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ:''بے شک تمہارا دوست تو صرف اللہ اور اس کا رسول (خاتم النبیین ﷺ) ہی ہے اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں، زکوٰۃ دیتے ہیں اور رکوع کرتے ہیں''۔(عاجزی کرتے ہیں)

12۔زکوٰۃ نصرت خداوندی کا ذریعہ ہے۔

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ اس کی مدد ضرور کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب اور قوت والا ہے۔ وہ لوگ کہ اگر ہم انہیں زمین میں سیاحت دیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے اور امر بالمعروف کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے اور سارے امور کا انجام تو بس اللہ کے ہاتھ ہی میں ہے''۔(سورہ حج، آیت نمبر 41-40)

13۔زکوٰۃ دینے والوں سے جنگ کی ممانعت: سورہ توبہ، آیت نمبر 5 میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

ترجمہ:''اگر وہ توبہ کرلیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں تو ان کے راستے سے ہٹ جاؤ''۔

زکوٰۃ نہ دینے پر عذاب:- راہ حق میں دولت کو لٹانا مردانِ حق ہی کا خاصا ہے کیونکہ اپنی محبت سے کمائی ہوئی دولت کو دوسروں پر خرچ کرنا بڑے ہی دل گردے کا کام ہے۔ بخیل مال خرچ نہیں کرسکتا، یعنی بخل انسان کو مال خرچ کرنے سے روکتا ہے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ "دوزخ میں سب سے پہلے تین شخص جائیں گے۔ ان میں سے ایک وہ مال دار ہوگا جو اپنے مال میں سے اللہ تعالیٰ کا حق ادا نہیں کیا کرتا تھا، یعنی زکوٰۃ نہیں دیتا تھا"-(طبرانی)

1۔جہنم کا عذاب: سورہ آل عمران، آیت نمبر 8 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ:''اور وہ لوگ گمان نہ کریں جو بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے۔ ان کے لیے یہ بہت ہی بری چیز ہے۔ عنقریب قیامت کے دن ان کے گلے میں ان کا یہ مال طوق بنا کر پہنایا جائے گا جو انہوں نے راہ خدا میں خرچ نہ کیا تھا''۔

احادیث مبارکہ میں یہ مضمون حسب ذیل انداز میں بیان ہوا ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور اس نے اس کی زکوٰۃ ادا نہ کی تو اس کا یہ مال اس کے لیے گنجا سانپ بنایا جائے گا۔ جس کی آنکھوں میں دو سیاہ نقطے ہوں گے اور وہ سانپ قیامت کے دن اس کی گردن میں بطور طوق ڈال دیا جائے گا۔ پھر سانپ اس کے منہ کے دونوں کناروں کو یعنی باچھوں کو پکڑ لے گا، پھر کہے گا" میں تیرا مال ہوں، میں تیرا خزانہ ہوں" - پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے سورہ آل عمران، آیت نمبر 180 تلاوت فرمائی:

ترجمہ:''جو لوگ بخل کرتے ہیں وہ یہ گمان نہ کریں کہ جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے (اس میں سے زکوٰۃ نہ دیں) ان کے لیے یہ بہت ہی بری چیز ہے۔ عنقریب قیامت کے دن ان کا یہ مال ان کے گلے میں طوق بنا کر پہنا دیا جائے گا۔ یہ وہ مال ہوگا جو انہوں نے راہ خدا میں خرچ نہ کیا ہوگا''۔(سنن نسائی)

2۔آگ کا عذاب

سورہ الھُمَزَہ آیت 1 تا 9 میں فرمان الٰہی ہے:۔

ترجمہ:'' تباہی ہے اس شخص کے لیے جو عیب نکالنے والا، غیبت کرنے والا ہو اور طعنہ دینے والا ہو جس نے مال جمع کیا اور اسے گن گن کر رکھا۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال ہمیشہ اس کے پاس رہے گا۔ ہرگز نہیں وہ نیست و نابود کرنے والی آگ میں ڈال دیا جائے گا اور آپ کیا جانیں کہ '' حطمۃ'' کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آگ ہے جو دلوں پر چڑھتی جائے گی۔ بے شک وہ ان لوگوں پر بند کردی جائے گی اس طرح کے وہ لوگ لمبے لمبے آگ سے ستونوں میں گھرے ہوئے ہوں گے''۔

زکوٰۃ نہ دینے پر قیامت کے دن جو عذاب ہونا ہے وہ تو ہونا ہی ہے لیکن مرنے کے بعد برزخ میں بھی سخت عذاب ہے۔ جس کے متعلق ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے۔

تابعینؒ کی ایک جماعت حضرت ابی سنانؒ کی زیارت کے لیے آئی جب ان لوگوں کو وہاں بیٹھے ہوئے کچھ دیر ہوگئی تو جناب ابی سنانؒ نے کہا" میرا ایک ہمسایہ فوت ہوگیا ہے، چلو تعزیت کے لیے اس کے بھائی کے پاس چلتے ہیں" محمد بن یوسف الفریابیؒ کہتے ہیں" ہم آپ کے ساتھ روانہ ہوگئے اور اس کے بھائی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ بہت آہ و بکا کر رہا ہے۔ ہم نے اس کو بہت تسلیاں دیں صبر کی تلقین کی لیکن اس کی گریہ زاری میں کوئی فرق نہ پڑا"۔ آخر ہم نے کہا" ہم میں سے ہر شخص نے مرجانا ہے"۔ اس نے کہا" یہ ٹھیک ہے لیکن میں تو اپنے بھائی کے عذاب پر روتا ہوں"۔ ہم نے کہا" کیا اللہ تعالیٰ نے غیب سے تمہیں تمہارے بھائی پر عذاب کی خبر دی ہے"؟ کہنے لگا" نہیں بلکہ ہوا یوں کہ جب سب لوگ میرے بھائی کے دفن کے بعد چل دیئے تو میں بیٹھا رہا۔ میں نے اس کی قبر سے آواز سنی وہ کہہ رہا تھا کہ '' آہ وہ مجھے تنہا چھوڑ گئے اور میں عذاب میں مبتلا ہوں، میری نمازیں اور روزے کہاں گئے"؟ مجھ سے برداشت نہ ہوسکا میں نے اس کی قبر کھودنا شروع کردی تاکہ میں دیکھ سکوں کہ میرا بھائی کیسا ہے؟ جونہی قبر ذرا سی کھودی میں نے دیکھا کہ قبر آگ سے بھری ہوئی تھی اور اس کی گردن میں آگ کا طوق تھا۔ میں نے قبر کھودی اور دیوانہ وار آگے بڑھا اور اس آگ کے طوق کو اتارنا چاہا لیکن ہاتھ لگاتے ہی میرا ہاتھ انگلیوں سمیت جل گیا۔ ہم نے دیکھا اس کا ہاتھ واقعی پورا جل چکا تھا۔ اس نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا" میں نے قبر پر مٹی ڈالی اور واپس آگیا۔ اب اگر میں نہ روؤں تو اور کیا کروں"؟ ہم نے کہا" تیرے بھائی کا کوئی عمل ایسا تھا جس کے باعث تیرے خیال میں اس کو یہ سزا دی گئی ہے"۔ اُس نے کہا'' ہاں میں جانتا ہوں کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتا تھا''۔

3۔ عذاب الیم(دردناک عذاب):۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔(سورۃ توبہ، آیت نمبر 35-34)

ترجمہ:'' اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے ان کے لیے دردناک عذاب کی خبر ہے۔ اس سونے اور چاندی کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں، کروٹوں اور پیٹھوں کو داغا جائے گا (اور کہا جائے گا) یہ ہے تم نے جو اپنے لیے جمع کیا تھا۔ تو آج اپنے جمع کئے ہوئے کا مزہ چکھو"۔ قیامت کے پورے دن ان کو یہ عذاب ہوگا اور پھر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

4۔عذاب مہین(رسوا کرنے والا عذاب):۔ قرآن پاک سورہ النساء، آیت نمبر 37 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ:''بے شک اللہ تعالیٰ مال اور بڑائی پر فخر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا جو لوگ خود مال کو خرچ نہیں کرتے اور مال خرچ نہ کرنے کی تلقین کرتے ہیں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ ایسے منکرین فضل کے لیئے رسوا کرنے والا عذاب ہے''۔

رضائے الٰہی کی خاطر جو شخص اپنے مال کو خرچ نہیں کرتا۔ ماں باپ، بیوی اور اولاد کا نان نفقہ پورا نہیں کرتا، غریبوں کی مدد نہیں کرتا۔ مسکین، نادار اور پڑوسیوں کی حاجات کا خیال نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند نہیں کرتا اور آخرت میں ایسے لوگوں کو ذلت والا عذاب دیا جائے گا۔

5۔زکوٰۃ نہ دینے پر قارون کا انجام:۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں" قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی برادری میں سے تھا۔ ان کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس نے دنیاوی علوم میں بہت ترقی کر لی تھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حسد کیا کرتا تھا۔ جب حضرت موسیٰ ؑ نے اس سے زکوٰۃ دینے کو کہا تو اس نے خود بھی انکار کیا اور باقی لوگوں کو بھی کہا کہ" اور مانو، مانو موسیٰ ؑ کی باتوں کو، اللہ کو ایک مانو، اس کا شریک نہ کرو، اور اب مال اپنا اسے دے دو''۔ لوگوں نے کہا کہ" اب ہم کیا کریں؟ موسیٰ ؑ تو زکوٰۃ ادا کرنے پر زور دے رہے ہیں کوئی ترکیب بتاؤ"۔ اس نے کہا کہ" میں نے یہ سوچا ہے کہ ایک عورت کو اس بات پر راضی کریں کہ وہ موسیٰ علیہ السلام پر فحاشی کا الزام لگائے"۔ ایک عورت کو انعام واکرام دے کر راضی کرلیا گیا۔ پھر قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گیا اور کہا کہ" اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لیے جو احکامات آپ علیہ السلام کو دیئے ہیں وہ سب کو جمع کر کے سنا دیجئے"۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت خوش ہوئے۔ بنی اسرائیل پہلے ہی ایک بڑے میدان میں جمع ہو چکے تھے۔

حضرت موسیٰ ؑ آئے اور احکامات بتانے لگے۔انہوں نے کہنا شروع کیا ''مجھے اللہ نے یہ حکم دیا کہ صرف اس کی عبادت کی جائے ،کسی کو شریک نہ کیا جائے ،صلہ رحمی کی جائے اور بہت سے دوسرے احکام گنوائے اور پھر کہا کہ اگر کوئی بیوی والا زنا کرے تو اسے سنگسار کر دیا جائے''۔

اس پر لوگوں نے کہا کہ "اگر آپ خود زنا کریں"؟ آپ علیہ السلام نے کہا کہ "اگر میں بھی زنا کروں تو مجھے بھی سنگسار کر دیا جائے"۔لوگوں نے کہا کہ "آپ علیہ السلام نے ایسا کیا ہے"؟ حضرت موسیٰ ؑ حیران ہوئے۔لوگوں نے اس عورت کو کھڑا کر دیا کہ "بول بتا سب کے سامنے"۔حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے تو کچھ سمجھ نہ سکے آخر اس عورت سے کہا "بول تو کیا کہتی ہے؟ قسم کھا کر کہہ کہ تو سچی ہے"۔اس عورت نے کہا" آپ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ان لوگوں نے مجھے انعام کا لالچ دیا تھا اور میں ان لوگوں کے انعام کے لالچ میں آ گئی تھی"۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ سنا تو فوراً سجدے میں چلے گئے اور رونے لگے اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اے موسیٰ علیہ السلام بول کیا چاہتا ہے"؟'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اے اللہ تو زمین کو حکم فرما کہ اِن کو نگل جائے۔یہ لوگ فوراً زمین میں دھنسنے لگے۔یہ لوگ چیخنے لگے اور زور زور سے حضرت موسیٰ ؑ کو پکارنے لگے لیکن حضرت موسیٰ ؑ یہی کہتے رہے کہ "اے زمین تو ان کو لے لے"۔حتیٰ کہ تمام کے تمام لوگ زمین میں دھنس گئے۔اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد فرمایا ''اے موسیٰ ؑ وہ تجھ سے رو رو کر درخواست کر رہے تھے وہ تجھ سے معافی مانگ رہے تھے ،وہ تجھ سے عاجزی کر رہے تھے ،میری عزت کی قسم اگر وہ مجھے پکارتے تو میں ان کی دعا قبول کر لیتا''۔

6۔زکوٰۃ نہ دینے پر ثعلبہ کا انجام:- دورِ نبوی خاتم النبیین ﷺ میں ثعلبہ کے زکوٰۃ نہ دینے کا واقعہ بہت مشہور ہے۔حضرت ابوامامہ باہلی ؓ سے روایت ہے کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا، "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میرے لیے دعا فرمائیں کہ میں مال دار ہو جاؤں"،حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے ثعلبہ بربادی تیری ،تھوڑا مال جس کا شکر ادا کرتے رہیں ایسے بہت سے مال سے بہتر ہے جس کے شکر کرنے کی تو طاقت نہ رکھے''۔ثعلبہ نے دوبارہ عرض کیا" حضور خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ دعا فرمایئے"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے پھر سمجھایا اور کہا کہ " کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی مانند اپنا مال رکھے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں یہ چاہوں کہ میرے لیے یہ پہاڑ سونے ،چاندی کے ہو جائیں تو اللہ کے فضل سے یہ سونے کے ہو کر میرے ساتھ چلنے لگیں"۔ثعلبہ نے عرض کیا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر آپ خاتم النبیین ﷺ اللہ سے دعا کریں اور اللہ تعالیٰ مجھے مال عطا فرمائے تو میں ہر حق دار کو اس کا حق پہنچاؤں اور میں یوں کروں گا اور یوں کروں گا"۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اس کے لیے دعا فرمادی ''اے اللہ ثعلبہ کو مال عطا کر دے''۔

ابو امامہ ؓ کہتے ہیں پھر ثعلبہ نے کچھ بکریاں خریدیں اور اللہ کی شان کہ وہ کیڑوں کی طرح بڑھنے لگیں ،یہاں تک کہ مدینے میں اس کا رہنا دشوار ہو گیا اور مدینہ کے باہر وادی میں چلا گیا،ظہر اور عصر کی نماز جماعت سے آ کر پڑھتا اور باقی نمازوں میں جماعت چھوڑ دی۔البتہ جمعہ کے روز جماعت میں حاضر ہوتا۔اس کا مال اور بڑھ گیا پھر اتنی کثرت ہوئی کہ جنگل میں چلا گیا۔کوئی نماز جماعت سے نہ پڑھتا۔جمعہ کو حاضر ہو جاتا۔پھر آہستہ آہستہ جمعہ کی نماز بھی رہ گئی۔آنے والے لوگوں سے راہ میں ملتا اور مدینے کی خبریں دریافت کر لیتا۔ایک روز حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ثعلبہ کا کیا ہوا"؟ لوگوں نے عرض کیا"اے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ اس نے بکریاں پالیں ان کی کثرت سے پہلے جنگل میں گیا اور اب زیادہ ہو گئیں تو پہاڑوں کی طرف چلا گیا اور پھر جماعت کا چھوڑنا اور جمعہ کے چھوڑنے کے بارے میں بتایا"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے ثعلبہ خرابی ہے تیرے لیے''۔

اسی اثناء میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اور صدقات لینے کا حکم نازل فرمایا۔ (سورۃ توبہ،آیت نمبر 103)

تو رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے قوم جہینہ میں سے اور بنو سلیم میں سے ایک آدمی مقرر کیا اور دونوں کو مسلمانوں سے زکوٰۃ وصدقات لینے کی کیفیت لکھ دی اور ان کو کہا کہ ثعلبہ اور ایک اور ،''مرد اسلمی'' کے پاس بھی جانا اور ان دونوں سے زکوٰۃ لے کر آنا۔

یہ دونوں روانہ ہوئے ثعلبہ کے پاس آئے اور اس کو زکوٰۃ کے لیے کہا اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا فرمان پڑھ کر سنایا،اس نے کہا" زکوٰۃ کا مطلب اور کچھ نہیں یہ تو جزیہ ہے (یہ ڈنڈ ہے) اچھا تم اور جگہ پر جاؤ اور فارغ ہو کر میرے پاس سے ہوتے ہوئے جانا"۔یہ دونوں مرد اسلمی کے پاس جانے کے لیے روانہ ہوئے۔اس نے جب ان کے آنے اور (زکوٰۃ) صدقہ کے بارے میں سنا تو اپنے اونٹوں میں سے اچھے اچھے اونٹ صدقہ کے لیے چھانٹ لیے اور ان کو لے کر ان دونوں کا استقبال کیا۔ان عاملوں نے اونٹوں کو دیکھا تو کہا کہ "ایسے عمدہ اور اچھے اونٹ چھانٹ کر دینا تم پر واجب نہیں ہے اور ہم یہ نہیں لے کر جائیں گے "اس نے کہا"واجب نہ سہی لیکن یہ میرے دل کی خوشی ہے۔یہ سب میں نے زکوٰۃ ہی کے لیے نکالے ہیں"۔پھر انہوں نے یہ اونٹ لے لیے ،پھر ثعلبہ کے کہنے کے مطابق ہر طرف سے مال زکوٰۃ وصول

کرنے کے بعد یہ دونوں عامل دوبارہ ثعلبہ کے پاس گئے۔ثعلبہ نے کہا" لاؤ دکھاؤ فرمان تو دیکھوں۔ جب دیکھا اور اس کو پڑھا اور پڑھ کر کہا" یہ کچھ نہیں یہ جزیہ ہے یا یہ جزیہ کی بہن ہے (یہ ڈنڈ ہے بلکہ یہ تو ڈنڈ کا باپ ہے)۔اچھا اس وقت تم جاؤ میں اس بارے میں بعد میں غور کروں گا" ۔ وہ دونوں روانہ ہوکر رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ابھی ان دونوں نے کچھ بھی نہ کہا کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''بربادی ہے ثعلبہ کی اور مرد اسلمی کو جس نے اچھے اچھے اونٹ چھانٹ کر بخوشی دیئے تھے، دعا دی"۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ثعلبہ کی مذمت میں یہ آیت اتاری۔

ترجمہ: ''اور بعض ان میں وہ ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالی سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال عطا کرے تو ضرور ہم خیرات (زکوٰۃ) دیں گے اور صالحین میں سے ہوجائیں گے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں مال دیا تو بخل کیا اور اپنے عہد سے پھر گئے اور وہ منہ پھیرنے والے ہیں۔ اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے ملنے والے دن تک نفاق ڈال دیا کیونکہ انہوں نے اللہ سے کیے ہوئے وعدے کے خلاف ورزی کی اور بسبب اس کے کہ جھوٹ بولتے تھے کیا یہ نہیں جانتا کہ اللہ ان کا بھید اور مشورہ جانتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ غیبوں کا جاننے والا ہے''۔(سورہ توبہ آیت نمبر 78-75)

ثعلبہ نے مال سے از حد محبت کی اور اللہ تعالیٰ کا حکم آنے پر زکوٰۃ نہ دی اور اللہ تعالیٰ سے وعدہ خلافی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کو منافق قرار دیا اور ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''اور (منافقوں میں سے وہ شخص ہے (یعنی ثعلبہ) کہ اس نے اللہ تعالی سے عہد کیا (رسول خاتم النبیین ﷺ کو بیچ میں لے کر) یعنی گواہ کے طور پر رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو رکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے کثرت سے مال دیا تو ہم ضرور زکوٰۃ خیرات دیں گے اور ہم صالحین میں سے ہوجائیں گے''۔

(کیسا زبردست عہد کیا تھا ثعلبہ نے صدقہ، مقروضہ اور غیر مقروضہ ادا کرنے کا) پھر جب اللہ نے ان کو کثرت سے مال دیا تو مال میں بخل کر گیا اور کچھ بھی صدقہ نہ دیا منہ موڑ لیا اللہ کے حکم سے اور حال یہ ہے کہ وہ (منافق) لوگ منہ موڑنے والے ہیں۔ پھر وعدہ خلافی کی سزا میں ان کا نفاق ان کے دلوں میں بیٹھا دیا گیا۔ یہ نفاق کا اثر ان کے دلوں میں اس دن تک رہے گا جب تک کہ یہ اللہ تعالیٰ سے ملیں گے، یعنی تادم مرگ۔ یعنی نفاق پر مریں گے اور نفاق کی سزا پائیں گے۔

جب ثعلبہ کے بارے میں مندرجہ بالا آیت اتری تو اس وقت نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے پاس ثعلبہ کا ایک قریبی رشتہ دار بھی موجود تھا۔ یہ آیت سننے کے بعد وہ فوراً ثعلبہ کے پاس گیا اور کہا" تیرا ستیاناس ہو تیرے بارے میں یہ آیت اتری ہے۔ "یہ سن کر ثعلبہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں بہت سا مال لے کر حاضر ہوا کہ یہ قبول فرمائیں لیکن آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمادیا ہے"۔ پھر ثعلبہ نے اپنے سر پر خاک ڈالنی شروع کی، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اے ثعلبہ یہ سب تیرا ہی کیا ہوا ہے- یاد ہے میں نے تجھے کیا کہا تھا، تو نے میری بات نہ سنی اور میری اطاعت نہ کی''۔ اس کے بعد ثعلبہ واپس چلا گیا۔ پھر حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں اس کی زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے بعد وہ حضرت صدیق اکبرؓ کے زمانے میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا۔ انہوں نے اس کی زکوٰۃ قبول نہیں فرمائی۔ پھر ثعلبہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بھی زکوٰۃ کا مال لے کر حاضر ہوتا رہا ان لوگوں نے بھی یہی جواب دیا کہ " جس مال کو آپ خاتم النبیین ﷺ نے قبول نہیں کیا اس کو ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں"؟ غرض حضرت عثمانؓ کے دور میں وہ مر گیا۔ (مدارک، التوبۃ، تحت الآیۃ: ۷۵،ص ۴۴۶،ملتقطاً)

ثعلبہ کا واقعہ ہمارے لیے باعث عبرت ہے۔ ثعلبہ ایک اونچے درجے کا انصاری تھا۔ پانچوں نمازیں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی اقتدا میں پڑھا کرتا تھا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے درس سنتا اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی صحبت میں رہتا تھا۔ حتیٰ کہ اس کا نام ہی مسجد کی کبوتری پڑ گیا تھا۔ اس نے نہ قرآن کا انکار کیا۔ نہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی رسالت کا نہ اس نے اسلام کو ترک کیا۔ تمام باتیں اس میں بظاہر دوسرے مسلمانوں کی طرح تھیں۔ اس نے اللہ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ پورا نہ کیا۔ زکوٰۃ نہ دی۔ اس پر اسے منافق کہا گیا اور اس کا انجام بھی ہلاکت ہوا۔

عُشر:- زمین کی پیداوار سے زکوٰۃ نکالنے کو عُشر کہا جاتا ہے۔ عُشر سے مراد دسواں حصہ ہے۔

سورہ انعام آیت نمبر 141 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''اور وہی اللہ ہے جس نے پیدا کئے باغ کچھ زمین پر بچھے ہوئے اور کچھ نہ بچھے ہوئے اور کھجور اور کھیتی پیدا کی۔ جس میں رنگ رنگ کے کھانے ہیں اور زیتون اور انار پیدا کئے۔ جو کسی بات میں باہم ملتے ہیں اور کسی میں جدا جدا ہیں۔ کھاؤ ان کے پھل جب وہ پھل لائیں اور اس کا حق (زکوٰۃ) ادا کرو جس دن وہ کٹیں اور بے جا خرچ نہ کرو بلاشبہ اللہ بے جا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا''۔

مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ پیدوار کا عُشر نکالنا فرض ہے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے

ارشادات سے بھی اس بات کی تائید ہوئی ہے۔

1۔ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اہل یمن سے زکوٰۃ اور عُشر وغیرہ وصول کرنے پر مامور کیا تو حکم فرمایا" اس زمین کی زکوٰۃ جیسے آسمان سیراب کرے۔ جیسے بارش سال بھر میں ایک بار سیراب کرے عُشر ہے۔ اور جو رہٹ کے ذریعے (کنویں وغیرہ) سے پانی نکال کر سیراب کیا جائے نصف عُشر وصول کریں''۔ (ابن ماجہ)

عشر دسواں حصّہ اور نصف عُشر پانچواں حصّہ ہوتا ہے۔

2۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جس زمین کو آسمان یا چشموں نے سیراب کیا یا نہر کے پانی سے بلا معاوضہ سیراب کیا جاتا ہے اس میں عُشر ہے اور جس زمین کو جانور پر لاد کر پانی دیا جائے اس میں نصف عُشر ہے''۔ (مسلم)

مصارف زکوٰۃ:- اللہ تعالیٰ سورہ توبہ، آیت نمبر 60 میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: '' بلاشبہ مال زکوٰۃ وصدقہ، فقیروں اور مساکین کے لیے ہے اور ان کے لیے ہے جو زکوٰۃ وصول کرنے کے کام پر مقرر ہیں اور ان کے لیے جن کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔ اور گردن چھڑوانے کے لیے اور مقروض کے لیے اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور مسافروں کے لیے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور اللہ علم اور حکمت والا ہے''۔

مندرجہ بالا آیت قرآنی میں مذکور زکوٰۃ خیرات کے حقداروں کی تفصیل یہ ہے۔

1۔ فقیر

2۔ مسکین

3۔ عامل (زکوٰۃ تقسیم کرنے والے)

4۔ مؤلفتہ القلوب (دین کی طرف مائل کرنے کے لیے)

5۔ رقاب مکاتب (وہ غلام جو معین مال ادا کرنے کی شرط پر آزاد کیا گیا ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے)

6۔ غارم (یعنی قرضدار)

7۔ فی سبیل اللہ (جہاد اور اسلام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے۔ یا اگر حاجی حضرات کو کسی وجہ سے ضرورت پڑے)۔

8۔ ابن السبیل یعنی مسافر: ابن السبیل سے مراد ایسا مسافر ہے جس کا زادِ راہ ختم ہو گیا ہو تو ایسے مسافر پر زکوٰۃ کی رقم خرچ کرنا درست ہے۔

****

ایصال ثواب

قرآن پاک سے ایصال ثواب کا ثبوت:

(1)۔قرآن پاک سورہ حشر آیت نمبر 10 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"اور وہ جو اُن کے بعد آئے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لائے۔"

(2)۔سورہ ابراہیم، آیت نمبر 41 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام دعا فرماتے ہیں):"اے ہمارے رب (کریم) مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور سب ایمان والوں کو جس دن حساب قائم ہوگا"۔

(3)۔سورہ المؤمن آیت نمبر 7 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"وہ (فرشتے) جو عرش اٹھائے ہیں اور جو اس کے اردگرد ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اُس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اُس پر ایمان لاتے ہیں اور مسلمانوں کی مغفرت مانگتے ہیں"۔

(4)۔سورہ بنی اسرائیل، آیت 24 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ (بنی اسرائیل آیت 24)

ترجمہ:"اور کہہ دیجئے کہ اے میرے رب تو اِن دونوں پر (یعنی میرے ماں باپ پر) رحم فرما جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔"

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا:"تم میں سے جب کوئی فوت ہوجائے تو اسے روکے نہ رکھو۔ اُس کو قبر تک جلدی پہنچاؤ اور اُس کے سر کے پاس کھڑے ہوکر (بعد دفن) سورہ بقرہ کا شروع یعنی (الٓمّٓ سے مُفلحُون تک) اور پاؤں کے پاس سورہ بقرہ کا آخری حصہ پڑھو' (یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْن تک) (درمنشور جلد اول میں ص 70 (طبع جدید)، مجمع الزوائد جلد 3 ص 44، مشکوٰۃ جلد 1 حدیث نمبر 1717)

(5) قرآن مجید سورہ البقرہ آیت نمبر 215 میں ارشاد خداوندی ہے:۔" آپ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں؟ آپ خاتم النبیین ﷺ فرمائیں کہ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریبی رشتہ داروں اور یتیموں، محتاجوں اور راہ گیر کے لیے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ تعالیٰ اُسے جانتا ہے۔"

احادیث مبارکہ سے ایصال ثواب کا ثبوت:

(1)۔ **قبر کے پاس کھڑے ہوکر مغفرت کی دعا کرنا**۔حضرت عثمانؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:"نبی کریم خاتم النبیین ﷺ جب دفنانے سے فارغ ہوتے تو وہاں کچھ دیر ٹھہرتے اور فرماتے "اپنے بھائی کے لیے بخشش کی دعا کرو۔ اور اُس کے ثابت قدم رہنے کی دعا کرو کیونکہ اب اِس سے سوال کیا جائے گا۔"(مشکوٰۃ جلد 1 ص 26 حدیث نمبر 133۔سنن ابی داؤد جلد 3 حدیث نمبر 3221) ایسا کرنا سنت ہے۔

(2)۔ **اہل بقیع کی بخشش کے لیے دعا**۔حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ: رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا طریق مبارک یہ تھا کہ جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی میرے ہاں باری ہوتی تو آپ خاتم النبیین ﷺ رات کے وقت جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور وہاں جاکر فرماتے:

"اے مومن قوم کے گھر والو! تم پر سلام ہو۔تم سے جس چیز کا وعدہ تھا وہ تمہیں مل گئی۔ہمیں کل کی مہلت دی ہوئی ہے۔انشاءاللہ ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ پھر فرماتے "اے میرے اللہ بقیع والوں کی بخشش فرمادے"(مشکوٰۃ جلد 1 حدیث نمبر 1766۔سنن نسائی جلد 1 حدیث نمبر 2041)

(3)۔ **قبروں پر سبز ٹہنیوں کا رکھنا**۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں:۔"نبی کریم خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ یا مکہ مکرمہ کے کسی باغ میں سے گزرے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے دو انسانوں کی آواز سُنی۔جنہیں اُن کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ''ان دونوں قبروں میں عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑے گناہ پر نہیں''۔ پھر فرمایا ''ہاں البتہ بڑا گناہ ہے۔اِن میں سے ایک تو پیشاب کرتے ہوئے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلیاں کیا کرتا تھا''۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ منگوائی اور اُس کے دو ٹکڑے کئے۔ پھر ایک ایک قبر پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا۔ہم نے پوچھا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ایسا کیوں"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''امید ہے کہ جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہ ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف کی جائے گی''۔(بخاری جلد 1 ص 35 حدیث 216، سنن نسائی جلد 1 حدیث نمبر 2070)

(4)۔ **میت کا دعا کے لیے انتظار کرنا**۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:" قبر میں میت کی حالت اُس ڈوبنے

والے شخص کی طرح ہوتی ہے جو مدد طلب کرنے کے لیے لوگوں کو پکارتا ہے۔ وہ ماں باپ بھائی یا دوست کی طرف سے (قبر میں) دعا کا منتظر ہوتا ہے۔ پھر جب اُسے دُعا پہنچ جاتی ہے۔ تو وہ دعا اُسے دنیا اور دنیا کی تمام نعمتوں سے زیادہ پیاری ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو ثواب کے پہاڑ عطا فرماتا ہے۔ اور یقینا فوت شدہ لوگوں کے لیے زندوں کا بہترین تحفہ استغفار ہے"۔ (یعنی کچھ پڑھ کر اس کی مغفرت کی دعا کرنا) (مشکوٰۃ ج2 ح2355۔ کنز العمال حدیث 42971)

(5)۔ والدین کی وفات کے بعد اُن سے حُسنِ سلوک:۔ حضرت ابو اُسید ساعدیؓ سے روایت ہے کہ: "ہم لوگ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے ایک شخص جس کا تعلق بنوسلمہ قبیلے سے تھا آیا اور عرض کیا ''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا ماں باپ کے وصال کے بعد بھی ایسا کوئی موقعہ ہے کہ میں ان سے بھلائی اور حُسن سلوک کروں''؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا"ہاں" (وصال کے بعد)

1۔ اُن کی نماز جنازہ پڑھنا 2۔ اُن کے لیے مغفرت طلب کرنا 3۔ اُن کی وصیت اور اُن کے وعدوں کو پورا کرنا

4۔ وہ جو صلہ رحمی کرتے تھے اس کو جاری رکھو۔ 5۔ اُن کے دوستوں کا احترام کرنا"۔ (مشکوٰۃ ص420 حدیث نمبر 4936)

کیا یہ سچ نہیں کہ ماں باپ زندہ بھی ماں باپ ہوتے ہیں اور وصال کے بعد بھی ماں باپ ہی ہوتے ہیں۔ یہ بعد میں پتھر یا بت نہیں بن جاتے۔

(6)۔ فوت شدہ والدین کے لیے اولاد کی دعا:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"جب انسان مرجاتا ہے تو اُس کے اعمال کا سلسلہ کٹ جاتا ہے سوائے تین اعمال کے: 1۔ صدقہ جاریہ 2۔ ایسا علم جس سے لوگوں کو نفع پہنچتا رہے۔

3۔ یا وہ نیک اولاد جو اُس کے مرنے کے بعد اُس کے لیے دعا کرتی رہے"۔ (صحیح مسلم، حدیث نمبر 4223)

صدقہ جاریہ: صدقہ جاریہ سے مراد مسجدیں، مدرسے، کنویں، نہریں، ہسپتال، وقف کئے ہوئے باغ، مسافر خانے اور خیرات خانے ہیں۔

علم سے مراد: علم سے مراد دینی تصانیف، نیک شاگرد جن سے دینی کام جاری رہے۔

نیک اولاد: نیک اولاد سے مراد اچھے اعمال کرنے والی اولاد جو ماں باپ کے بعد اُن کی مغفرت کی دعا کرے۔ کیونکہ مرنے والا دعاؤں کا منتظر رہتا ہے۔

(مسند احمد جلد 6 حدیث نمبر 6312۔ مسلم جلد 4 حدیث نمبر 4223۔ نسائی جلد 2 حدیث 3681۔ ترمذی جلد 2 حدیث نمبر 1376)

(7)۔ فوت شدہ کے لیے پانی کا صدقہ جاریہ:۔ حسن کہتے ہیں کہ سیّدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوگیا، انہوں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا: "میری والدہ فوت ہوگئی ہے، کیا میں اس کی طرف سے صدقہ کرسکتا ہوں"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جی ہاں"۔ انہوں نے کہا: "تو پھر کونسا صدقہ افضل ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "پانی پلانا"۔ اس نے کہا: "مدینہ میں یہ آل سعد کی سبیل ہے"۔ (مسند احمد جلد 3 حدیث نمبر 3291)

(8)۔ پھلوں والے باغ کا صدقہ:۔ حضرت سعید بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ بعض غزوات میں نکلے۔ اُن کی والدہ محترمہ کے وصال کا وقت قریب پہنچ گیا کسی نے کہا"وصیت کرجاؤ"۔ انہوں نے کہا کِس چیز کی وصیت کرجاؤں؟۔ "سب مال سعد کا ہے" اور پھر سعد کی واپسی سے قبل اُن کا انتقال ہوگیا۔ حضرت سعدؓ آئے تو اُن سے اس کا تذکرہ کیا گیا۔ انھوں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا''یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا میں اپنی ماں کی طرف سے کچھ صدقہ کروں تو کیا میری ماں کو اِس کا نفع پہنچے گا''؟۔ تو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"ہاں" تو حضرت سعدؓ نے نام لے کر عرض کیا کہ''فلاں فلاں باغ اُن کی طرف سے صدقہ ہے''۔ (بخاری شریف، حدیث نمبر 2762، نسائی جلد 2 صفحہ 3680)

(9)۔ والدین کے فوت ہونے کے بعد اُن کی طرف سے حج:۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ: ایک عورت نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی۔ لیکن وہ حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگئیں۔ کیا میں اُن کی طرف سے حج کروں؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''بھلا تو بتا تو سہی کہ اگر تیری والدہ پر کچھ قرض ہوتا تو وہ قرض ادا کرتی''؟ اُس نے عرض کیا''بے شک میں ادا کرتی''۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''پھر اللہ کا بھی قرض ادا کرو''۔ یعنی اُس کا قرض ادا کرنا تو اور زیادہ ضروری ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر 1852، سنن ابی داؤد جلد 3 حدیث نمبر 3310)

(10)۔ ماں باپ کی قبر پر جمعہ کو زیارت کے لیے حاضر ہونا:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا"جو شخص اپنے ماں باپ یا اُن میں سے کسی ایک کی قبر پر جمعۃ المبارک کو زیارت کے لیے حاضر ہوگا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دے گا۔ اور اُس کو ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک

کرنے والا لکھا جائے گا"۔ (درمنثور جلد 5 صفحہ 267)

(11)۔ وصال شدہ والدین کے لیے دعا کرنے والا نافرمان بیٹا:۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ: " کسی شخص کے ماں باپ یا دونوں میں سے کوئی ایک فوت ہو جاتا ہے اور وہ اُن کو ستانے والا نافرمان ہوتا ہے۔ لیکن اُن کے لیے دعا اور استغفار کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کے اللہ تبارک تعالیٰ اُسے حسن سلوک کرنے والوں میں لکھ دیتا ہے"۔ (مشکوٰۃ ص 421 جلد 3 حدیث نمبر 4942۔ البیہقی فی شعب الایمان حدیث نمبر 7902)

(12)۔ میت کے سبب سے زندوں کو نفع:۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو فرماتے ہوئے سُنا: "جو شخص جنازے میں نماز ہونے تک شریک رہا اُس کو ایک قیراط ثواب ملے گا اور جو دفن تک شریک رہا اُس کو دو قیراط ملیں گے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ دو قیراط کتنے ہوتے ہیں آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" دو عظیم پہاڑوں کے برابر"۔ (بخاری حدیث نمبر 1325، مسند احمد حدیث نمبر 3133

(13)۔ اپنی نیکی فوت شدہ کو بخشنا:۔ شیخ ابو یزید قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ سُنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اُس کو دوزخ کی آگ سے نجات مل جائے گی۔ میں نے سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کے لیے پڑھا۔ اور کئی نصاب خود اپنے لیے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا۔ جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے جنت اور دوزخ کا بھی اس کو کشف ہوتا ہے۔ مجھے اِس بات پر یقین نہ آتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا۔ دفعتاً اس نے ایک چیخ ماری اور اُس کا سانس پھولنے لگا اور کہا" میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے" حضرت قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اُس کی گھبراہٹ کو دیکھا اور مجھے خیال آیا کہ ایک نصاب اُس کی ماں کو بخش دوں۔ چنانچہ میں نے ایک نصاب ستر ہزار کا اُس کی ماں کو بخش دیا۔ یہ نصاب میں نے اپنے دل میں چپکے سے بخشا تھا۔ اور میرے اس پڑھنے کی خبر بھی اللہ کے سوا کسی کو نہ تھی مگر وہ نوجوان فوراً ہی کہنے لگا" میری ماں دوزخ کے عذاب سے ہٹا دی گئی ہے''۔ حضرت قرطبیؒ کہتے ہیں'' مجھے اس قصہ سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک تو ستر ہزار کے نصاب کی برکت کا یقین ہو گیا اور دوسرے اُس نوجوان کی سچائی کا یقین ہو گیا''۔ (فضائل ذکر از محمد زکریا صاحب دیوبندی)

(14)۔ فوت شدہ کو کلمہ شریف کا ثواب بخشنا:۔ نقل ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا۔ آپؒ نے سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ اُس نے کہا 'میں اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھ رہا ہوں'۔ حضرت جنید بغدادیؒ نے ایک لاکھ یا پچھتر ہزار بار کلمہ طیبہ ایک نصاب اپنے جی ہی جی میں مرید کی ماں کو بخش دیا۔ بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ نوجوان ہشاش بشاش ہو گیا۔ آپؒ نے سبب پوچھا تو اُس نے عرض کیا'' اب میں اپنی ماں کو جنت میں دیکھتا ہوں''۔ سو آپ نے اِس پر یہ فرمایا کہ'' اُس نوجوان کے مکاشفہ کی صحت تو مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اُس کے مکاشفہ سے ہو گئی"۔ (تحزیر الناس ص 44 از قاسم نانوتوی بانی دیوبند)

ایک اعتراض اور اس کا جواب:۔ اگر کامیابی حاصل کرنا ہے تو ایمان والا بننا پڑے گا قرآن پاک نے سورۃ النجم آیت نمبر 39 میں صاف الفاظ میں فرما دیا ہے:

لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ

ترجمہ:'' انسان کو اس کی سعی و کوشش ہی کام دے گی''۔

کسی دوسرے کی سعی کام نہ آئے گی۔ لیکن اس کے برخلاف حدیث شریف میں آتا ہے کہ اگر ثواب دوسروں کو پہنچایا جائے تو ثواب دوسروں کو پہنچ جاتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک کی سعی دوسرے کے کام آتی ہے۔ اس طرح حدیث و قرآن میں تعارض واقع ہوا ہے۔ مفتی عزیز الرحمن صاحب جو ایک خدا ترس عالم تھے۔ انہوں نے ایک مرتبہ بیان فرمایا کہ میں نے جلالین میں قرآن کی یہ آیت پڑھی اور حدیث کی ایک کتاب میں ایصال ثواب کی یہ حدیث دیکھی، دونوں میں تعارض نظر آیا بہت سوچا، کتابیں دیکھی لیکن کسی طرح اس کا حل سمجھ نہ آسکا۔

رات کو سونے کیلئے گھر گیا اور سونے کے لیے لیٹ گیا لیکن معاً یہ خیال آیا کہ اگر رات کو موت آگئی تو دو صورتوں سے ایک یقینی ہے یا تو حدیث کا انکار لازم آتا ہے یا پھر قرآن کا اور ان دو صورتوں میں ایمان کی سلامتی نہیں یہ خیال آتے ہی بستر سے اٹھا مولانا گنگوہیؒ جو کہ ضعیف ہو چکے تھے، بینائی جا چکی تھی ان کے پاس پہنچا وہ اس وقت وضو فرما رہے تھے، فرمایا کہ'' کیوں آئے؟'' میں نے عرض کیا کہ'' اس آیت اور حدیث میں تعارض واقع ہو گیا ہے اور اس کا حل سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ اسی وجہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوں''۔ مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا'' قرآن کی اس آیت لَّيۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰىۙ'' سے نفس ایمان مراد ہے یعنی اگر کوئی شخص ایمان نہیں لائے تو کسی دوسرے کا ایمان اس کا کام نہیں آئے گا اور حدیث سے مراد عمل ہے، ایمان کسی کو نہیں بخشا جا سکتا، عمل بخشا جا سکتا ہے۔

****

حج

حج ارکان اسلام کا پانچواں اہم رکن ہے۔ حج 9 ہجری میں فتح مکہ کے بعد فرض ہوا۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے دین واسلام کو ایک محل سے تشبیہ دی ہے جس کے پانچ ستون ہیں 1) کلمہ طیبہ 2) نماز 3) روزہ 4) زکوٰۃ 5) حج ----- حج عظیم ترین عبادت اور اللہ کے نیک بندوں کا شعار ہے احادیث کے مطابق تمام انبیاء اکرامؑ نے حج کیا ہے۔ قرآن مجید میں ہر صاحب استطاعت پر حج فرض ہے حج کرنے سے فریضہ کی ادائیگی اور ثواب ملتا ہے اور اس کو ترک کرنے پر گناہ ہے۔
حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اگر کوئی شخص صاحب استطاعت ہونے کے باوجود حج نہیں کرتا تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر مرے"۔ (مشکوۃ، ترمذی)

حج کی تعریف:۔ حج مقررمہینوں میں، مقرر ایام کے اندر، مقرر عبادات کرنے کا نام ہے۔ نبی کریم نے فرمایا "حج وقوف عرفہ کا نام ہے"۔ (سنن نسائی، جامع ترمذی)
اسلئے وقوف عرفات کو حج کا رکن اعظم کہتے ہیں جس کے بغیر حج نہیں۔
قرآن مجید میں سورہ البقرہ، آیت نمبر 197 میں ارشاد خداوندی ہے: اَلحَجُّ اَشھُرٌ مَّعلُومٰتٌ فَمَن فَرَضَ فِیھِنَّ الحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ وَلَا جِدَالَ فِی الحَجِّ وَمَا تَفعَلُوا مِن خَیرٍ یَّعلَمہُ اللّٰہُ وَتَزَوَّدُوا فَاِنَّ خَیرَ الزَّادِ التَّقوٰی وَاتَّقُونِ یٰاُولِی الاَلبَابِ
ترجمہ: "حج کے مہینہ جانے ہوئے ہیں (یعنی یکم شوال سے 10 ذی الحج تک) تو جو شخص ان ایام میں حج کی نیت کرے (حج کا احرام باندھے) تو پھر نہ کوئی فحش بات کرے، اور نہ حکم عدولی درست ہے، اور نہ ہی کسی قسم کا جھگڑا کرے۔ (اس کو چاہئے کہ ہر وقت نیک کام میں لگا رہے) اور جو کوئی نیک کام کیا جائے گا اللہ اسے جانتا ہے اور زادِ راہ ساتھ لے۔ لو بے شک سب سے بہتر زادِ راہ، تقوی ہے اور اے عقل والو! ہر وقت مجھ سے ڈرتے رہو"۔
حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا": جس نے اللہ کی رضا کے لئے حج کیا اور اس طرح کہ اس حج میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات نہ ہو) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی نہ ہو، اللہ کا ہر حکم مانا جائے) تو وہ گناہوں سے پاک ہو کر ایسا لوٹا جیسے اُس دن کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا"۔ (بخاری، کتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، ۱/ ۵۱۲، حدیث: ۱۵۲۱)

حج اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب استطاعت، عاقل بالغ اور تندرست مسلمان مرد اور عورت پر زندگی میں ایک مرتبہ فرض قرار دیا ہے۔ حج ایک جامع عبادت ہے۔
مقامات مقدسہ:۔ خانہ کعبہ یا بیت اللہ شریف: یہ اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جس کا طواف کیا جاتا ہے یہ ایک بڑی مسجد میں واقع ہے جسے مسجد الحرام کہتے ہیں۔

بیت اللہ شریف کے مختلف کونوں کے نام:۔

1) رکن یمانی (جنوب مغربی کونا ہے جو یمن کی سمت میں واقع ہے)۔
2) رکن عراقی (شمال مشرقی عراق کی سمت کا کونا ہے)۔
3) رکن شامی (شمال مغربی شمال کی سمت کا کونا ہے)۔
4) رکن حجرہ اسود (جنوب مشرقی کونا)۔

حجر اسود:۔ حجر اسود سیاہ رنگ کا جنتی پتھر ہے یہ بیت اللہ شریف کے جنوب مشرقی کونے میں نصب ہے۔ حجرِ اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک ہے جسے سیدنا آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے اور تعمیر بیت اللہ کے وقت ایک گوشہ میں نصب فرمایا تھا۔
طوفانِ نوحؑ میں آدمؑ کا تعمیر کردہ بیت اللہ آسمانوں پر اُٹھائے جاتے وقت اس متبرک پتھر کو شکمِ جبلِ ابی قبیس (پہاڑ ابی قبیس کے اندر) میں امانت رکھ دیا گیا تھا، پھر تعمیر ابراہیمی کے وقت جبرئیلؑ نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا ابراہیم خلیل اللہؑ کی خدمتِ عالیہ میں پیش کر دیا تھا، اس طرح اُسے پھر اسی جگہ کی زینت بنا دیا گیا جہاں پہلے رونق افروز تھا۔ (تفسیر قرطبی)

ملتزم:۔ بیت اللہ کا وہ حصہ جو حجر اسود اور بیت اللہ شریف کے دروازے کے درمیان ہے اس مقام پر دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

مقام ابراہیم:۔ بیت اللہ شریف کے دروازے کے سامنے ایک شیشے کا گلوب رکھا ہوا ہے۔ جس کے اندر چاندی کے طشت سے ڈھکا ہوا ایک پتھر ہے اس پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں مبارک کے نقش ثبت ہیں جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ شریف کی تعمیر فرمائی تھی۔ اس جگہ کو مقام ابراہیم کہا جاتا ہے۔ طواف مکمل کرنے کے بعد یہاں نفل پڑھنے کا حکم ہے لیکن مطاف میں رش کی وجہ سے پیچھے جا کر نفل پڑھ لینا بہتر ہے۔

میزاب رحمت:- یہ بیت اللہ شریف کی چھت کا پرنالہ ہے۔

حطیم شریف:- جو بیت اللہ شریف کا ہی حصہ ہے جو کسی زمانے میں بننے سے رہ گیا تھا۔اَب یہاں نفل ادا کئے جاتے ہَیں طواف اِس کے باہر سے کیا جاتا۔اس میں خانہ کعبہ کی چھت کا پانی میزاب رحمت سے نیچے آتا ہے۔

احرام کیا ہے؟:- احرام وہ لباس ہے جس کو پہن کر حج کیا جاتا ہے-مرد کے لئے احرام دو چادریں بغیر سلی اور عورت کے لئے اس کا لباس ہی احرام ہے۔

احرام کی پابندیاں:- 1-احرام کی حالت میں نہ فحش گوئی کرنی ہے- 2-نہ اللہ کے احکامات سے روگردانی کرنی ہے- 3-نہ جھگڑا کرنا ہے-
4-احرام کی حالت میں نہ شکار کر سکتے ہیں نہ شکاریوں کی مدد کر سکتے ہیں۔ناخن تراشنا،بال کاٹنا،خوشبو لگانا،سلا ہوا کپڑا پہننا،موزے پہننا،چہرہ ڈھانپنا،بوس وکنار کرنا،ازدواجی تعلقات قائم کرنا منع ہے۔اگر حج کرنا ہے تو جب ذوالحج کا چاند نظر آجائے تو ہرگز ناخن یا بال وغیرہ نہ کاٹیں یہاں تک کہ حج مکمل کرلیں---یعنی جب تک قربانی نہ ہوجائے بال یا ناخن نہ کاٹیں-

احرام باندھنے والوں کے لئے ایک اہم ہدایت:- اکثر حجاج احرام باندھنے کے بعد دایاں کندھا اور بازوں ننگا کر لیتے ہیں اور سعی بھی اسی حالت میں کرتے ہیں یہ غلط ہے۔کندھا اور بازو ننگا رکھنے کا عمل صرف طواف کے سات چکروں تک محدود ہے اس کے بعد کندھا اور بازو ڈھانپ کر واجب الطواف کے نفل ادا کریں۔نماز میں دونوں کندھوں کا ڈھانپنا انتہائی ضروری ہے۔

عمرہ کرنے کے ضروری احکامات:- جو مرد یا عورت عمرہ کرنے کے لئے روانہ ہوں ان کے لئے مندرجہ ذیل کام ضروری ہَیں۔

عمرہ میں دو فرض اور دو واجب ہیں۔

فرض اور واجب میں فرق:- فرض اسے کہتے ہیں جو کسی قطعی دلیل مثلاً قرآن کریم کی کسی واضح آیت یا متواتر حدیث سے ثابت ہو-فرض کا منکر کافر ہوجاتا ہے- جبکہ واجب ظنی (یعنی شبہ والی) دلیل سے ثابت شدہ عمل کو کہتے ہیں-واجب کا منکر کافر نہیں ہوتا لیکن گناہ گار ہوجاتا ہے اور عذاب کا مستحق بھی ہوگا-اس لئے واجب کو بھی عملاً فرض کی طرح ادا کیا جاتا ہے-

1) پہلا فرض: میقات یا میقات سے پہلے عمرہ کا احرام باندھنا (احرام باندھنا عمرہ کی لازمی شرط ہے۔)
غسل کرنے اور احرام باندھنے کے بعد دو رکعت نماز نفل برائے واجب الاحرام کے پڑھیں-(جس میں پہلی رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الکافرون اور دوسری رکعت میں سورۃ الفاتحہ کے بعد سورۃ الاخلاص پڑھیں-)-----اور پھر عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنا۔

عمرہ کرنے کی نیت:- یا اللہ نیت کی میں نے عمرہ کی،اس کو پورا کرنا۔اس کو میرے لئے آسان کرنا اور اس کو قبول کرنا اور اس کے طفیل مجھے دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمانا۔نیت کے بعد تین بار درود ابراہیمی اور تین بار تلبیہ پڑھنا۔

تلبیہ:- لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمت لک و الملک لا شریک لک۔

ترجمہ: میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں۔بے شک تمام تعریفیں اور نعمتیں تیرے لئے ہی ہیں اور ملک بھی تیرا ہے (بادشاہی تیری ہے) تیرا کوئی شریک نہیں۔

نوٹ: اگر دو رکعت نفل پڑھنے کا موقع نہ ملے یا وقت مکروہ ہو یا نماز کی جگہ نہ ہو تو احرام باندھنے کے بعد ہی عمرہ کی نیت کر کے تلبیہ پڑھ لیں۔احرام کے دو نفل ادا کرنا فرض یا واجب نہیں ہے سنت ہے۔

2) دوسرا فرض: مکہ مکرمہ پہنچ کر بیت اللہ کا طواف کرنا۔

1) پہلا واجب: صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

2) دوسرا واجب: حلق یا قصر یعنی سعی سے فارغ ہونے کے بعد سر کے بال منڈوانا یا کٹوانا۔

عمرہ کی ادائیگی کا طریقہ:- مکہ مکرمہ پہنچ کر وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر تلبیہ پڑھتے ہوئے مسجد الحرام کی طرف روانہ ہو جائیں۔خانہ کعبہ (باہر کی عمارت) دیکھتے ہی

تیسرا کلمہ پڑھیں۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت بھی کر لیں خانہ کعبہ پر پہلی نگاہ پڑے تو دعا کریں' الٰہی مجھے مستجاب الدعا بنا دے۔ (یعنی جو دعا میں کروں وہ قبول فرما) پھر اپنی دعا کریں۔ بیت اللہ پر پہلی نگاہ پڑتے ہی جو دعا مانگی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ مطاف میں اترتے وقت تلبیہ ختم کر دیں اور نیت طواف کی کریں۔ "یا اللہ نیت کی میں نے طواف کی اس کو میرے لئے آسان کرنا۔ اس کو پورا کروانا اور اس کو قبول فرما کر مجھے دین ودنیا میں عافیت نصیب کرنا"۔

اس کے بعد حجر اسود کے سامنے ہو کر دونوں ہاتھ سینے تک اٹھائیں اس طرح کہ دونوں ہتھیلیاں کعبۃ اللہ کی طرف ہوں پھر کہیں: **بسم اللہ اللہ اکبر و للہ الحمد**

ترجمہ: "اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں۔ اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں"۔

پھر ہتھیلیوں کو بوسہ دے (اسے استلام کہتے ہیں یہ بوسہ کا بدل ہے)

اس کے بعد طواف شروع کریں مرد طواف کے پہلے تین چکر میں رمل کریں گے یعنی (قریب قریب قدم رکھ کر قدرے تیزی سے چلیں) یہ سنت ہے۔ آخری چار چکروں میں رمل نہیں ہوگا۔ عورت رمل نہیں کرے گی۔ اب کعبہ شریف کے دروازے سے آگے بڑھ کر حطیم کو طواف میں شامل کرتے ہوئے کعبہ شریف کی پشت سے گزر کر رکن یمانی پر پہنچیں تو اس کو دونوں ہاتھ یا صرف دایاں ہاتھ لگائیں اور کہیں "بسم اللہِ اللہُ اکبر"۔ اب ہاتھ نہیں چومنا۔ پھر وہاں سے آگے رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنیا حَسَنَۃً وَّفِی الاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھتے ہوئے حجر اسود تک پہنچیں اب طواف کا ایک چکر مکمل ہوا اب دوسرے چکر کے لئے پھر اسی طرح خانہ کعبہ کے سامنے حجر اسود کا استلام کرتے ہوئے

"بسم اللہ اللہُ اکبر و للہ الحمد" کہیں اور دوسرا چکر بھی اسی طرح مکمل کریں۔ اسی طرح سات چکر مکمل کرنے کے بعد پھر آٹھواں استلام کریں۔

طواف سے فارغ ہوتے ہی دونوں کندھے ڈھانپ لیں۔ پھر مطاف میں جہاں جگہ ملے دو رکعت واجب الطواف کے ادا کریں۔ پھر آب زمزم پیئیں۔ پھر حجر اسود کا استلام کریں یہ سنت موکدہ ہے۔ اس کے بعد صفا پر پہنچ جائیں وہاں پہنچ کر نواں اسلام کریں (یہ سنت موکدہ ہے)۔ اور پھر سعی کی نیت کریں۔

نیت: اے اللہ نیت کی میں نے صفا و مروہ پر سعی کی یا اللہ اس کو میرے لئے آسان کرنا اس کو پورا کروانا اور اس کو قبول فرمانا اور مجھے دین ودنیا کی عافیت نصیب فرمانا آمین۔ اس کے بعد کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کریں دعا کی طرح ہاتھ اٹھائیں اور پڑھیں،

سبحان اللہ و الحمدُ للہِ و لا الٰہ الا اللہُ وَ اللہُ اکبر o اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاَ اِلٰہ اللہُ و اللہ اکبر اللہُ اکبر و للہِ الحمد o

پھر اپنے دونوں ہاتھوں کو چہرہ پر مل لیں پھر صفا سے مروہ کی طرف منہ کر کے چکر شروع کریں۔ سبز لائٹ کے درمیان مردوں کے لئے تیز چلنا مسنون ہے سبز لائٹ کے درمیان یہ دعا پڑھیں، رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ رَّاحِمِیْن o ترجمہ: اے اللہ معاف کر دے اور رحم فرما تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

پھر جب مروہ پر پہنچ جائیں۔ مروہ پر پہنچ کر ایک چکر ہو گیا تو وہاں بھی خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے توحید و تکبیر،

سبحان اللہ و الحمدُ للہِ و لا الٰہ الا اللہُ وَ اللہُ اکبر o اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاَ اِلٰہ اللہُ و اللہ اکبر و للہِ الحمد o

چکر کے دوران تیسرا کلمہ، چوتھا کلمہ، درود شریف کے علاوہ جو دعائیں چاہیں کر سکتے ہیں صفا پر پہنچ کر دو چکر ہو گئے۔ اب صفا پر پہنچ کر قبلہ رخ ہو کر پھر سے توحید و تکبیر پڑھیں اور تیسرا چکر صفا سے مروہ کی طرف کریں اس طرح سات چکر کرنے میں صفا سے شروع کر کے مروہ پہ سات چکر پورے ہوں گے۔

نوٹ: بعض لوگ صفا مروہ کے درمیان 14 مرتبہ آنے جانے کو مکمل سعی کہتے ہیں یہ غلط ہے صرف سات مرتبہ ان دونوں کے درمیان گزر جانے سے سعی مکمل ہو جاتی ہے صفا و مروہ کی سعی مکمل کرنے کے بعد مرد حضرات حجام کی دکان پہ جا کے پورے سر کا حلق کروائیں (یعنی پورے سر کے بال منڈوائیں) یا قصر کروائیں یعنی پورے سر کے بال ایک انگلی کے پوروے کے برابر کٹوائیں۔ حلق قصر سے بہتر ہے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حلق کروانے والے کی بخشش کے لئے تین مرتبہ اور قصر کروانے والے کی بخشش کے لئے ایک مرتبہ دعا فرمائی ہے۔ البتہ عورتوں کا سر منڈوانا حرام ہے وہ سر کے بالوں کی آخری لٹ ایک پوروے کے برابر کٹوا دیں (اس سے جس نے اپنا عمرہ مکمل کر کے بال کٹوا لئے ہوں)۔

نوٹ: سعی کے لئے جانے سے پہلے حجرہ اسود کا نواں استلام کرنا سنت موکدہ ہے۔

حج کی اقسام:- حج کی تین اقسام ہیں: 1) حجِ قران 2) حجِ افراد 3) حجِ تمتع

1) حجِ قران:- حج اور عمرہ ایک ہی احرام کے ساتھ دونوں کو ملا کر کیا جائے یعنی حج اور عمرہ دونوں کی اکھٹی نیت کر کے پہلے عمرہ اور پھر حج بغیر احرام کے کھولے ہوئے کیا جائے۔

2) حج افراد:- ایسا حج جس میں حج کی نیت سے احرام پہن کر صرف حج ہی کیا جائے۔

3) حج تمتع:- حج کے ساتھ عمرہ کا فائدہ اٹھانا یعنی حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کیا جائے اور عمرہ کرنے کے بعد احرام کھول دیا جائے پھر حج کے دنوں میں حج کا احرام باندھ کر مقررہ ایام میں حج کیا جائے (آفاقی لوگ) یعنی دور دراز سے آنے والے لوگ حج تمتع کی ہی نیت کرتے ہیں۔

فرائض حج:- حج کے تین فرض ہیں۔ 1) احرام باندھنا 2) وقوف عرفات 3) طواف زیارت

ان تینوں میں سے کوئی چھوٹ جائے تو حج نہ ہوگا اور دم دینے سے بھی ان کی تلافی نہ ہوگی۔ (یعنی اِس کا کوئی کفارہ نہیں ہے)

واجبات حج:- حج کے چھ واجبات ہیں۔

1) مزدلفہ میں وقوف (صبح فجر کی نماز سے لے کر طلوع آفتاب تک ٹھہرنا)
2) رمی جمار یعنی تینوں شیطانوں پر کنکریاں مارنا
3) قربانی کرنا۔ ایام حج رات میں منیٰ میں قیام کرنا
4) حلق یا قصر کروانا (بال کٹوانا)
5) طواف زیارہ کرنا -- صفا و مروہ کی سعی کرنا۔
6) طواف وداع کرنا (اپنے ملک آنے سے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرنا)

مندرجہ بالا تمام چیزوں میں سے اگر کوئی بات رہ جائے تو حج ہو جائے گا مگر اسکا کفارہ لازم ہوگا۔ (دم دیا جائے گا۔ جو کے ایک بکرا مکہ میں ہی صدقہ کرنا ہوگا)

حج کی سنتیں:-

1) افراد آفاقی اور حج قِران کرنے والوں کو طواف قدوم کرنا
2) 8 ذی الحج کی صبح کو منیٰ کے لئے روانہ ہونا اور وہاں پانچ نمازیں پڑھنا
3) طلوع آفتاب کے بعد 9 ذی الحج کو منیٰ سے عرفات کے لئے روانہ ہونا
4) عرفات سے غروب آفتاب کے بعد روانہ ہونا
5) عرفات میں غسل کرنا
6) عرفات سے واپس آکر رات کو مزدلفہ میں ٹھہرنا
7) ایام منیٰ میں رات کو منیٰ میں رہنا واجب اور دن کو رہنا سنت ہے

سنت کا حکم یہ ہے قصداً ترک کرنا برا ہے اور اس کے ادا کرنے سے ثواب ملتا ہے لیکن ان کے ترک کرنے سے کفارہ لازم نہیں آتا۔

نوٹ: ہر مسلمان کو دل و جان سے سنت نبوی خاتم النبیین ﷺ پہ عمل کرنا چاہیئے۔

کفارے اور ان کی اقسام:

1- دم:- دم سے مراد پوری بکری، بھیڑ (یا اونٹ، گائے کا ساتواں حصہ) لازماً حدود حرم میں ذبح کرکے کفارہ ادا کرنا۔ خود یا غنی شخص نہ کھائے۔

دم مندرجہ ذیل باتوں پر دینا ہوگا:

1) مردوں کے لئے حالت احرام میں خوشبو کا استعمال
2) حالت احرام میں سر یا ڈاڑھی کو مہندی لگانا (مرد و عورت دونوں پر دم)
3) خوشبودار تمباکو اور پان میں الائچی وغیرہ کا استعمال مکروہ اور دم کی طرف اشارہ ہے
4) حالت احرام میں پورا دن یا پوری رات یا اکثر وقت سلا ہوا کپڑا، انڈرویئر، موزے وغیرہ پہنا تو دم واجب ہے۔
5) مرد کا چہرہ یا سر۔ عورت کا صرف چہرہ ایک دن، ایک رات یا اکثر وقت کپڑے سے ڈھانپنا
6) ڈاڑھی، بغل یا زیر ناف یا گردن کے بال صاف کرنا یا کٹوانا
7) ہاتھ پاؤں یا صرف ایک ہاتھ یا ایک پاؤں کے ناخن کاٹنا۔

حضرت ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے پاس ذبح کرنے کے لئے کوئی ذبیحہ ہو تو جب ذوالحجہ کا چاند نظر آجائے وہ ہرگز اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے، یہاں تک کہ قربانی کرلے "- (پھر بال اور ناخن کاٹے) (صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد، مشکوۃ)

2- بدنہ:- یعنی اونٹ یا گائے بطور کفارہ ادا کرنا- (طواف زیارت سے پہلے صحبت کرنے پر بدنہ یعنی اونٹ یا گائے بطور کفارہ دیا جائے گا-)

3- صدقہ:- یعنی صدقہ کی مقدار ڈھائی کلو گندم کی قیمت ادا کرنا

صدقہ مندرجہ ذیل باتوں پر دینا ہوگا: 1- پیر کے نیچے ٹڈی، لال بیگ یا اس قسم کا کوئی جانور آجائے- 2- جوں ماری جائے-

حج کی ادائیگی کا طریقہ

8 ذی الحج سے 12 ذی الحج کے دنوں کو ایام حج کہا جاتا ہے۔

حج کا پہلا دن:- 7 ذی الحج مغرب کے بعد 8 ذی الحج شروع ہوجائے گا رات ہی کو منیٰ کے لئے روانگی کی تیاری کرلیں، غسل کریں غسل کے بعد احرام باندھیں اور دو رکعت نماز نفل احرام کے ادا کریں نفل کی ادائیگی کے بعد حج تمتع کی نیت کریں۔

نیت: یا اللہ نیت کرتا ہوں حج تمتع کی یا اللہ اس کو میرے لئے آسان کرنا اس کو پورا کروانا اور اپنے کرم وفضل سے اس کو قبول فرمانا اور مجھے دین و دنیا کی عافیت نصیب فرمانا۔ اس کے بعد بلند آواز سے تین بار تلبیہ پڑھیں یہ فرض ہے (لبیک اللھم لبیک، لبیک لا شریک لک لبیک ان الحمد و النعمت لک و الملک لا شریک لک) اس کے بعد آہستہ آواز سے تین مرتبہ درود شریف پڑھیں اب احرام کی پابندیاں لازم ہوگئی ہیں۔

منیٰ میں اگر سات ذی الحج کی رات کو پہنچ گئے تو بھی ٹھیک ہے 8 ذی الحج کی صبح فجر پڑھنے کے بعد بھی منیٰ کی روانگی ہوسکتی ہے کیونکہ منیٰ میں اپنے خیمے کے اندر 8 ذی الحج کی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھنی ہیں اور 9 ذی الحج کی فجر کی نماز بھی منیٰ میں ہی ادا کرنی ہے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے یہ پانچ نمازیں منیٰ میں ہی ادا فرمائی تھیں۔ 8 ذی الحج کا دن اور رات منیٰ میں گزارنی ہے اور خوب عبادت کرنی ہے اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی کے لئے بھی درخواست کرتے رہنا ہے۔

حج کا دوسرا دن (9 ذی الحج):- فجر کی نماز منیٰ میں پڑھنے کے بعد حج کا سب سے بڑا رکن وقوف عرفہ ادا کرنا ہے۔ یہ رکن اعظم ہے۔ جس کے بغیر حج نہیں ہے عرفات منیٰ سے تقریباً 9 کلومیٹر کے فاصلے پہ ہے حاجیوں کے قافلے فجر کی نماز کے بعد عرفات پہنچنا شروع ہوجاتے ہیں جس قدر ہوسکے تلبیہ، درود شریف اور چوتھے کلمے کا ورد کریں عرفات پہنچ کر اپنے خیمے میں ہی قیام کریں۔

سنت طریقہ یہ ہے کہ ظہر اور عصر کی نماز اکھٹی امیر حج کی اقتدا میں پڑھی جائے یعنی عصر کو بھی ظہر کے وقت میں پڑھ لیں۔ مسجد نمرہ میں امام صاحب دونوں نمازیں اکھٹی پڑھاتے ہیں چونکہ ہر شخص مسجد نمرہ میں نہیں پہنچ سکتا اور سب حاجی مسجد نمرہ میں نہیں سما سکتے اور بغیر امیر حج کی اقتدا کے دنوں نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں ہے اس لئے پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش، ہندوستان وغیرہ کے حنفی علمائے اکرام حاجیوں کو یہ فتویٰ دیتے ہیں کہ وہ اپنے اپنے خیموں میں ظہر کی نماز ظہر کے وقت اور عصر کی نماز عصر کے وقت باجماعت ادا کریں اور نمازوں کے علاوہ جو وقت ہے اسے ذکر و دعا اور تلبیہ میں گزاریں (بحوالہ کتاب طریقہ حج وعمرہ)۔ جب سورج غروب ہو جائے تو بعد نماز مغرب پڑھے عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوجائیں راستے میں تلبیہ اور ذکر جاری رکھیں۔ عرفات اور منیٰ کے درمیان منیٰ سے مشرق کی سمت 4.5 کلومیٹر کا میدان ہے جسے مزدلفہ کہتے ہیں اسی میدان کے آخری سرے پر ایک پہاڑ ہے جسے مشعر الحرام کہتے ہیں۔ حدود مزدلفہ میں جہاں بھی جگہ مل جائے بہتر ہے۔ مزدلفہ میں بیٹھنے کے بعد جب عشاء کا وقت ہوجائے تو مغرب اور عشاء کی دونوں نمازیں اس طرح ادا کریں کہ پہلے مغرب کے فرض پھر عشاء کے فرض پھر مغرب کی سنتیں اور نوافل اور پھر عشاء کی سنتیں وتر اور نوافل پڑھیں۔ یعنی دونوں نمازوں کے فرضوں کے درمیان کوئی سنت یا نفل نہیں پڑھنے۔ یہ رات مزدلفہ میں آسمان کے نیچے بسر کرنی ہے نماز کی ادائیگی سے فراغت کے بعد کچھ دیر آرام کرسکتے ہیں پھر اٹھ کر تازہ دم ہوکر عبادت میں مشغول ہوجائیں یہ رات بہت افضل ہے اسی رات میں انوار الٰہی کی بارش ہوتی ہے۔ تھکاوٹ یا نیند کا غلبہ ہو تو سو بھی سکتے ہیں۔ ساری رات عبادت، ذکر، تلاوت اور دعائیں کرتے ہوئے گزاریں۔ امت مسلمہ کے لئے بھی دعا کریں یہاں سے ہی شیطانوں کو کنکریاں (جمرات کی رمی کے لئے) مارنے کے لئے ایک تھیلی میں جمع کرلیں۔

حج کا تیسرا دن (10 ذی الحج):- 10 ذی الحجہ کو پہلا حکم وقوف مزدلفہ ہے جو واجب ہے۔ اس کا وقت طلوع فجر سے لے کر سورج نکلنے تک ہے وقوف مزدلفہ واجب ہے اس کے چھوڑنے پر دم واجب ہے لیکن آج کل بوڑھے، بچے، بیمار کو صبح فجر سے پہلے مزدلفہ چھوڑ دینے کا فتویٰ ہے ان عورتوں کے محرم یا ان کی گاڑیوں کے ڈرائیور بھی ان کے ساتھ جاسکتے ہیں (باقی تندرست، جوان لوگ ایسا نہیں کرسکتے)۔

فجر سے پہلے مزدلفہ چھوڑنے کا حکم:- ضعیف عورتوں اور مردوں، مریض عورتوں اور مردوں اور بھاری بھرکم عورتوں اور مردوں کو صبح سویرے اور ہجوم ہونے سے پہلے (فجر سے پہلے) مزدلفہ سے روانہ ہونا مستحب ہے اور باقی لوگوں کے لیے نماز فجر کی ادائیگی کے بعد ٹھہرنا ضروری ہے۔ (واجب ہے) کیونکہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک مزدلفہ میں ٹھہرنا وقوف مزدلفہ ہے۔

1- حضرت ابن عباسؓ نے بیان فرمایا کہ "میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے گھر کے ان کمزور لوگوں میں سے تھا جنہیں آپ خاتم النبیین ﷺ نے مزدلفہ کی رات ہی میں منیٰ بھیج دیا تھا"۔(صحیح بخاری ،کتاب حج کے مسائل کا بیان ،جلد 3،حدیث نمبر 1678)

2- حضرت عائشہؓ نے بیان فرمایا کہ "ہم نے مزدلفہ میں قیام کیا نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ام المومنین حضرت سودہؓ کو لوگوں کے اژدہام سے پہلے روانہ ہونے کی اجازت دے دی تھی۔ وہ بھاری بھر کم بدن کی خاتون تھیں۔ اس لیے آپ خاتم النبیین ﷺ نے اجازت دے دی۔ لیکن ہم لوگ وہیں ٹھہرے رہے اور صبح کو آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ گئے۔ اگر میں حضرت سودہؓ کی طرح آپ خاتم النبیین ﷺ سے اجازت لیتی تو مجھ کو تمام خوشی کی چیزوں میں یہ بہت ہی پسند ہوتا"۔(صحیح بخاری ،کتاب حج کے مسائل کا بیان ،جلد 3،حدیث نمبر 1681)

مندرجہ بالا بیان میں لوگوں کا ہجوم، اژدہام، مجمع اور بھاری جسم والے کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

معلوم ہوا کہ معذور اور کمزور، مریض، بھاری بھر کم جسم والے حضرات رات کے آخری حصے میں نماز فجر سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کی جانب روانہ ہو سکتے ہیں۔

حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ کے غلام حضرت عبداللہؓ حضرت اسماءؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "وہ رات کے رات ہی میں مزدلفہ پہنچ گئیں اور کھڑی ہو کر نماز پڑھنے لگیں"۔ کچھ دیر نماز پڑھنے کے بعد پوچھا" بیٹے! کیا چاند ڈوب گیا"؟ میں نے کہا" نہیں"۔ وہ دوبارہ نماز پڑھنے لگیں۔ کچھ دیر کے بعد پھر پوچھا" کیا چاند ڈوب گیا"؟ میں نے کہا" ہاں"۔ انہوں نے کہا" اب آگے چلو (منیٰ کو)"۔ چنانچہ ہم ان کے ساتھ آگے چلے (منیٰ کو)۔ اور رمی جمرہ (بڑے شیطان کو کنکریاں مارنے) کے بعد واپس منیٰ آ گئیں اور صبح کی نماز اپنے ڈیرے پر پڑھی۔ میں نے کہا" جناب یہ کیا بات ہوئی کہ ہم نے اندھیرے ہی میں صبح کی نماز پڑھ لی"؟ انہوں نے کہا" بیٹے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے عورتوں کو اس کی اجازت دی ہے"۔(صحیح بخاری ،کتاب حج کے مسائل کا بیان ،جلد 3،حدیث نمبر 1679)

یہ روایت ثبوت ہے کہ عورتیں، بچے، مریض، معذور لوگ وقت سے پہلے بھی نماز فجر ادا کر سکتے ہیں۔ اس طرح طلوع آفتاب سے پہلے ہی کنکریاں بھی مار سکتے ہیں۔

3- حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنے گھر کے لوگوں میں سے کمزوروں کو پہلے ہی بھیج دیا کرتے تھے اور وہ رات ہی میں مزدلفہ میں مشعر حرام کے پاس آ کر ٹھہرتے اور اپنی طاقت کے مطابق اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ پھر امام کے ٹھہرنے اور لوٹنے سے پہلے ہی منیٰ آ جاتے۔ بعض تو منیٰ فجر کی نماز کے وقت پہنچتے اور بعض فجر کی نماز کے بعد۔ جب منیٰ پہنچتے تو کنکریاں مارتے اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ "رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان سب لوگوں کے لیے یہ اجازت دی ہے"۔(صحیح بخاری ،کتاب حج کے مسائل کا بیان ،جلد 3،حدیث نمبر 1676)

10 ذی الحجہ کو منیٰ پہنچ کر سب سے پہلا کام بڑے شیطان کو کنکریاں مارنا ہے جمرہ عقبہ (بڑے شیطان) کی رمی کا مسنون وقت (سنت وقت) سورج نکلنے سے لے کر زوال تک ہے لیکن بے حد رش کی وجہ سے اب پورے دن میں کسی وقت بھی رمی کر سکتے ہیں خصوصاً عورتوں کو رات کے وقت رمی کرنی چاہیئے۔

حدیث:- محجن بن ادرعؓ سے مروی ہے "رسول اللہ (خاتم النبیین ﷺ) تک یہ بات پہنچی کہ مسجد میں ایک آدمی لمبی نماز پڑھتا ہے۔ آپ (خاتم النبیین ﷺ) اس کے پاس آئے اور اسے کاندھے سے پکڑا پھر فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے آسانی کو پسند کیا ہے اور تنگی کو ناپسند کیا ہے (آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی) اور اس شخص نے تنگی کو اختیار کیا ہے اور آسانی کو چھوڑ دیا ہے"۔ [السلسلہ الصحیحۃ 981، جلد 1، باب ایمان، توحید، دین اور تقدیر کا بیان، رقم 1635]

مسئلہ: اگر کسی نے دوسرے دن صبح صادق تک رمی نہیں کی ہے تو قضاء ہو گئی گیارہویں تاریخ کو قضا کرے اور دم دے۔

قربانی:- جمرہ عقبہ (بڑے شیطان) کی رمی سے فارغ ہو کر (بطور شکرانہ) حج کی قربانی کرے یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی یادوالی قربانی نہیں بلکہ قربانی کے کرنے والے کی نیت حج کا واجب ادا کرنے کی ہونی چاہیئے۔ حج قران اور حج تمتع والوں پر قربانی واجب ہے جب تک قربانی نہ ہو جائے سر کے بال نہ منڈوائیں۔ اگر حج قران اور حج تمتع کرنے والے کے پاس قربانی کرنے کی گنجائش نہ ہو تو اس کے بدلے وہ دس روزے رکھ لیں۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تین روزے 10 ذی الحجہ سے پہلے اور حج کے مہینوں یعنی شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ میں رکھے ہوں اور سات روزے ایام تشریق (یعنی 9 ذی الحجہ کی نماز فجر سے 13 ذی الحجہ کی نماز عصر تک) گزر جانے کے بعد رکھے خواہ مکہ میں ہو یا کسی اور جگہ لیکن جا کر رکھنا افضل ہے۔ اگر کسی نے 10 ذی الحجہ سے پہلے تین روزے نہیں رکھے ہیں تو اسے قربانی ہی کرنی پڑے گی۔

مسئلہ: قربانی دسویں، گیارہویں اور بارہویں ذی الحجہ میں سے کسی ایک تاریخ میں کرنا لازمی ہے جب تک قربانی نہ ہو جائے بال نہیں کٹوانے اگر ایسا کر لیا تو دم

واجب ہوجائے گا جو حج کی قربانی کے علاوہ ہوگا قربانی سے فارغ ہوکر بال کٹوائیں عورتیں ایک پور کے برابر بال اپنی چٹیا میں سے کٹوائیں بال کٹوانے کے بعد احرام کھول دیں اور روزمرہ لباس پہن لیں۔

طواف زیارت:- طواف زیارت اپنے روزمرہ کے لباس میں کیا جاتا ہے طواف زیارت کا افضل وقت دسویں ذی الحجہ سے لے کر بارہ ذی الحجہ کا سورج غروب ہونے سے پہلے ہے اگر تاخیر کردی تو دم دینا واجب ہوگا اور طواف بھی فرض رہے گا۔ یہ طواف کسی بھی حالت میں مساوی نہیں ہوتا اور نہ ہی اسکا کوئی بدل دے کر کروا سکتے ہیں آخری عمر تک اس کی ادائیگی فرض رہتی ہے اور جب تک اس کو ادا نہ کیا جائے میاں بیوی سے متعلق پابندیاں برقرار رہیں گی حج کے اس فرض کی ادائیگی کے بعد جو کچھ احرام سے پہلے حلال تھا وہ حلال ہوجائے گا طواف زیارت کے بعد دو دن اور دو راتیں منیٰ میں ہی قیام ہے۔

حج کا چوتھا دن (11 ذی الحجہ):- اگر کسی وجہ سے دس ذی الحجہ کو قربانی یا طواف زیارت نہیں کیا تو آج کر سکتے ہیں۔ گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کو ایام رمی کہا جاتا ہے اس لئے کہ ان دنوں میں رمی کرنا ہی عبادت ہے جس کے لئے منیٰ میں قیام واجب ہے (رات گزارنا) ان راتوں کو منیٰ سے باہر گزارنے پر دم واجب ہے اور ایسا کرنا ناپسندیدہ ہے آج تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارنی ہیں یہ کنکریاں بسم اللہ اللہُ اکبر پڑھتے ہوئے مارنی ہے ساتوں کنکریاں مارنے کے بعد قبلہ رخ ہوکر شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کی دعا کرنی ہے اور اپنی قیام گاہ پر واپس آجانا ہے۔

حج کا پانچواں دن (12 ذی الحجہ):- آج کا مخصوص کام تینوں جمرات کی رمی کرنا ہے آج کا وقت زوال کے بعد رمی کرنے کا ہے بوڑھے، بچے، عورتیں، بیمار رات کے وقت یا کسی وقت بھی رمی کر سکتے ہیں، الحمد للہ حج مکمل ہوگیا لہٰذا حدودِ منیٰ سے نکل کر مکہ مکرمہ اپنی قیام گاہ پر واپس آجائیں۔

حج کا چھٹا دن (13 ذی الحجہ۔ اختیاری):- اگر کوئی 13 ذی الحجہ کی صبح صادق تک منیٰ میں ہی رہا تو جبکہ 13 ذی الحجہ کو کنکریاں مارنے کے بعد مکہ جائیں اگر اس رمی کے بغیر مکہ چلے گئے تو دم واجب ہوجائے گا۔

طواف وداع :- میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے واجب ہے کہ طواف زیارت کرنے کے بعد رخصتی کا طواف (طواف وداع) بھی کریں یہ حج کا آخری واجب ہے۔ حایضہ پر طواف وداع واجب نہیں اس کی طرف سے اُس کا وہ نفلی طواف جو اُس نے پہلے ادا کرلیا ہے وہ طواف وداع شمار ہوجائے گا۔ طواف وداع کے بعد خوب رو رو کر دعا کریں خوب آبِ زم زم پییں اور روتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے گھر کو الوداع کہیں۔

☆ **حج کیلئے جانے والے پر کیا عید کی قربانی بھی واجب ہوگی؟** جو حج پہ جاتے ہیں انکی قربانی حج پر شکرانے کی قربانی ہوتی ہے۔

حج کی قربانی اور چیز ہے اور عید الاضحیٰ کی قربانی اور چیز (حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت)۔

حج کی قربانی حج افراد کرنے والے پر تو نہیں ہے لیکن جو حج قران یا حج تمتع کر رہا ہے اس پر حج کی قربانی واجب ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حج پر جانے والا مسلمان حج کے شکرانے میں قربانی ادا کرے گا لیکن اگر وہ صاحب استطاعت ہے تو عید الاضحیٰ کی قربانی بھی کرے گا۔

حدیث: حضرت ابو ہریرہ سے راویت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جس شخص کو (قربانی کی) وسعت ہو اور وہ قربانی نہ کرے، تو وہ ہماری عید گاہ کے قریب نہ پھٹکے"۔ (سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر 3123) --------- اگر وہ صاحب استطاعت نہیں ہے تو اس کے لئے حج کی قربانی کافی ہوگی۔

عرفہ کے دن پڑھی جانے والی دعائیں اور تسبیحات: 1- پہلا کلمہ (100 مرتبہ) 2- تیسرا کلمہ (100 مرتبہ)

3- چوتھا کلمہ (100 مرتبہ) 4- درود شریف (100 مرتبہ) 5- تلبیہ (100 مرتبہ) 6- تکبیر (100 مرتبہ)

7- سُبۡحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمۡدِہٖ، سُبۡحَانَ اللّٰہِ الۡعَظِیۡم (100 مرتبہ) 8- لَا حَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ (100 مرتبہ)

9- رَبِّ یَسِّرۡ وَلَا تُعَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِ وَبِکَ نَسۡتَعِیۡنَ (100 مرتبہ) 10- فَاللّٰہُ خَیۡرٌ حٰفِظًا وَّھُوَ اَرۡحَمُ الرّٰحِمِیۡنَ (100 مرتبہ)

11- حَسۡبُنَا اللّٰہُ وَنِعۡمَ الۡوَکِیۡلُ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَنِعۡمَ النَّصِیۡرُ (100 مرتبہ) 12- وَ اُفَوِّضُ اَمۡرِیۡۤ اِلَی اللّٰہِ- اِنَّ اللّٰہَ بَصِیۡرٌۢ بِالۡعِبَادِ (100 مرتبہ)

عرفہ کے دن پڑھی جانے والی سورتیں:- 1- سورہ یٰس (1 مرتبہ) 2- سورہ الرحمن (1 مرتبہ)

3- سورہ توبہ (1 مرتبہ) 4- سورہ الملک (1 مرتبہ) 5- سورہ الاخلاص (100 مرتبہ)

بہترین جہاد حج مبرور ہے۔ (بخاری، السنن الکبریٰ للبیہقی)

فضائل حج

قرآن پاک سورہ البقرہ، آیت نمبر 197 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ:"حج کا زمانہ چند مہینے ہیں جو معلوم ہیں (یعنی یکم شوال سے 10 ذی الحج تک) پس "جو شخص ان ایام میں اپنے اوپر حج مقرر کرلے (کہ حج کا احرام باندھ لے) تو پھر نہ کوئی فحش بات جائز ہے اور نہ حکم عدولی درست ہے اور نہ کسی قسم کا جھگڑا زیبا ہے (بلکہ اس کو چاہیے کہ ہر وقت نیک کام میں لگا رہے) اور جو نیک کام کرو گے تو حق تعالیٰ شانہ اس کو جانتے ہیں"۔

قرآن پاک میں سورہ آل عمران، آیت نمبر 97 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اور اللہ جل شانہ کے (خوش کرنے کے) واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان (یعنی بیت اللہ) کا حج فرض ہے اُس شخص کے ذمہ ہے جو وہاں جانے کی سبیل رکھتا ہو اور جو منکر ہو تو (اللہ جل شانہ کا کیا نقصان ہے) اللہ تعالیٰ تمام جہان سے غنی ہے" (یعنی اسکو پرواہ نہیں)

1-حدیث:- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے "جو شخص اللہ کے لیے حج کرے اسطرح کہ اس حج میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے جیسا اُس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا"۔(متفق علیہ، مشکوۃ)

2-حدیث:- ایک حدیث میں آیا ہے "قیامت کے قریب میری امت کے امیر لوگ حج محض سیر و تفریح کے ارادے سے کریں گے (گویا لندن اور پیرس کی تفریح نہ کی حجاز کی تفریح کرلی) اور میری امت کا متوسط طبقہ تجارت کی غرض سے حج کرے گا کہ تجارتی مال کچھ ادھر سے لے گئے کچھ وہاں سے لے آئے اور رعایا، ریا اور شہرت کی وجہ سے حج کریں گے (کہ فلاں مولانا نے پانچ حج کررکھے ہیں اور فلاں نے دس) اور غرباء بھیک مانگنے کی غرض سے جائیں گی"۔(کنزالعمال)

3-حدیث:- حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے ''نیکی والے حج کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں''۔(متفق علیہ، مشکوۃ)

4-حدیث:- حدیث میں ہے ''حج کی نیکی کھانا کھلانے اور لوگوں کو کثرت سے سلام کرنے میں ہے''۔(ترغیب)

5-حدیث:- ایک حدیث میں ہے'' جب عرفہ کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ شانہ سب سے نیچے کے آسمان پر اتر کر فرشتوں سے فخر کے طور پر فرماتے ہیں ''میرے بندوں کو دیکھو میرے پاس ایسی حالت میں آتے ہیں کہ سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ بدن اور کپڑوں پر غبار پڑا ہوا ہے لبیک اَللّٰھُمَّ لبیک کا شور ہے دور دور سے چل کر آئے ہیں۔ میں تمھیں گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کے گناہ معاف کردیئے''۔(مشکوۃ)

6-حدیث:- ایک حدیث میں آیا ہے "حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ نے عرفہ کی شام کو عرفات کے میدان میں اُمت کی مغفرت کی دعا مانگی اور بہت آہ وزاری سے دیر تک دعا مانگتے رہے، رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہوا "میں نے تمھاری دعا قبول کرلی اور جو گناہ بندوں نے کئے ہیں وہ معاف کردیئے البتہ جو دوسروں پر ظلم کئے ہیں ان کا بدلہ لیا جائے گا"۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے پھر درخواست کی اور باربار یہ درخواست کرتے رہے کہ ''یا اللہ تو اس پر بھی قادر ہے کہ مظلوم کے ظلم کا بدلہ تو اپنے پاس سے عطا کردے اور ظالم کے قصور کو معاف کردے'' مزدلفہ کی صبح کو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا بھی قبول فرمالی۔اس وقت حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے تبسم فرمایا۔صحابہؓ نے عرض کیا" آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایسی حالت میں تبسم فرمایا (یعنی آہ زاری کے بعد) ایسے وقت تبسم کی عادت شریفہ نہیں ہے۔-"حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ ''جب اللہ جل شانہ نے میری یہ دعا قبول فرمائی اور شیطان کو اس کا پتہ چلا تو وہ آہ وواویلا سے چلانے لگا اور مٹی اپنے سر پر ڈالنے لگا''۔(ترغیب)

7-حدیث:- ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں "میں حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں منیٰ کی مسجد میں حاضر تھا کہ دو اشخاص ایک انصاری اور ایک ثقفی حاضر خدمت ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا "حضور خاتم النبیین ﷺ ہم آپ سے کچھ دریافت کرنے آئے ہیں"۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ'' اگر تمہارا دل چاہے تو تم دریافت کرلو اور اگر تم چاہو تو میں بتاؤں کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو"؟انہوں نے عرض کیا کہ'' آپ خاتم النبیین ﷺ ہی ارشاد فرمادیں''۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''تم حج کے متعلق معلوم کرنے آئے ہو کہ:

حج کے ارادے سے گھر سے نکلنے کا کیا ثواب ہے؟

اور طواف کے بعد دو رکعت پڑھنے کا کیا فائدہ ہے؟

اور صفا مروہ کے درمیان دوڑنے کا کیا ثواب ہے؟

اور عرفات میں ٹھہرنے کا کیا فائدہ ہے؟

اور شیطانوں کو کنکریاں مارنے اور قربانی کا کیا ثواب ہے؟

اور طواف زیارت کرنے کا کیا ثواب ہے"؟

انہوں نے عرض کیا "اس پاک ذات کی قسم جس نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے یہی سوالات ہمارے ذہن میں تھے"۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

(1)''حج کا ارادہ کر کے گھر سے نکلنے کے بعد تمھاری اونٹنی جو قدم اٹھاتی ہے وہ تمھارے اعمال میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور گناہ معاف ہوتا ہے۔

(2) طواف کے بعد دو رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسے ایک عربی غلام کو آزاد کیا ہو۔

(3) صفا مروہ کے درمیان سعی کا ثواب ستر غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔

(4)عرفات کے میدان میں جب لوگ جمع ہوئے ہیں تو حق تعالیٰ شانہ دنیا کے آسمان پر اتر کر فرشتوں سے فخر کے طور پر فرماتے ہیں کہ

"میرے بندے دور سے براگندہ حال اُٹے ہوئے بال آئے ہیں میری رحمت کے امیدوار ہیں اے میرے بندو اگر تم لوگوں کے گناہ ریت کے ذروں کے برابر ہوں یا بارش کے قطروں کے برابر ہوں یا سمندر کی جھاگوں کے برابر کیوں نہ ہوں تب بھی میں نے معاف کر دیئے۔ میرے بندو جاؤ بخشے بخشائے چلے جاؤ تمہارے بھی گناہ معاف ہیں اور جن کی تم سفارش کرو ان کے بھی گناہ معاف ہیں"۔ اس کے بعد حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

(5)''اور شیطانوں کو کنکریاں مارنے کا حال یہ ہے کہ ہر کنکری کے بدلے میں ایک بڑا گناہ جو ہلاک کر دینے والا ہو معاف ہوتا ہے-

(6)قربانی کا بدلہ اللہ کے پاس تمھارے لیے ذخیرہ ہے-

(7)احرام کھولنے کے بعد سر کے بال کٹوانے میں ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے-

(8) ان سب کے بعد جب آدمی طواف زیارت کرتا ہے تو ایسے حال میں طواف کرتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوتا اور ایک فرشتہ مونڈھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے آئندہ از سر نو عمل کر تیرے پچھلے گناہ معاف ہو چکے ہیں''۔ (ترغیب)

8-حدیث:- حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ سے نقل کیا گیا ہے کہ ''جو کوئی بھی مرد یا عورت کسی ایسے خرچ میں بخل کرے جو اللہ کی رضا کا سبب ہو تو وہ اس سے بہت زیادہ ایسی جگہ خرچ کرے گا جو اللہ کی ناراضگی کا سبب ہوگا اور جو شخص دنیا کی غرض سے حج کو جانا ملتوی کرے گا وہ اپنی اس غرض کے پورا ہونے سے پہلے دیکھ لے گا کہ حج سے فارغ ہو کر لوگ واپس آ گئے اور اُسکا وہ کام ابھی نہیں ہوا''۔ (ترغیب، مجمع الزوائد، طبرانی)

9-حدیث:- حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ جل شانہ کا فرمان ہے "جو بندہ ایسا ہو کہ میں نے اس کو صحت عطا کر رکھی ہو اور اسکے اوپر پانچ سال ایسے گزر جائیں کہ وہ میرے دربار میں حاضر نہ ہو تو وہ ضرور محروم ہے"۔ (ترغیب، ابن حبان)

10-حدیث:- حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے "جو شخص حج کے لیے پیدل آئے اور جائے اسکے لیے ہر ہر قدم پر حرم کی نیکیوں میں سے سات سو نیکیاں لکھی جائیں گی" کسی نے عرض کیا "حرم کی نیکیوں کا کیا مطلب"؟ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ہر نیکی ایک لاکھ نیکی کے برابر ہے"۔ (حاکم، مستدرک)

11-حدیث:- حضرت عائشہؓ حضور اکرم خاتم النبیین ﷺ سے نقل فرماتی ہیں "فرشتے حاجیوں سے جو سواری پر آتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں اور جو پیدل چل کر آتے ہیں اُن سے معانقہ کرتے ہیں"۔ (بیہقی، ابن الجوزی)

12-حدیث:- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے" کہ آدمی کی نظر کسی اجنبی عورت پر پڑ جائے اور فوراً اپنی نظر کو ہٹا لے تو اللہ تعالیٰ اس آدمی کو کسی ایسی عبادت کی توفیق عطا فرماتے ہیں جس کی لذت اور حلاوت اس کو محسوس ہوتی ہے''۔ (مشکوٰۃ)

13-حدیث:- حضور اقدس خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے "جو حج کے لیے جائے اور راستے میں انتقال کر جائے اس کے لیے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا اور اسی طرح جو عمرے کے لیے جائے اور راستے میں انتقال کر جائے اُس کو قیامت تک عمرے کا ثواب ملتا رہے گا"۔ (الترغیب)

14-حدیث:- حدیث میں ہے "جو شخص حج یا عمرہ کے لیے نکلے اور راستے میں مر جائے نہ اس کی عدالت میں پیشی ہے نہ حساب کتاب اس سے کہہ دیا جائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ"

۔(الترغیب)

15-حدیث:- ایک حدیث ہے" آدمی کے مرنے کی بہترین حالت یہ ہے کہ حج سے فراغت یا رمضان کے روزے رکھ کر مرے"-(کنز)
یعنی یہ دو حالتیں ایسی ہیں کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہوگا۔

16-حدیث:- ایک حدیث میں ہے "جو احرام کی حالت میں مرے گا وہ حشر میں لبیک کہتا ہوا اٹھے گا"۔(کنز)

17-حدیث:- ایک حدیث میں ارشاد ہے " جو شخص اپنے والدین کی طرف سے اُن کے انتقال کے بعد حج کرے۔ اسکے لیے جہنم کی آگ سے خلاصی ہے اور والدین کے لیے پورا حج لکھا جاتا ہے اور اس کے ثواب میں کمی نہیں ہوتی اور کسی اپنے قریبی رشتہ دار کے لیے اس سے بڑھ کر صلہ رحمی نہیں کہ اسکے مرنے کے بعد اسکی طرف سے حج کر کے اسکو پہنچایا جائے"۔(کنز)

18-حدیث:- حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" حق تعالیٰ شانہ (حج بدل میں) ایک حج کی وجہ سے تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرماتے ہیں۔ ایک مردہ جس کی طرف سے حج کیا جا رہا ہو۔ دوسرا حج کرنے والا۔ تیسرا وہ شخص جو حج کروا رہا ہے (یعنی جو مال خرچ کرنے والا ہے)"-(کنز)

19-حدیث:- حج ارکانِ اسلام میں ایک اہم رکن ہے اسلئے اس میں کوتاہی پر جتنی سخت وعید ہو کم ہے-
حضرت ابنِ عمرؓ سے نقل کیا گیا ہے "جو شخص تندرست ہو اور پیسہ والا ہو کہ حج کو جاسکے اور بغیر حج کئے مرجائے تو قیامت میں اُس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا"۔(درمنثور)

20-حدیث:- حضور اکرم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "جس شخص کے پاس اتنا خرچ ہو اور سواری کا انتظام ہو کہ بیت اللہ شریف جاسکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں اس بات میں کہ وہ یہودی ہو کر مرجائے یا نصرانی ہو کر-"(ترمذی، مشکوۃ)

21-حدیث:- حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں" جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ حج کر سکے اور وہ حج نہ کرے یا اتنا مال ہو جس سے زکوۃ واجب ہو اور زکوۃ ادا نہ کرے وہ مرتے وقت دنیا میں واپس آنے کی تمنا کرے گا-"(کنز)

22-حدیث:- حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں "میں نے حضور اقدس خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی -"حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"تمھارا جہاد حج ہے"۔(صحیح بخاری، مسند احمد، مشکوۃ)

23-حدیث:- ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا" کیا عورتوں پر بھی جہاد فرض ہے "؟حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"ہاں ایسا جہاد جس میں قتال نہیں اور وہ حج اور عمرہ ہے'۔(سنن ابن ماجہ، جلد چہارم، حدیث نمبر 2901)

24-حدیث:- ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سب اعمال سے افضل ہے کیا ہم عورتیں جہاد نہ کیا کریں"؟حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمھارے لیے افضل جہاد مقبول حج ہے'۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 1861)

25-حدیث:- ایک حدیث میں حضرت عائشہؓ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا' یارسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد سب اعمال سے افضل ہے کیا ہم عورتیں جہاد نہ کیا کریں"؟حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمھارے لیے افضل جہاد مقبول حج ہے'۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 1861)

25-حدیث:- حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا"بوڑھے اور ضعیف لوگوں کا اور عورتوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے"۔(مسند احمد، حدیث نمبر 4063)

26-حدیث:- ایک اور حدیث میں ہے" بچے اور بوڑھے اور ضعیف آدمیوں کا جہاد حج اور عمرہ ہے "۔(سنن نسائی، جلد دوئم، حدیث نمبر 2627)

شفاءِ قاضی عیاض میں ایک قصہ لکھا ہے ایک جماعت سعدونؒ خولانی کے پاس آئی اور ان سے ایک قصہ بیان کیا گیا کہ قبیلہ کنانہ کے لوگوں نے ایک آدمی کو قتل کیا اور اس کو آگ میں جلانا چاہا رات بھر اس پر آگ جلاتے رہے مگر آگ نے اس پر ذرا بھی اثر نہ کیا بدن ویسا ہی سفید رہا۔ سعدونؒ نے فرمایا کہ' شاید اُس شہید نے تین حج کیے ہوئے ہوں گے "-لوگوں نے کہا"جی ہاں تین حج کیے ہیں "سعدونؒ نے کہا" مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ جس شخص نے ایک حج کیا اس نے اپنا فریضہ ادا کیا اور جس نے دوسرا حج کیا اس نے اللہ کو قرض دیا اور جو تین حج کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی کھال اور اس کے بال کو آگ پر حرام کر دیتے ہیں'۔

صوفیاء میں سے ایک صاحب کشف کا قصہ امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ اُن کو عرفہ کے دن شیطان نظر آیا کہ بہت ہی کمزور ہو رہا ہے چہرہ زرد ، آنکھوں سے آنسو جاری اور کمر سے سیدھا کھڑا نہیں ہوا جاتا اُس بزرگ نے اس سے دریافت کیا کہ' تو کیوں رو رہا ہے؟' اس نے کہا کہ" مجھے یہ چیز رُلا رہی ہے کہ حاجی لوگ بلا (کسی

دنیاوی غرض) تجارت وغیرہ کے اس کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے ہیں مجھے یہ ڈر اور رنج ہے کہ وہ پاک ذات ان لوگوں کو نامراد نہیں رکھے گی اس غم میں رو رہا ہوں''۔وہ فرماتے ہیں پھر میں نے اُس سے پوچھا" تو دُبلا کیوں ہو گیا"؟اس نے کہا" گھوڑوں کی آواز سے جو ہر وقت اللہ کے راستوں میں (حج، عمرہ، جہاد وغیرہ) پھرتے رہتے ہیں"-انہوں نے فرمایا" تیرا رنگ ایسا زرد کیوں پڑ گیا"؟اس نے کہا''لوگ ایک دوسرے کو نیکیوں پر آمادہ کرتے ہیں اس کام میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں اس وجہ سے''۔انہوں نے فرمایا" تیری کمر کیوں جھک گئی ہے"؟اس نے کہا" بندہ ہر وقت یہ کہتا رہے کہ یا اللہ خاتمہ بالخیر عطا کر۔ایسا شخص جس کو اپنے خاتمہ کا ہر وقت فکر ہے کب اپنے کسی نیک عمل پر گھمنڈ کرے گا؟''

علی بن موافقؒ کہتے ہیں کہ میں عرفہ کی شب منیٰ کی مسجد میں ذرا سو یا تو میں نے خواب دیکھا کہ دو فرشتے سبز لباس پہنے ہوئے آسمان سے اترے ایک نے دوسرے سے سوال کیا"اس سال کتنے آدمیوں نے حج کیا"؟دوسرے نے جواب دیا" مجھے تو معلوم نہیں" پہلے نے کہا" چھ لاکھ آدمیوں نے "اس نے پھر سوال کیا" تمھیں معلوم ہے کہ ان میں سے کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا"؟دوسرے نے کہا" مجھے معلوم نہیں" پہلے نے کہا" چھ آدمیوں کا حج قبول ہوا ہے "۔یہ کہہ کر دونوں آسمان کی طرف چلے گئے۔ابن موافقؒ کہتے ہیں کہ اس خواب کی وجہ سے گھبرا کر میری آنکھ کھل گئی اور مجھے غم سوار ہو گیا کہ چھ آدمی کل ہیں جنکا حج قبول ہوا ہے میں اُن میں کہاں ہو سکتا ہوں؟عرفات سے واپسی پر مجمع کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا مزدلفہ کی رات میں اسی سوچ میں میری آنکھ لگ گئی دو فرشتے پھر نظر آئے اور وہی سوال و جواب جو اوپر کیے پھر کیے۔پھر پہلے فرشتے نے کہا" تمھیں معلوم بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا ہے"؟دوسرے نے کہا" مجھے تو معلوم نہیں" تو پہلے نے کہا یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ "ان چھ میں سے ہر ایک کے طفیل ایک ایک لاکھ کا حج قبول کر لیا جائے گا"۔ابنِ موافقؒ کہتے ہیں پھر جو میری آنکھ کھلی تو اتنی خوشی ہو رہی تھی کہ بیان سے باہر تھی۔

انہی بزرگ کا ایک اور قصہ لکھا ہے وہ کہتے ہیں" میں نے 50 سے زائد حج کئے اور ان کا ثواب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اور خلفائے راشدین اور اپنے والدین کو بخشتا رہا۔ایک حج رہ گیا میں نے عرفات کے میدان میں لوگوں کے رونے کی آواز سُن کر اس کو بخش دیا جس کا حج قبول نہ ہوا ہو"-اس کے بعد مزدلفہ میں مجھے خواب میں اللہ جل شانہ کی زیارت ہوئی۔حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا کہ''اے علی تو مجھ سے زیادہ سخی بننا چاہتا ہے؟میں نے سخاوت پیدا کی میں نے سخی لوگوں کو پیدا کیا میں تمام سخی لوگوں سے زیادہ سخی، سارے کریموں سے زیادہ کریم،سارے بخشش کرنے والوں سے زیادہ بخشش کرنے والا ہوں- میں نے ہر اس شخص کا حج جو قابل قبول نہ تھا اس کے طفیل قبول کر لیا جس کا حج قبول تھا''۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ''اس سفر میں آدمی جو کچھ خرچ کرے اس کو نہایت خوش دلی سے خرچ کرے اور جو نقصان جانی یا مالی پہنچے اس کو برداشت کرے کیونکہ یہ اسکے حج کے قبول ہونے کی علامت ہے جو تکالیف اس سفر میں تحمل کے ساتھ برداشت کی جائیں گی۔اللہ تعالیٰ ان سب پر عظیم اجر مرحمت فرمائیں گے''۔

****

رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ کا سفرحج

ذی الحجہ کو یوم ترویہ کہتے ہیں۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے لوگوں کے درمیان خطبہ دیا اورانہیں مناسک حج کے بارے تمام تر معلومات فراہم کیں اور مختلف قسم کی ہدایات دیں۔ 8ذوالحجہ کو آپ خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ فجر کی نماز مکہ میں ادا کر کے منٰی کی طرف کوچ کیا۔منٰی پہنچ کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے ظہر،عصر،مغرب،عشاء اور دوسرے دن 9ذوالحجہ کی فجر کی نماز ادا کی۔اور جب سورج قدرے بلند ہو گیا تو عرفات کے لئے تشریف لے گئے۔مقام نمرہ پرعرفات پہنچ کر ایک خیمہ نصب کیا گیا۔اس میں آپ خاتم النبیین ﷺ مقیم ہوئے۔وہاں آپ خاتم النبیین ﷺ نے ایک جامع خطبہ دیا۔جس میں دین اسلام کی ساری باتیں بتائیں اور جاہلیت کے تمام رسوم ورواجات کو کالعدم قرار دیا۔یہی خطبہ خطبہ حجتہ الوداع کے نام سے معروف ہے۔

اس کی تفصیلات حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔خطبہ کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے تمام لوگوں سے سوال کیا کہ ’’کل جب تم لوگوں سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تو کیا جواب دو گے؟ ‘‘صحابہ کرامؓ نے جواب دیا ہم سب گواہی دیتے ہیں آپ خاتم النبیین ﷺ نے امانت پہنچا دی ہے۔یہ سن کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے شہادت کی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ۔ اَللّٰھُمَّ اَشْھَدْ اے اللہ تو گواہ رہ،اے اللہ تو گواہ رہ۔خطبہ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔(سورہ المائدہ آیت نمبر 3):

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْناً۔

ترجمہ: "آج ہم نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا"۔

جب حضرت عمرؓ نے یہ آیت سنی تو رونے لگے۔لوگوں نے تعجب کیا اور رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا۔ترجمہ:’’کمال کے بعد نقصان ہے۔‘‘

لوگ سمجھ گئے کہ دین اسلام کے مکمل ہونے کے بعد تبلیغ کی مہم پوری ہوگئی ہے اور اب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کا قیام اس دنیا میں ختم ہونے والا ہے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے حکم پر خطبہ حجتہ الوداع کو دوسروں تک پہنچانے والے صحابی کا نام ربیعہؓ تھا جن کا قد بلند و بالا تھا،یہ امیہ بن خلف کے بیٹے تھے جو دشمن رسول خاتم النبیین ﷺ تھا اور جس کو بدر میں قتل کیا گیا تھا۔اولاد کے دل میں باپ کے قتل کا بدلہ فطری ہوتا ہے۔مگر قربان جائیں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ پر کہ جن کے انوار نبوت نے نہ صرف انتقام کی آگ کو سرد کر دیا بلکہ ان کے دل کو نور سے منور کر دیا اور آج بھی سیدنا ربیعہ ہادی برحق خاتم النبیین ﷺ کے زبان بن کر لوگوں تک آپ خاتم النبیین ﷺ کا پیغام پہنچا رہے تھے۔

لوگوں کی بھیڑ کی وجہ سے ایک صحابی سواری سے گر کر فوت ہو گئے۔ان کے خاندان اور قبیلے کا لوگوں کو علم نہ تھا۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو خبر دی گئی آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا’’اسے غسل دو اور دو کپڑوں میں کفن دو۔اسے خوشبو نہ لگانا کیونکہ یہ شخص قیامت کے دن تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا (اٹھایا جائے گا)‘‘۔عرفات میں ظہر عصر کی نمازیں ایک اذان اور 2اقامت کے ساتھ پڑھی جاتی ہیں اس لیے حضرت بلالؓ نے اذان دی اور اقامت کہی۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔حضرت بلالؓ نے پھر اقامت کہی۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے عصر کی نماز پڑھائی اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ جبل رحمت کے قریب پہنچے اور چٹانوں کے قریب وقوف فرمایا۔لوگوں نے پوچھا حج کیا ہے اور حج کہاں پر ہوتا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"حج عرفات میں وقوف کرنا ہے "۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جو اس جگہ ٹھہرا اس نے وقوف کیا اور پورا عرفہ جائے وقوف ہے"۔اس کے بعد رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اور تمام صحابہ کرامؓ انتہائی عجز و انکساری اور عبدیت کے ساتھ ذکر و تسبیح میں مشغول رہے۔جب سورج ڈوب گیا تب مزدلفہ کو روانگی کی تیاری ہونے لگی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے اسامہ بن زیدؓ کو بلوایا کہ وہ ان کے پیچھے سواری پر بیٹھیں۔ان کے آنے میں قدرے دیر ہوئی،صحابہ کرامؓ میں سے بڑی تعداد ان لوگوں کی بھی تھی جنہیں اسلام لائے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا۔وہ اسامہ بن زیدؓ کو نہیں جانتے تھے۔ان کا خیال تھا کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے جسے اپنی ہمرکابی کا شرف بخشا ہے وہ یقینا کوئی قدآور بزرگ شخصیت ہوگی۔پروقار اور پرشوکت ہوں گے۔حسین وجمیل ہونگے۔مگر حضرت اسامہ بن زیدؓ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے محبوب تھے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے محبوب حضرت زیدؓ کے بیٹے تھے۔وہ سیاہ فام تھے۔چپٹے خدوخال کے تھے۔گنگھریالے سخت اور سیاہ بالوں والے تھے۔قدوقامت بھی بس یوں ہی تھا۔جب وہ تشریف لائے تو لوگوں نے تعجب سے کہا’’کیا یہی ہے وہ جن کا رسول پاک خاتم النبیین ﷺ انتظار فرما رہے تھے‘‘؟ کہا ہاں یہی ہیں وہ جن کی وجہ سے ہم سب رکے رہے،رحمت العالمین خاتم النبیین ﷺ نے حضرت اسامہ کو ہمرکابی کا شرف بخش کر بزرگی،عظمت اور عزت و مرتبت کے ان تمام معیاروں کو کالعدم قرار دے دیا جس کے ذریعے اہل دنیا کسی

کو پرکھتے تھے۔اور اس بات کا برملا اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف و مرتبت اور بزرگی کا معیار صرف تقویٰ ہے۔کسی عربی کو غیر عرب پر اور کسی گورے کو کالے پر کوئی فوقیت نہیں۔کسی کو دوسرے سے ممتاز کرنے والی اگر کوئی چیز ہے تو صرف اللہ تعالیٰ کا تقویٰ ہے۔اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو چپ کرائیں۔اور انہیں کہیں کہ جو میں کہنا چاہتا ہوں اسے غور سے سنیں۔

جب سارے لوگ ہمہ تن گوش ہو گئے اور ہر ایک کی نگاہ شوق چہرہ انور پر ہوگئی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے انہیں خوشخبری سنائی۔فرمایا "ابھی ابھی جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرے رب کا پیغام مجھے سنایا۔اور کہا کہ یہاں پر جمع سارے لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دو کہ اللہ رب العزت نے اہل عرفات کی طرف نظر عنایت فرمائی اور سب کے گناہوں کو معاف اور ان کی خطاؤں سے درگزر کر دیا ہے"۔اللہ اکبر یہ کتنی عظیم بشارت تھی کہ صحابہ کرامؓ مسرت اور شادمانی سے سرشار ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے حضور جذبہ شکر سے سر جھکا دیا۔حضرت عمر بن خطابؓ آگے بڑھے اور عرض کیا، "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کیا یہ بشارت خاص ہم لوگوں کے لئے ہے"؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''یہ تمہارے لیے اور ان لوگوں کے لئے ہے جو تمہارے بعد قیامت تک یہاں آئیں گے (حج پر آئیں گے)''۔

جب عرفات میں سورج غروب ہو گیا تو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اللہ کے نام سے کوچ کرو''۔صحابہ کرامؓ کا جم غفیر آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ مزدلفہ کے لئے روانہ ہوا۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اپنے دائیں بائیں دیکھتے اور فرماتے ''سکون سے چلو، اطمینان اور وقار کے ساتھ آگے بڑھو''۔خود آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال تھا کہ اپنی اونٹنی کی مہار اس قوت سے اپنی جانب کھینچتے تھے کہ اس کا سر آپ خاتم النبیین ﷺ کے گھٹنوں سے جا لگتا تھا۔پورے راستے خشوع و خضوع و انکساری کی روحانی فضا میں تکبیر و تلبیہ پڑھتے ہوئے یہ قافلہ مزدلفہ پہنچ کر قیام پذیر ہوا۔

مزدلفہ میں آپ خاتم النبیین ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نماز ایک آذان اور 2 اقامت سے پڑھائی۔عرفات میں سارا دن عبادت اور راستے میں مزدلفہ تک کے سفر کی وجہ سے تھکاوٹ دور کرنے کے لئے آپ خاتم النبیین ﷺ نے مزدلفہ میں رات کو قیام اور آرام فرمایا اور فجر سے کچھ وقت پہلے اٹھ کر عبادت اور نماز کی تیاری شروع کی۔فجر کی نماز بالکل اول وقت میں ادا کی۔آذان اور اقامت کے ساتھ ہی نماز ادا کی اور مشعر حرام کی طرف تشریف لے گئے۔(مزدلفہ کی مسجد) وہاں تکبیر و تہلیل میں مشغول رہے اور قبلہ رو ہو کر دیر تک دعا فرمائی۔جب خوب اجالا ہو گیا تو سورج طلوع ہونے سے قبل ہی آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ منیٰ کے طرف روانہ ہوئے۔اس بار آپ خاتم النبیین ﷺ نے اونٹنی پر اپنے پیچھے اپنے چچا زاد بھائی فضل بن عباسؓ کو بیٹھنے کے لئے کہا۔جب منیٰ میں جمرہ عقبہ (بڑے شیطان) کے قریب پہنچے تو حضرت فضلؓ سے فرمایا "وہ رمی کے لئے کنکریاں چن لیں"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ کنکریاں اپنی ہتھیلی پر رکھیں اور فرمایا "لوگو دیکھو بس اتنی بڑی ہونی چاہیے۔لوگو غلو اور تشدد سے دور رہو۔کیونکہ تشدد نے تم سے پہلی امتوں کو تباہ کر دیا تھا"۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے جمرہ عقبہ پر 7 کنکریاں ماریں۔ہر بار آپ خاتم النبیین ﷺ نے اللہ اکبر کہا۔حضرت فضل بن عباسؓ اور حضرت اسامہ بن زیدؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کے ہمراہ تھے ایک آپ خاتم النبیین ﷺ کی اونٹنی کی نکیل تھامے ہوئے تھے اور دوسرے نے آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوپ سے بچانے کے لئے آپ خاتم النبیین ﷺ کے اوپر چادر تان کر سایہ کر رکھا تھا۔ایک صحابیؓ نے یہ دیکھ کر روایت کیا "آپ خاتم النبیین ﷺ نے سات کنکریاں نہایت سکون سے ماریں۔ہر ایک کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کی صدا بلند فرمائی"۔

کنکریاں مارنے کے ساتھ ہی لبیک الھم لبیک کی صدائیں بلند ہو چکی تھیں۔رمی کے بعد رسول پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ دیا۔لوگوں سے پوچھا "یہ کون سا مہینہ ہے"؟ انہوں نے عرض کیا "اللہ اور اس کا رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں"۔آپ خاتم النبیین ﷺ کچھ دیر خاموش رہے۔لوگوں نے سوچا غالباً آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہ کو کوئی دوسرا نام دینا چاہتے ہیں۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے"؟ لوگوں نے عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ" پھر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال کیا "یہ کونسا شہر ہے"؟ لوگوں نے کہا "اللہ اور اس کا رسول خاتم النبیین ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں"۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر خاموش رہے یہاں تک کہ لوگوں نے سوچا شاید آپ خاتم النبیین ﷺ اس شہر کا دوسرا نام رکھنا چاہتے ہیں۔پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے کہا "کیا یہ شہر مکہ نہیں ہے"؟ لوگوں نے کہا ''ہاں یا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم''۔پھر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "یہ کونسا دن ہے"؟ لوگوں نے کہا "اللہ اور اس کا رسول خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں"۔آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے لوگوں نے سمجھا کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اس دن کو کوئی اور نام دینا چاہتے ہیں۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''کیا یہ یوم نحر (قربانی کا دن) نہیں ہے''؟ عرض کیا "ہاں یا رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم"۔تب آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "میری بات غور سے سنو۔تمہاری جان، تمہارا مال، تمہاری آبرو ایک دوسرے پر اسی طرح قابل احترام ہے جس طرح کہ تمہارے لیے اس ماہ کی، اس شہر کی اور اس دن کی حرمت ہے؟" پھر آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''آج کے دن شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ اب آئندہ کبھی اس شہر میں اس کی پوجا نہیں کی جائے گی۔البتہ

جن اعمال معصیت کو تم معمولی سمجھتے ہو ان میں اس کی اطاعت کی جائے گی اور وہ اتنے پر ہی خوش ہوگا"۔

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے اس خطبہ میں پچھلے خطبوں کی کئی باتوں کا اعادہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی آواز کو معجزاتی طور پر ہر ایک دور اور قریب شخص تک پہنچا دیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ان لوگوں سے اقرار لیا۔ سب نے گواہی دی کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے حق تبلیغ ادا کر دیا۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "یہاں جو لوگ موجود ہیں ان باتوں کو ان لوگوں تک پہنچا دیں جو یہاں موجود نہیں کیونکہ ممکن ہے کہ جن لوگوں تک یہ باتیں پہنچائیں جائیں وہ سننے والوں کے مقابلے میں زیادہ اچھی طرح محفوظ کرلیں"۔

اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ قربان گاہ تشریف لے گئے۔ قربانی کے لئے آپ خاتم النبیین ﷺ اپنے ساتھ 100 اونٹ لائے تھے اپنے ہاتھ سے اپنی عمر کے بقدر 63 اونٹوں کی قربانی کی اور بقیہ 37 کی قربانی کی ذمہ داری حضرت علیؓ کو سونپی۔ قربانی کے ہر جانور سے گوشت کا ایک ایک ٹکڑا کاٹ کر ایک ہانڈی میں ڈال کر پکایا گیا اور آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس قربانی کے جانور کا پکا ہوا گوشت اور شوربہ نوش فرمایا۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے بال مونڈھنے کے لئے حضرت معمر بن عبداللہؓ کو آواز دی۔ وہ استرا لے کر جب آپ خاتم النبیین ﷺ کے سامنے آئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے ازراہ مزاح مسکراتے ہوئے فرمایا، "معمرؓ تمہارے ہاتھ میں استرا ہے اور اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ نے اپنا سر تمہارے حوالے کر دیا ہے"۔ حضرت معمرؓ نے فرط انبساط سے جواباً عرض کیا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ یہ میرے لیے انتہائی خوشی کی بات ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کا سر مونڈھنے کی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔'' آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "معمرؓ پہلے دائیں جانب سے سر کے بال اتارو۔ جیسے جیسے بال گرتے گئے صحابہ کرامؓ کی اکثریت بطور تبرک انہیں محفوظ کرتی گئی۔ جسے بھی ایک 2 موئے مبارک ملا اسے دین و دنیا کی نعمت ہاتھ لگ گئی۔ اور جب بائیں جانب کے بال تراشے گئے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو آواز دی اور بائیں جانب کے تمام بال ان کو مرحمت فرمائے۔ حضرت طلحہؓ ام سلیم کے دوسرے شوہر تھے اور حضرت انسؓ بن مالک ام سلیم کے بیٹے تھے۔ اس پورے خاندان کی اہل بیت رسول خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ جو خدمات رہیں ان کے بدلے بطور تشکر آپ خاتم النبیین ﷺ نے حضرت طلحہؓ کو اس ہدیہ کے لئے منتخب فرمایا۔ اس نعمت عظمہ میں ان کا کوئی شریک نہ تھا۔ حضرت طلحہؓ کے حصہ میں آج جو عظیم نعمت آئی تھی اس سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے غسل فرمایا، نیا لباس زیب تن کیا اور حضرت عائشہؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو خوشبو لگائی اور آپ خاتم النبیین ﷺ طواف زیارت کے لئے بیت اللہ شریف تشریف لے گئے۔ طواف اور واجب الطواف کے دوگانہ سے فارغ ہو کر چاہ زمزم کے پاس تشریف لے گئے۔ وہاں پر آپ خاتم النبیین ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ اور ان کے بیٹے کنویں سے ڈول کھینچ کھینچ کر حاجیوں کو زمزم پلا رہے تھے۔ انہوں نے جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا تو سیدنا عباسؓ نے اپنے بیٹے فضلؓ سے کہا" دوڑ کر اپنی ماں کے پاس جاؤ اور رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے لئے آب زم زم لے کر آؤ"، آپ خاتم النبیین ﷺ نے جب یہ سنا تو فرمایا" نہیں مجھے اسی ڈول سے پلاؤ"۔ عرض کیا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اس میں مختلف لوگوں کے ہاتھ اور منہ لگے ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے لئے الگ آب زم زم رکھا ہوا ہے"۔ مگر آپ خاتم النبیین ﷺ نے اپنے لئے کسی امتیاز کو پسند نہیں فرمایا اور عام لوگوں کے ساتھ ہی زم زم پیا اور فرمایا ": بنو عبد المطلب اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ آب زم زم پلانے کی ذمہ داری اور شرف میں دوسرے لوگ تم پر غالب آجائیں گے تو میں خود تم لوگوں کے ساتھ پانی کھینچتا"۔

(یقیناً اگر لوگ اس دن آپ خاتم النبیین ﷺ کو پانی کھینچتا دیکھتے تو اسے سنت جان کر ہر ایک کی کوشش اور خواہش یہی ہوتی کہ وہ بھی ایسا ہی کرے۔ اور اس طرح حضرت عبد المطلب کے خاندان کے ساتھ مخصوص حجاج کو آب زمزم پلانے کی خدمت کا شرف و امتیاز ان کے ہاتھوں سے نکل جاتا۔)

اس کے بعد ایام تشریق منی میں مقیم رہے۔ پھر یوم النفر یعنی 13 ذوالحجہ کو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے منی سے کوچ فرمایا۔ وادی ابطح میں ٹھہرے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں۔ عشاء کے بعد تھوڑا سا سو کر اٹھے پھر بیت اللہ گئے اور طواف وداع کیا۔ تمام مناسک حج مکمل فرما کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے سواری کا رخ مدینہ کی طرف فرمایا۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے اس حج کو حجۃ الوداع یعنی رخصتی کا حج کہتے ہیں کیونکہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس کے تین ماہ بعد رحلت فرمائی۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اس حج میں تین خطبات دیئے:

1- پہلا خطبہ 9 ذی الحج کو عرفہ کے مقام پر میدان کے بیچ میں جبکہ آپ خاتم النبیین ﷺ اپنی اونٹنی (جس کا نام قصوی تھا) پر سوار تھے۔

2- دوسرا خطبہ 10 ذی الحج کو منی کے مقام پر دیا۔

3-تیسرا خطبہ 11 ذی الحج کو منی کے مقام پر دیا-

ان تینوں خطبات میں جو باتیں بتائیں گئیں وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1-مسائل کو پوری طرح سمجھ لو ممکن ہے کہ اس سال کے بعد میں اور آپ اکھٹے نہ ہو سکیں-

2-یادرکھو تمہارے خون، تمہارے مال، تمہاری عزت وآبرو ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جیسے آج کے دن اس شہر کی اور اس مہینے کی حرمت سمجھتے ہو-

3-لوگو تمہیں عنقریب اللہ کے دربار میں حاضر ہونا ہے- یادرکھو وہاں تم سے تمہارے مال کی باز پرس ہوگی یعنی اعمال کی بابت سوال کیا جائے گا-

4-زمانا جاہلیت کے تمام طریقے پیروں میں مسل دیئے گئے ہیں-

5-اس زمانے کے خونوں کا آئندہ مطالبہ نہ کیا جائے گا-

6-جتنے سود تھے وہ سب معاف- آئندہ قطعاً خاتمہ-

7-میرے بعد ایک دوسرے کی گردن مت دبانا- کافروں کی طرح ایک دوسرے کے خون کے پیاسے مت ہو جانا-

8-خداوندی احکام کے مطابق جو تم پر حکومت کرے اس کی پوری پوری اطاعت کرنا-

9-اپنے پروردگار کی عبادت نماز، روزہ، مسلم حکام کی اطاعت پوری پابندی سے کرتے رہنا- جنت تمہاری ہے-

10-عورتوں کے متعلق اللہ کا خوف رکھنا- ان کے حقوق کا پورا پورا لحاظ رکھنا- تم خاص ذمہ داری کے ساتھ ان کے سردار بنائے گئے ہو- عورتیں بھی مردوں کی پوری پوری اطاعت کریں- ان کی مرضی کے خلاف کسی کو گھر میں بھی نہ آنے دیں-

11-تم میں دو چیزیں چھوڑے چلا ہوں- جب تک انہیں پکڑے رکھو گے ہرگز ہرگز گمراہ نہ ہوگے- ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے میرا طریقہ اور تعلیم-

12-جو لوگ یہاں موجود ہیں میرے تمام پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچا دیں کیونکہ بسا اوقات دوسرا شخص پہلے سننے والے کی نسبت زیادہ یادرکھنے ولا اور زیادہ سمجھدار ہوتا ہے-

"لوگو قیامت کے روز میری بابت بھی تم سے سوال کیا جائے گا- بتاؤ کیا جواب دو گے"؟ سب نے کہا کہ "شہادت دیں گے کہ آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے احکامات ہم تک پہنچا دیئے تھے، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبلیغ اور رسالت کا حق ادا کر دیا تھا، آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں ہماری بھلائی اچھی طرح سمجھا دی تھی"- آپ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "اے اللہ! گواہ رہنا- اے اللہ! گواہ رہنا- اے اللہ! گواہ رہنا"-

یعنی 9، 10، 11 ذی الحج کو حضور پاک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خطبات فرمائے تھے ان کے جملے گویا کوزے تھے- جن میں علوم معارف، دنیاوی ودینی بھلائیوں کے سمندر بھر دیئے گئے تھے-

****

حجرِ اسود

حجرِ اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک ہے جسے سیدنا آدم علیہ السلام اپنے ساتھ جنت سے لائے تھے اور تعمیر بیت اللہ کے وقت ایک گوشہ میں نصب فرمایا تھا۔

طوفانِ نوح علیہ السلام میں حضرت آدم علیہ السلام کا تعمیر کردہ بیت اللہ آسمانوں پر اُٹھائے جاتے وقت اس متبرک پتھر کو شکمِ جبلِ ابی قبیس (پہاڑ ابی قبیس کے اندر) میں امانت رکھ دیا گیا تھا، پھر تعمیر ابراہیمی کے وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی خدمتِ عالیہ میں پیش کر دیا تھا، اس طرح اُسے پھر اسی جگہ کی زینت بنا دیا گیا جہاں پہلے رونق افروز تھا۔ (تفسیر قرطبی)

جنت کا یہ انمول موتی، عالی مرتبت، مقدس و متبرک یاقوت، گردشِ ایام کی ستم رانیوں سے محفوظ نہ رہ سکا، متعدد بار اُسے فساق و فجار ظالموں کے ہاتھوں تختۂ مشق بننا پڑا، ۳۱۷ھ میں جب مکہ مکرمہ قرامطہ کے دستِ تصرف میں آیا، تو ابوطاہر سلیمان بن الحسن نے جو قرامطہ کا سردار تھا، حرم محترم میں خون کی ہولی کھیلی۔ علامہ قطب الدین رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ''ابوطاہر قرامطی بدبخت کو بیت اللہ کی بجائے اپنے شہر ''ہجر'' میں حج کا اجتماع کرانے کا جنون دماغ میں پیدا ہوا، اس نے اس غرض سے ایک عالی شان محل بنوایا جس کا نام ''دارالہجرہ'' رکھا، چنانچہ ۳۱۷ھ میں حج کے ایام میں ایک لشکرِ جرار لے کر مکہ مکرمہ پر حملہ آور ہوا- ۸/ ذوالحجہ ۳۱۷ھ کو اس قدر قتلِ عام کیا کہ حجاج کی لاشوں سے چاہِ زمزم بھر گیا، شہر اور مضافات کے تیس ہزار بے قصور افراد کو موت کی نیند سلا دیا، جن میں سترہ سو حاجی اور سات سو طواف کرنے والے بھی شہید ہو گئے، اس نے یہ سارا کھیل میزابِ رحمت یعنی کعبہ شریف کا پرنالہ جو سونے کا تھا، اُکھاڑنے، مقامِ ابراہیم اور حجرِ اسود چوری کرنے کی نامشکور جسارت کے لیے کھیلا تھا۔ دو آدمی اس مذموم حرکت کے لیے کعبہ شریف پر چڑھے، مگر آن واحد میں سر کے بل زمین پر گر کر واصلِ جہنم ہو گئے، مقامِ ابراہیم تو اس کے دست تصرف سے مامون رہا، کیوں کہ خدام حرم نے اُسے پہاڑ کی گھاٹی میں کہیں چھپا دیا تھا، مگر ۱۴/ ذوالحجہ ۳۱۷ھ بروزِ اتوار عصر کے وقت جعفر بن حلاج نے ابوطاہر کے حکم سے حجرِ اسود کو کدال سے اُکھاڑ لیا، اس پر کئی ضربیں لگائیں جس سے کچھ ریزے ٹوٹ گئے- وہ حجر اسود کو اپنے ساتھ بحرین لے گئے، اور اس کی جگہ خالی رہ گئی۔

علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ رقم طراز ہیں: ''ابوطاہر نے کعبۃ اللہ کا دروازہ اکھاڑ پھینکا، غلافِ کعبہ کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے فوجیوں میں بانٹ دیا، حجرِ اسود کو اکھاڑ کے ساتھ لے گیا، اہلِ مکہ کے گھر بار اور مال و متاع کو لوٹ لیا، اس نے روانگی کے وقت یہ اعلان کر دیا کہ آئندہ سے حج اس کے ہاں ہوا کرے گا۔''

خلافتِ مستکفی کے امراء نے بے حد کوشش کی کہ کسی طرح حجرِ اسود واپس آجائے، انہوں نے پچاس ہزار دینار سرخ کی پیش کش بھی کی، مگر قرامطی ٹس سے مس نہ ہوئے۔ وہ (ابوطاہر) اس خیالِ فاسد پر قائم تھا کہ یہ ناپاک جسارت اپنے امام عبیداللہ المہدی والی افریقہ کی خوشنودی کے لیے کر رہا ہے، لیکن جب منصور اسماعیل نے قیروان سے حجرِ اسود کی واپسی کا مطالبہ شدت سے کیا اور ادھر عبیداللہ المہدی نے بھی ابوطاہر کو سختی سے ڈانٹا کہ اگر حجرِ اسود واپس نہ کرو گے تو پھر جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ، اس لیے مجبوراً ۳۳۹ھ میں واپس کرنا پڑا، جبکہ اس سے قبل خلافتِ مستکفی کی جانب سے پچاس ہزار دینار کے عوض بھی واپسی کا مطالبہ مسترد کر دیا گیا تھا۔ (ابن خلدون، ج:۵، ص:۱۹۶)

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ: ''یہ ظالم ابوطاہر چیچک کے عارضہ میں مبتلا ہوا، اس کا جسم پھٹ گیا اور نہایت ذلت کے ساتھ مرا۔'' (اعلام الاعلام، ص:۱۶۵، مرقات، ج:۵، ص:۳۲۰)--------طواف کی ابتدا حجرِ اسود کے استلام سے ہوتی ہے، یہ جنت کا پتھر ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے گناہ جذب کرنے کی عجیب تاثیر رکھی ہے، چنانچہ نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس وقت حجر اسود جنت سے اترا تو وہ دودھ سے زیادہ سفید تھا، پھر آدمیوں کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا''۔ (رواہ الترمذی ۸۷۷، الترغیب والترہیب:۲۷۰)

ترمذی شریف کی ایک روایت میں ہے کہ ''حجرِ اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوتوں میں دو یاقوت ہیں، اگر اللہ تعالیٰ ان کی روشنی کو ختم نہ فرماتے تو یہ پوری زمین و آسمان کو روشن کر دیتے''۔ (ترمذی شریف:۸۷۷، الترغیب والترہیب:۲۷۰)

نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس حجرِ اسود کو اپنے عملِ خیر کا گواہ بنا لو؛ کیوں کہ قیامت کے دن یہ سفارشی بن کر (اللہ کے دربار میں) اپنے استلام کرنے والوں کے لیے سفارش کرے گا، اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے''۔ (رواہ الطبرانی فی الاوسط عن عائشہؓ، الترغیب والترہیب:۲۷۰)

آپ خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو شخص حجرِ اسود کو ہاتھ لگائے تو گویا وہ اللہ تعالیٰ سے مصافحہ کر رہا ہے''۔ (رواہ ابن ماجہ ۲۹۵۷، الترغیب والترہیب:۲۶۸)

حجر اسود کو بوسہ دے کر طواف شروع کیا جاتا ہے، اگر بھیڑ کا موقع نہ ہو اور سہولت سے بوسہ لینا ممکن ہو تو قریب جا کر بوسہ لیں، اور اگر بھیڑ زیادہ ہو تو دور ہی سے استلام کر لیں، اس سے بھی بوسہ کے برابر ہی ثواب ملتا ہے۔

چاہِ زمزم

حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے۔حضرت اسحاقؑ ،حضرت سارہؓ کے بطن سے تھے۔اور حضرت اسماعیلؑ،حضرت حاجرہؓ کے بطن سے تھے۔حضرت ابراہیمؑ کو اللہ تعالی نے حکم دیا کہ حضرت اسماعیلؑ کو مکہ کی وادی میں چھوڑ دو- اس حکم کی بجا آوری میں حضرت ابراہیمؑ اپنی بیوی حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ کو مکہ چھوڑنے کے لئے آئے۔حضرت ابراہیمؑ اوران کی بیوی حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ براق پر سوار ہو کر مکہ آئے۔راستے میں جہاں کہیں پانی اور آبادی دیکھتے حضرت ابراہیمؑ وہاں رکنے کا ارادہ فرماتے۔لیکن جبرائیلؑ فرماتے: "یہ وہ جگہ نہیں ہے"- جب مکہ میں حضرت جبرائیلؑ نے براق کو اتارا تو حضرت ابراہیمؑ یہ دیکھ کر کہ یہاں نہ آبادی ہے نہ پانی پریشان ہوئے۔لیکن حکم خداوندی ان کے سامنے اولین چیز تھی۔اس لئے یہاں اتر گئے۔کچھ دن حضرت ابراہیمؑ نے وہاں قیام کیا پھر بحکم خداوندی حضرت حاجرہؓ اور حضرت اسماعیلؑ کو چھوڑ کر واپس شام چلے گئے۔

حضرت ابراہیمؑ کے جانے کے بعد حضرت حاجرہؑ کے پاس جب پانی ختم ہو گیا۔تو وہ پریشان ہوئیں۔اس پریشانی میں انہوں نے صفا مروہ کی پہاڑی پر چکر لگانے شروع کئے۔اس دوران حضرت جبرائیلؑ تشریف لائے۔اور انہوں نے اللہ کے حکم سے حضرت اسماعیلؑ کی ایڑیوں کے نیچے سے پانی کا ایک چشمہ جاری کیا۔حضرت حاجرہؑ نے بچے کو اس چشمے سے پانی پلایا اور خود بھی پی کر پیاس بجھائی۔یہ آب زم زم تھا- آب زم زم کی یہ خاصیت ہے کہ یہ بھوک اور پیاس دونوں مٹاتا ہے اور جس نیت سے پیا جائے وہ نیت پوری ہوتی ہے۔پانی دیکھ کر قافلے یہاں آ کر آباد ہوتے رہے آبادی بڑھتی رہی۔حضرت حاجرہؑ اور حضرت اسماعیلؑ بھی یہاں رہتے رہے-حضرت اسماعیلؑ یہاں پر پلے بڑھے- پھر حضرت ابراہیمؑ کو خانہ کعبہ کی تعمیر کا حکم ہوا۔

حضرت اسحاقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ تھے۔حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا۔حضرت یعقوبؑ کے بارہ بیٹے تھے۔یہ بنی اسرائیل کہلائے۔پھر ان کی نسل اتنی بڑھی کہ یہ لوگ پورے حجاز میں پھیل گئے۔ان کے بیٹے قیدار کی اولاد میں عدنان ہوئے۔عدنان کے بیٹے کا نام معد اور پوتے کا نام نزار تھا۔نزار کے چار بیٹے تھے۔ان میں سے ایک کا نام مضر تھا۔مضر سے الیاس، الیاس سے مدرکہ، مدرکہ سے خزیمہ، خزیمہ سے کنانہ، کنانہ سے نضر پیدا ہوئے-نضر کی نسل سے قریش بن مالک پیدا ہوئے۔یہ فہر بن مالک بھی کہلائے۔پھر قریش کی اولاد مختلف قبائل میں بٹ گئی۔ان میں سے ایک کی اولاد قصی نے اقتدار حاصل کیا۔قصی کے آگے تین بیٹے ہوئے۔ان میں سے ایک عبد مناف تھے۔جن کی اگلی نسل میں ہاشم پیدا ہوئے۔

ہاشم نے مدینہ کے ایک سردار کی لڑکی سے شادی کی۔ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا۔جس کا نام شیبہ تھا- یہ پیدا ہی ہوا تھا کہ ہاشم کا انتقال ہو گیا۔ہاشم کے انتقال کے بعد ان کے بھائی مطلب مکہ کے حاکم ہوئے۔ہاشم کا بیٹا مدینہ میں پرورش پاتا رہا۔جب مطلب کو معلوم ہوا کہ وہ جوان ہو گیا ہے تو وہ بھتیجے کو لینے خود مدینہ گئے۔اسے لے کر مکہ پہنچے تو لوگوں نے خیال کیا کہ یہ نوجوان ان کا غلام ہے۔مطلب نے بتایا کہ "یہ ہاشم کا بیٹا اور میرا بھتیجا ہے" -اس کے باوجود لوگوں نے اس کو غلام ہی کہنا شروع کر دیا اس طرح شیبہ کو عبد المطلب کہا جانے لگا۔اُنہیں عبد المطلب کے ہاں ابو طالب، حمزہ، عبد اللہ، ابولہب، حارث اور عبد الرحمن پیدا ہوئے۔

عبد المطلب کے تمام بیٹوں میں عبد اللہ سب سے زیادہ خوبصورت تھے۔اور عبد اللہ کے بیٹے ہمارے نبی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ ہیں-

آب زم زم کا کنواں جو حضرت اسماعیلؑ کے زمانے میں جاری ہوا تھا۔وہ آہستہ آہستہ خشک ہوتا رہا۔اور پھر بالکل خشک ہو گیا۔اسے جراہم کے سردار مضاض نے پاٹ دیا تھا۔بات یہ تھی کہ اس وقت قبیلہ جراہم کے لوگ مکہ کے سردار تھے بیت اللہ کے نگران تھے۔انہی میں سے کچھ لوگوں نے بیت اللہ کی بے حرمتی شروع کر دی۔مضاض بن عمرو ان کے سردار تھا۔وہ اچھا آدمی تھا۔اس نے اپنے قبیلے کو بہت سمجھایا کہ بیت اللہ کی بے حرمتی نہ کرو۔لیکن اس کے قبیلے کے لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔جب مضاض نے دیکھا کہ قوم پر کوئی اثر نہیں ہو رہا۔تو اس نے قوم کو چھوڑ کر جانے کا فیصلہ کر لیا۔اس نے تمام مال و دولت، تلواریں اور زرہیں وغیرہ خانہ کعبہ سے نکال کر زم زم کے کنویں میں ڈال دیں اور مٹی سے اس کو پاٹ دیا۔کنواں اس سے پہلے خشک ہو چکا تھا۔اب اس کا نام و نشان بھی مٹ گیا۔

مدتوں یہ کنواں بند پڑا رہا۔اس کے بعد بنو خزاعہ نے بنو جراہم کو وہاں سے مار بھگایا۔بنو خزاعہ اور قصن کی سرداری کا زمانہ اس حالت میں گزرا- کنواں بند رہا یہاں تک کہ قصا کے بعد عبد المطلب کا زمانہ آ گیا۔

بیہقی نے زہری سے روایت کیا ہے کہ عبد المطلب کے تذکرے میں پہلا واقع یہ بیان ہوا ہے کہ اکثر قریش مکہ اصحاب فیل سے ڈر کر مکہ سے چلے گئے۔مگر حضرت عبد المطلب نے فرمایا: ’’ خدا کی قسم میں حرم سے ہرگز نہ نکلوں گا اور نہ خدا کے سوا کسی کی مدد چاہوں گا‘‘۔اس کے بعد وہ بیت اللہ کے پاس بیٹھ گئے۔اور دعا کرنے لگے۔’’

اے خدا! ہر ایک اپنے گھر کی حفاظت اور مدافعت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی دشمنوں سے حفاظت فرما''۔ پھر وہ صبر و استقامت کے ساتھ بیت الحرم میں ٹھہرے رہے حتی کے بے شمار دیو پیکر ہاتھیوں والا لشکر حرم کی حفاظت کرنے والی چڑیوں کے ذریعے خس و خاشاک ہوگیا۔(ہاتھیوں کا لشکر ابابیل کی چھوٹی چھوٹی کنکریوں سے سنگسار کروا دیا گیا تمام ہاتھی اور ہاتھی سوار مارے گئے)۔اس کے بعد قریش اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔اور عبدالمطلب کی عظمت اُن کے اِس کردار کی وجہ سے دو چند ہوگئی۔

ابن اسحاق اور بیہقی نے حضرت علی بن ابی طالبؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عبدالمطلبؓ حجر اسود کے قریب سو رہے تھے کہ کسی نے ان سے کہا ''برہ'' کو کھودو۔انہوں نے پوچھا "برہ کیا ہے"؟ مگر کہنے والا ان کے پاس سے چلا گیا-دوسرے دن جب وہ پھر اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا ''المضنونہ'' کو کھودو ''-انہوں نے پوچھا ''مضنونہ کیا ہے؟'' مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا۔تیسرے دن جب وہ اسی جگہ سوئے تو کسی نے ان سے کہا ''طیبہ'' کو کھودو۔انہوں نے پوچھا ''طیبہ کیا ہے''؟ مگر وہ ان کے پاس سے چلا گیا چوتھے دن وہ اسی جگہ پر سوئے تو کسی نے ان سے کہا ''چاہ زمزم کھودو'' انہوں نے کہا ''زم زم کیا ہے''؟ اس نے بتایا ''اس کا پانی نہ کم ہوگا نہ اپنی جگہ سے ہٹے گا''۔جب حضرت عبدالمطلب بیدار ہوئے تو انہوں نے '' اللہ سے دعا کی کہ اے خدا مجھے اس کنویں کا مقام ظاہر فرما دے''-

چنانچہ پھر خواب میں راہنمائی فرمائی گئی کہ تم اس پوشیدہ مقام کو کھودو جو ''فرث ادروم'' کے مابین مخفی ہے اور وہ غراب اعظم (کوئے) کے چونچ مارنے کی جگہ ہے۔اور وہ جگہ قریۃ النمل میں سرخ پتھروں کے نیچے ہے-

اس کے بعد عبدالمطلب اٹھ کر گئے۔اور مسجد حرام میں بیٹھ کر بتائی ہوئی علامات کا انتظار کرنے لگے۔اور مقام ''خرورہ'' میں گائے ذبح کی-گائے کے ذبح کرتے ہوئے ابھی گائے میں کچھ جان باقی تھی کہ وہ ذبح کرنے والوں کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔اور پھر مسجد حرام کے نزدیک چاہ زم زم کے قریب آکر گر گئی۔اس کو وہیں مکمل طور پر ذبح کیا گیا، گوشت بنایا گیا اور اٹھایا گیا۔کہ دفعتہً خون اور اوجھ پر ایک کوا آیا اور قریۃ النمل کی جگہ بیٹھا چونچ ماری (قریۃ النمل یعنی وہ جگہ جہاں چیونٹیوں نے اپنے گھر بنا رکھے تھے) یہ عمل دیکھ کر عبدالمطلب اٹھے اور اسی مقام پر کھدائی شروع کر دی۔

چاہ زم زم کی کھدائی کا کام بہت مشکل تھا۔اس وقت حضرت عبدالمطلب کے بڑے بیٹے حارث کھدائی میں شریک تھے۔حضرت عبدالمطلب نے اس وقت نذر مانی کہ'' اے اللہ تو مجھے اگر 10 بیٹے دے اور میں ان کو دیکھ لوں۔تو اس کھدائی کے آسان کرنے کی وجہ سے ان میں سے ایک بیٹا میں قربان کردوں گا۔تو کھدائی کو ہمارے لئے آسان کردے''۔اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے کھدائی میں آسانی فرمادی۔یہاں تک کے پھر پانی سطح آب تک پہنچ گیا-قریش آئے تو انہوں نے یہ سب کچھ دیکھا اور دریافت کیا "عبدالمطلب یہ کیا کر رہے ہو"؟ عبدالمطلب نے فرمایا۔"میں اس کنویں کو کھود رہا ہوں جو پاٹ دیا گیا تھا"۔حضرت عبدالمطلب نے اس کے گرد حوض بنایا۔وہ حوض زمزم کے پانی سے بھر گیا۔اس حوض سے حجاج پانی پینے لگے۔یہ دیکھ کر قریش کے لوگ حسد کرنے لگے۔حاسد لوگ رات کو اس حوض کو توڑ دیتے تھے۔اور صبح کو عبدالمطلب اس کو درست کردیا کرتے تھے۔جب حاسدوں کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو عبدالمطلب نے اللہ سے دعا کی۔جس کے جواب میں ان کو خواب میں بتایا گیا کہ ''ہم سے ان الفاظ میں دعا کرو۔اے رب تعالیٰ! میں اس زم زم کے پانی کو نہانے والوں کے لئے حلال نہیں کروں گا۔یہ پانی صرف پینے والوں کے لئے حلال ہے۔یہ تیرا ہے۔اور تو ہی اس کی حفاظت فرمانے والا ہے''۔

اس کے بعد وہ اٹھ کر گئے اور خواب کی عین ہدایت کے مطابق دعا کی اور اس بات کی منادی کروادی۔

اس کے بعد جس کسی نے زم زم کے حوض کو خراب کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے جسم میں کوئی بیماری پیدا کردی۔بالآخر وہ حوض کے پانی کو خراب کرنے اور اس کے پانی میں غسل کرنے سے باز آگئے۔

پھر تمام لوگ کہنے لگے "اے عبدالمطلب اس پر ہمارا بھی حق ہے کیونکہ یہ کنواں ہمارے باپ اسماعیلؑ کے تصرف میں آیا تھا"۔حضرت مطلب نہ مانے تو فیصلہ ہوا کہ شام میں ایک کاہنہ بنی ساعد کی رہتی ہے۔اس سے فیصلہ کرواتے ہیں۔اب عبدا مطلب کے خاندان کے کچھ افراد اور قریش کے دوسرے قبائل میں سے ایک ایک فرد شام کے لئے قافلے کی صورت میں روانہ ہوا۔راستہ میں ریگستان تھا۔اتنے لمبے راستہ کا اندازہ نہ تھا۔ریگستان میں پہنچ کر پانی ختم ہوگیا۔یہ لوگ مرنے کے قریب پہنچ گئے۔انہوں نے فیصلہ کیا کہ سب مل کر ایک ایک گڑھا کھودتے ہیں جب ہم میں سے کوئی مرے تو باقی لوگ اسے گڑھے میں دفن کردیں۔اس طرح کم از کم سب لوگ ریگستان میں سڑنے سے بچ جائیں گے۔جو آخری فرد بچے گا۔وہ بے دفن رہ جائے۔چنانچہ سب نے اپنے اپنے گڑھے کھود لئے۔اس کے بعد ساتھیوں نے کہا کہ "ہم خدا کا نام لے کر چلتے ہیں۔ایک کوشش اور کرتے ہیں"۔عبدالمطلب نے ساتھیوں سے کہا "پھر اٹھ کھڑے ہو"۔چنانچہ وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔جب حضرت عبدالمطلب کھڑے ہوئے تو ان کے پاؤں کے نیچے پانی تھا-انہوں نے سب کو پانی دکھایا۔سب نے دیکھا اور زمین کو کھودا پھر اپنے پینے کے لئے پانی نکال لیا-سب لوگوں نے خوب سیر ہوکر

پانی پیا- اپنے مشکیزوں میں بھی پانی بھرا۔ عبدالمطلب کے ہم سفر سارے ساتھی اس خدا ساز آب رسانی کی وجہ سے بہت متاثر ہوئے۔انہوں نے کہا’’ اے محترم ہاشمی سردار! اللہ نے آب زم زم کا فیصلہ آپ کے حق میں کر دیا ہے، آؤ لوٹ چلیں- چاہ زم زم آپ کا ہی حق ہے۔اس معاملے میں اب ہمارا آپ کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں رہا‘‘۔ قریش کے لوگ پہلے ہی زم زم سے دستبردار ہو چکے تھے۔لوگ پانی پیتے رہے اور اس طرح ماہ و سال گذرتے رہتے۔یہ پانی صرف پینے کے لئے استعمال ہوتا رہا کیونکہ حضرت عبدالمطلب نے یہ منادی بھی کروا دی تھی کہ آب زم زم صرف پینے کا پانی ہے یہ نہ تو جانوروں کو نہلانے و پلانے میں استعمال کیا جائے گا۔اور نہ ہی کسی دوسرے مصرف میں استعمال کیا جائے گا۔اب اولاد عبدالمطلب میں اضافہ ہوتا رہا۔

آب زم زم پورے زور وشور سے نکلنا شروع ہو گیا تھا۔تمام عرب میں اس پانی کی تعریف اور دھوم مچی ہوئی تھی۔اور عبدالمطلب کے 10 بیٹے ہو گئے تھے۔ان تمام کاموں کے ختم کرنے کے بعد حضرت عبدالمطلب کو اپنی نذر کا خیال آیا کہ میں نے ایک بیٹا قربان کرنے کی نذر مانگی تھی۔اس کے بعد عبدالمطلب نے دعا کی۔

"اے باری تعالیٰ !میں نے اپنی اولاد میں سے ایک فرزند کو قربان کرنے کی نذر مانی تھی۔لہذا اب میں قرعہ اندازی کرتا ہوں"۔قرعہ حضرت عبداللہ کے نام کا نکل آیا۔حضرت عبدالمطلب نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور درخواست کی "خدایا! کیا عبداللہ کی قربانی تجھے مطلوب ہے یا میں سو اونٹوں کی قربانی دے دوں"؟۔اس کے بعد انہوں نے عبداللہ اور 100 اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ سو اونٹوں پر نکل آیا۔یہ دیکھ کر انہوں نے دو مرتبہ قرعہ اندازی اور کی، دونوں مرتبہ قرعہ سو اونٹوں پر نکلا۔پھر انہوں نے عبداللہ کی بجائے 100 اونٹوں کی قربانی کی۔

حاکم ابن جریر اور اُموی نے اپنے مغازی میں بروایت صنا بحی حضرت معاویہؓ سے روایت کی ہے کہ ہم رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک دیہاتی نے آ کر کہا:" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سرسبزی ناپید، پانی خشک، اہل وعیال تباہ، اور مال ضائع ہو چکے ہیں۔اے دو ذبیحوں کے فرزند اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو جو کچھ دیا ہے اس میں سے کچھ مجھے بھی دیجئے‘‘۔اس بات کو سن کر آپ خاتم النبیین ﷺ نے تبسم فرمایا۔لوگوں نے حضرت معاویہؓ سے پوچھا ’’اے امیر المومنین وہ دو ذبیح کون سے ہیں‘‘؟ تو انہوں نے کہا" جناب عبدالمطلب کو جب زم زم کھودنے کا حکم فرمایا گیا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر یہ کام مجھ پر آسان ہو گیا تو اپنے بیٹوں میں سے ایک کی قربانی دوں گا۔پھر جب وہ اس کام سے فارغ ہوئے تو اپنے فرزندوں کے ناموں سے قرعہ اندازی کی اور قرعہ حضرت عبداللہ کے نام کا نکلا۔اب انہوں نے ان کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حضرت عبداللہ کی ممانیاں جو بنی مخزوم سے تھیں مانع آئیں اور زور دیا کہ اپنے بیٹے کو عوض فدیہ دے کر اللہ تعالیٰ کو راضی کریں۔تو انہوں نے سو اونٹوں کی قربانی دی ۔ایک ذبیح تو یہ ہوا۔اور دوسرا ذبیح حضرت سیدنا اسمٰعیلؑ ہیں‘‘۔

آب زم زم کا پانی کہاں سے آ رہا ہے؟:-عالمی تحقیقاتی ادارے کئی دہائیوں سے اس بات کی کھوج لگانے میں مصروف ہیں کہ آب زم زم میں پائے جانے والے خواص کی کیا وجوہات ہیں؟ اور ایک منٹ میں 720 لیٹر پانی کہاں سے آ رہا ہے؟ جبکہ مکہ شہر میں زمین کے اندر سینکڑوں فٹ کی گہرائی کے باوجود پانی نہیں ہے۔موجودہ دور میں جاپان نے ٹیکنالوجی میں سب سے زیادہ ترقی کی ہے۔جاپانی تحقیقاتی ادارے نے اس تحقیق میں کہا ہے کہ’’ آب زم زم کا ایک قطرہ بھی عام پانی میں شامل کر دیا جائے تو اس کے خواص بھی آب زم زم والے ہو جاتے ہیں۔چاہے پانی کی کتنی ہی مقدار کیوں نہ ہو‘۔آب زم زم کا ایک بلور دنیا کے کسی بھی خطے میں پائے جانے والے بلور سے مشابہت نہیں رکھتا۔

ایک اور انکشاف میں یہ بتایا گیا ہے کہ ری سائیکلنگ (Recycling) سے بھی آب زم زم کے خواص کو تبدیل نہیں کیا جا سکتا۔آب زم زم میں معدنیات کے تناسب کا ملی گرام فی لیٹر جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سوڈیم 135، کیلشیم 96، پوٹاشیم 43.3، بائی کاربونیٹ 195.4، کلورائیڈ 163.3، فلورائیڈ 0.72، نائیریٹ 124.8 اور سلفیٹ 124 ملی گرام فی لیٹر موجود ہے۔

آب زم زم کے کنویں کی مکمل گہرائی 99 فٹ ہے- آب زم زم کے چشموں سے کنویں کی تہہ تک فاصلہ 17 میٹر ہے کنویں سے جتنا بھی پانی نکال لیا جائے صرف 11 منٹ میں کنواں دوبارہ بھر جاتا ہے-ان تمام باتوں کے علاوہ دنیا کے تمام کنووں میں کائی کا جم جانا، مختلف قسم کی جڑی بوٹیوں اور خودرو پودوں کا اُگ جانا، نباتاتی اور حیاتیاتی افزائش یا مختلف اقسام کے حشرات کا پیدا ہو جانا۔ایک عام سی بات ہے اور ان باتوں سے پانی کا رنگ اور ذائقہ بدل جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی نوازش اور اس کا کرشمہ دیکھئے چار ہزار سال سے (کنویں میں) آب زم زم کے کنویں میں نہ کائی جمتی ہے، نہ نباتاتی اور حیاتاتی افزائش ہوتی ہے، نہ پانی کا رنگ تبدیل ہوتا ہے اور نہ ذائقہ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ انمول تحفہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی وساطت سے ہمیں نصیب ہوا ہے اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔(الحمدللہ)

****

مدینہ منورہ

جب مدینے کی بات ہوتی ہے
رقص میں کائنات ہوتی ہے

جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے مکہ سے مدینے میں ہجرت کی تو اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی یا اللہ آپ کے محبوب ترین شہر سے نکلا ہوں اب مجھے اپنے سب سے پسندیدہ شہر لے چلیئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور اپنے فضل وکرم سے آپ خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ آئے۔ پس مدینہ منورہ اللہ تعالیٰ کا سب سے پسندیدہ شہر ٹھہرا۔ اسی وجہ سے فتح مکہ کے بعد بھی رسول اکرم خاتم النبیین ﷺ نے اپنی باقی زندگی مدینہ منورہ میں ہی گزارنا پسند فرمائی۔ یاد رہے کہ سب شہر تلوار کے زور سے فتح ہوئے لیکن مدینہ منورہ ایک ایسا شہر ہے جو قرآن پاک کی تعلیمات سے ہرا بھرا ہوا۔ جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ سے باہر کسی سفر میں جاتے تو واپسی کے سفر میں مدینہ شہر میں داخل ہوتے ہی اپنی سواری تیز کر دیتے اور اپنے چہرے مبارک سے کپڑا ہٹا دیتے۔ تا کہ مدینہ منورہ کی ہوا سے لطف اندوز ہوسکیں۔ راستے میں گرد وغبار کی وجہ سے چہرہ مبارک سے کپڑا نہ ہٹاتے۔ کیونکہ مدینہ کی خاک میں بھی شفا ہے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو تلقین فرمائی کہ مدینہ منورہ ہی میں موت کی دعا کیا کریں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جس کو مدینہ میں موت آئے گی میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا'' علماء کا کہنا ہے کہ جو فرمانبردار ہوں گے آپ خاتم النبیین ﷺ ان کی گواہی دیں گے اور گناہ گاروں کی شفاعت فرمائیں گے۔ اسی وجہ سے حضرت عمرؓ اکثر دعا فرمایا کرتے تھے۔ ''اے اللہ مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرمانا اور رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے شہر میں موت نصیب فرمانا ''۔ (بخاری شریف)

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے دعا فرمائی ''یا اللہ ابراہیم تیرے بندے تیرے دوست اور تیرے نبی تھے انہوں نے مکہ مکرمہ کے لیے دعا کی میں بھی تیرا بندہ اور رسول خاتم النبیین ﷺ ہوں۔ میں وہی دعا مدینہ منورہ کے لیے کرتا ہوں۔ اے اللہ مدینہ والوں کو مکہ والوں کی نسبت دگنی برکت عطا فرما اور ان کے ''مد وصاع ''(ناپ تول کے پیمانے) میں بھی برکت عطا فرما"۔ (بخاری)

مدینہ منورہ ہر شخص کو اس کے گناہوں کو دور کرنے میں ایسے ہی مدد دیتا ہے جیسے بھٹی چاندی کو صاف وشفاف کرتی ہے۔ مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ اور مسجد قبا جن کی بنیاد خالصتاً! تقویٰ اور اللہ کی رضا اور خوشنودی پر رکھی گئی ہے مدینہ منورہ ہی میں ہیں۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کا منبر مبارک قیامت کے دن جنت میں داخلہ کے لیے سیڑھی بھی ہوگی اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے منبر اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے روضہ مبارک کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ دجال مدینہ منورہ کی حدود میں داخل نہ ہو سکے گا- (بخاری)

رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا'' مدینہ والوں کی عزت کرو، کیونکہ میں نے نہ صرف مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی ہے بلکہ میری قبر بھی مدینہ میں ہوگی اور میں قیامت کے دن مدینہ منورہ ہی سے اٹھوں گا۔ پس اہل مدینہ کے حقوق کا خیال رکھو کیونکہ وہ میرے پڑوسی ہیں۔ تم پر واجب ہے کہ میرے پڑوسیوں کی غلطیوں اور لغزشوں کو نظر انداز کرو۔ اگر کوئی شخص میرے پڑوسیوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھے گا تو میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا''۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔ وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہونگے جن پر خدا نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے''۔ (سورہ النساء، آیت نمبر 69)

محمد خاتم النبیین ﷺ کا دارلسلام اللہ اللہ
وہ بارانِ فیض دوام اللہ اللہ

مدینہ منورہ کی مساجد:-

مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ: نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے مسجد نبوی کی بنیاد رکھی اور فرمایا ''میری مسجد میں نماز ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔ سوائے مسجد حرام کے-" (صحیح بخاری)

زائرین مسجد کو مسجد نبوی کے آداب کا خاص خیال رکھنا چاہیے:۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت دایاں پاؤں پہلے داخل کرے اور یہ دعا کرے۔

بِسمِ اللہِ وَ السَّلام ’’ عَلٰی رَسُولِ اللہِ اَللّٰھُمَّ افْتَح لِی ابْوابَ رَحْمَتِکَ وَ سَھِّلْنَا اَبْوَابَ رِزْقِکَ

اور پھر اعتکاف کی نیت کرے کہ جب تک مسجد میں رہوں اعتکاف کی نیت کرتا ہوں۔ مسجد میں سکون اور آداب سے چلے۔ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے، دروازوں اور گزرگاہوں میں نہ بیٹھے۔ تحیۃ المسجد 2 رکعت پڑھے پھر دو رکعت ریاض الجنۃ میں ادا کرے اور اس کے بعد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر صلوۃ وسلام عرض کرے۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت، نکلتے وقت اور صلوٰۃ وسلام پیش کرتے وقت خیال رکھے کہ دوسروں کو دھکا نہ دے، رش کے دنوں میں سلام پیش کرنے کے لیے مناسب وقت کا انتظار کرے۔ سلام عرض کرنے کے بعد قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔

مسجد نبوی شریف کا اندرونی حصہ:-

یوں تو مسجد کا چپہ چپہ مبارک ہے لیکن بعض ستونوں اور محرابوں کا بیان ضروری ہے یاد رہے کہ موجودہ مسجد کے ستون اسی جگہ پر ہیں جہاں پر رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے زمانے میں تھے۔

ستون:- مسجد نبوی شریف میں آٹھ ستون ہیں-

1۔استوانہ حنانہ	2۔استوانہ عائشہؓ	3۔استوانہ ابی لبابہؓ	4۔استوانہ وفود
5۔استوانہ حرس	6۔استوانہ سریر	7-استوانہ تہجد	8-استوانہ جبرائیلؑ

استوانہ تہجد اور استوانہ جبرائیلؑ (روضہ مبارک کے اندر ہیں-)

استوانہ وفود، استوانہ حرس اور استوانہ سریر (نصف روضہ مبارک کے اندر اور نصف روضہ مبارک کے باہر ہیں-)

ستونوں کی فضیلت:-

1۔ استوانہ حنانہ کی فضیلت:- اسے ستون مصحف اور ستون مخلقہ بھی کہا جاتا ہے- یہ ستون اس کھجور کے تنے کی جگہ پر ہے جس کے پاس نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے اور منبر بنائے جانے سے پہلے خطبہ کے دوران اس کا سہارا لیا کرتے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا" آقا پسند فرمائیں تو آپ خاتم النبیین ﷺ کے لیے منبر بنا دیں۔ جس پر آپ خاتم النبیین ﷺ جمعہ والے دن خطبہ دیا کریں تا کہ سب لوگ آپ خاتم النبیین ﷺ کو دیکھ سکیں اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی آواز سن سکیں"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اثبات میں جواب دیا تو تین سیڑھیاں بنا دی گئیں اور انہیں اس جگہ رکھا گیا جہاں آج منبر ہے۔ جمعہ کے روز جب آپ خاتم النبیین ﷺ اس تنے سے آگے بڑھے کہ منبر پر کھڑے ہوں۔ تو اس تنے نے چلانا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا - اس کی آواز سن کر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ منبر سے اترے اور اس پر ہاتھ پھیرا تو اس کو سکون آیا۔ پھر آپ خاتم النبیین ﷺ منبر پر تشریف لے گئے۔ لیکن نماز اسی ستون کے پاس ادا فرماتے بخاری کی روایت ہے کہ جب آپ خاتم النبیین ﷺ ممبر پر کھڑے ہوئے تو ہم نے اس تنے سے 10 ماہ کی حاملہ اونٹنی جیسی رونے کی آواز سنی- (صحیح بخاری: 5585 -سنن ابن ماجہ:1414)

حضرت حسن بصریؒ جب یہ حدیث بیان کرتے تو رو پڑتے اور فرماتے ’’اللہ کے بندو یہ سوکھی لکڑی نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی محبت میں تڑپتی تھی ہم لوگوں کو آپ خاتم النبیین ﷺ کی زیارت اور آخرت میں ملاقات کا شوق اس سے زیادہ ہونا چاہیے ‘‘۔

2۔استوانہ عائشہؓ کی فضیلت:- اس پر لکھا ہے (ھذا استوانہ عائشہ) اسے ستون قرعہ بھی کہتے ہیں- اس کا یہ نام اس لیے ہے کہ حضرت عائشہؓ نے جگہ متعین کر کے بتائی۔ جبکہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے صرف اتنا بتایا تھا کہ مسجد میں ایک جگہ ایسی ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہاں نماز کی ادائیگی کے لیے آپس میں قرعہ اندازی کریں۔ صحابہ کرامؓ کے بچوں کی ایک جماعت نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا" اُم المومنین وہ جگہ کون سی ہے "؟ آپ خاموش رہیں تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ بچے چلے گئے۔ صرف ان کے بھانجے عبداللہ بن زبیر بیٹھے رہ گئے۔ ان حضرات نے آپس میں کہا کہ ہوسکتا ہے کہ اب اُم المومنین عبداللہ کو بتا دیں۔ خیال رکھنا ہے کہ وہ آج نماز کہاں ادا کرتے ہیں؟ کچھ دیر کے بعد وہ نکلے اور اس ستون کے پاس نماز ادا کی۔ ان کے ساتھی سمجھ گئے کہ حضرت عائشہؓ نے انہیں یہ جگہ متعین کر کے بتائی ہے۔ اور وہ ستون۔ ستون عائشہ کے نام سے متعارف ہوا (مجمع الزوائد 10/4)

3۔استوانہ ابی لبابہؓ کی فضیلت:۔ اس پر لکھا ہے (ھذ ا استوانہ ابی لبابہ) اسے ستون توبہ بھی کہا جاتا ہے۔یہ ممبر شریف سے چوتھا ستون ہے۔اس ستون ابی لبابہ کا قصہ یہ ہے کہ جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے بنوقریظہ یہودیوں کی غداری کی وجہ سے ان کا محاصرہ کیا تو یہودیوں نے عرض کیا"ابو البابہ کو ہمارے پاس بھیج دیں۔ ہم ان سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں (ابولبابہ یہودی تھے جو بعد میں اسلام لے آئے تھے)"۔جب ابولبابہ ان لوگوں کے پاس گئے تو انہوں نے کہا" ابولبابہ تمہارا کیا خیال ہے ہم محمد خاتم النبیین ﷺ کا فیصلہ تسلیم کرلیں"۔ابولبابہ نے (زور سے کہا)"ہاں تسلیم کرلو"۔لیکن ساتھ ہی گلے پر انگلی رکھ کر اشارہ کیا کہ ذبح کردیئے جاؤ گے (یعنی ماردیئے جاؤ گے) لیکن ایسا کرتے ہی انہیں احساس ہوگیا کہ انہوں نے راز فاش کردیا ہے اور یہ راز فاش کرکے میں اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ خیانت کا مرتکب ہوگیا ہوں۔لیکن اس کے بعد آقا خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں آنے کی ہمت تو نہ ہوئی۔سیدھے مسجد نبوی میں گئے اور ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا۔اور فیصلہ کرلیا کہ اب نہ کھانا کھاؤں گا نہ اس جگہ سے ہٹوں گا۔جب تک کہ اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمائے۔وہ نو دن اسی حالت میں رہے اور توبہ کرتے رہے۔بار بار بے ہوش ہوکر گرجاتے تھے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے ان کی توبہ قبول کرنے کی بشارت دی۔آپ خاتم النبیین ﷺ مسکرائے۔یہ دیکھ کر حضرت ام سلمہؓ نے پوچھا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ اللہ تعالیٰ آپ خاتم النبیین ﷺ کو ہمیشہ مسکراتا ہوئے رکھے لیکن یہ بتایئے کہ ابھی آپ خاتم النبیین ﷺ کس بات پر تبسم فرمارہے ہیں"؟آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ہے"۔حضرت ام سلمہؓ نے عرض کیا" حضور خاتم النبیین ﷺ کیا میں ابولبابہ کو یہ خوشخبری سنادوں"؟آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"جی چاہے تو سنادو"۔جب انہیں یہ خوشخبری سنائی گئی تو لوگ انہیں کھولنے کے لیے آگئے بڑھے۔حضرت ابولبابہؓ نے فرمایا"بخدا تم نہیں بلکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ مجھے اپنے ہاتھوں سے کھولیں گے"۔کھلنے کے بعد حضرت ابولبابہؓ نے عرض کیا " آقا خاتم النبیین ﷺ میں نے منت مانی تھی کہ (قبولیت توبہ کے بعد) میں اپنا سارا مال صدقہ کردوں گا"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا"تیسرا حصہ صدقہ کردو"۔(ابن کثیر)

4۔استوانہ وفود کی فضیلت:۔ اس پر لکھا ہوا ہے(ھذ ا استوانہ الوفود) رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اس ستون کے قریب باہر سے آنے والے وفود سے ملاقات فرمایا کرتے تھے اور اس دوران جلیل القدر صحابہ کرامؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کے گرد تشریف فرما ہوتے تھے۔

5۔ استوانہ حرس کی فضیلت:۔ اس پر لکھا ہے(ھذ ا استوانہ الحرس) اسے بعض لوگ استوانہ علیؓ بن ابی طالب بھی کہتے ہیں۔یہ وہ جگہ ہے جہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور بہت سے صحابہ کرامؓ کھڑے رہتے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی حفاظت کرتے تھے یہاں تک کہ سورہ مائدہ کی 67ویں آیت نازل ہوئی جس میں کہا گیا تھا:

ترجمہ: " اور اللہ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا"۔

مورخ عبداللہ مطریؒ لکھتے ہیں کہ اس استوانہ کے سامنے حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں ایک دروازہ تھا جہاں سے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ مسجد میں تشریف لایا کرتے تھے۔اسی استوانہ کے قریب حضرت علیؓ اکثر نماز ادا کیا کرتے تھے۔

6۔استوانہ سریر کی فضیلت:۔ اس پر لکھا ہے(ھذہ استوانہ السریر) یہ روضہ اطہر کی کھڑکی کے ساتھ والا ستون ہے۔عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق اس جگہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اعتکاف کے دوران اپنی چٹائی بچھایا کرتے تھے۔

7۔استوانہ تہجد کی فضیلت:۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ تہجد ادا فرمایا کرتے تھے۔یہ جگہ صفہ شریف کے بالکل سامنے قبلہ کی سمت ہے۔

8۔استوانہ جبرائیلؑ کی فضیلت:۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ستون۔۔اسے ستون مربعہ بھی کہتے ہیں۔اسی جگہ سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نبی اکرم خاتم النبیین ﷺ سے ملاقات کے لیے باقاعدگی سے داخل ہوتے تھے۔وصال سے قبل رمضان المبارک میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن پاک کا دورہ بھی اسی جگہ فرمایا تھا۔یہ علاقہ اب عوام کے لیے ناقابل رسائی ہے کیونکہ یہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے حجرے میں ہے۔

ریاض الجنۃ:۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے حجرہ مبارک اور منبر کی درمیانی جگہ ریاض الجنتہ کہلاتی ہے۔حضرت ابو ہریرہؓ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں "میرے گھر اور منبر کے درمیان والی جگہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن حوض کوثر پر ہوگا"۔ (صحیح بخاری)

اس حدیث کی شرح میں علماء نے لکھا ہے کہ یہ جگہ جنت کے ایک باغیچہ کے عین نیچے ہے۔یا یہ کہ یہاں ذکر و اذکار سے جو نزول رحمت اور سعادت حاصل ہوتی

ہے۔وہ ایسی ہی ہے جیسے جنت کے باغیچے میں ہوں یا یہ جگہ جنت کا حقیقی باغیچہ ہےاور قیامت کے روز یہ جنت میں منتقل ہوجائے گی۔

منبر شریف کی فضیلت:

1۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشادفرمایا، "میرا منبر جنت کے ایک اونچے دروازے کی سیڑھی ہوگی۔" (مجمع الزوائد)

2۔ ارشادفرمایا "جوشخص میرے منبر کے پاس جھوٹی قسم کھائے گا خواہ سبز مسواک سے متعلق ہی ہوان کا ٹھکانہ دوزخ میں بن گیا"۔(سنن ابن ماجہ)

حجرہ شریف:- اُم المومنین حضرت عائشہؓ کا یہ حجرہ نو حجروں میں سے ایک ہے جہاں رحمت دو عالم خاتم النبیین ﷺ اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے دو جانثار خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ اور خلیفہ دوم حضرت عمر فاروقؓ آرام فرماہیں۔ اس کے برابر والا حجرہ خالی ہے اس میں حضرت حضرت عیسیٰ علیہ سلام دفن کیے جائیں گے۔

تدفین کا قصہ:- اُم المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ تین چاند میری گود میں آکر گرے ہیں۔میں نے حضرت ابوبکرؓ کو یہ خواب سنایا جب اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ میرے حجرے میں دفن ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "یہ ان تین چاندوں میں سے ایک ہے اور سب سے افضل ہے"۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی وفات پیر کے دن ہوئی اور منگل کے دن تدفین ہوئی۔حضرات صحابہ کرامؓ نے جنازہ ادا کی۔نماز جنازہ اپنی اپنی ادا کی گئی۔

کچھ لوگوں کی رائے تھی کہ آقا کو منبر کے قریب دفن کیا جائے۔کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ جنت البقیع میں دفن کیا جائے۔حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا "میں نے ارشاد نبوی خاتم النبیین ﷺ سنا ہوا ہے کہ نبی جہاں بھی اپنی جان، جان آفریں کے سپرد کرے اسے وہیں دفن کیا جاتا ہے"۔لہٰذا حضرت عائشہؓ کے حجرہ مبارک میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی تدفین ہوئی۔

جب حضرت ابوبکرؓ کا انتقال ہوا تو ان کی وصیت کے مطابق اسی حجرہ مبارک میں حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔اور یہ ان تین چاندوں میں سے دوسرا تھا۔جب حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو آپؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ سے فرمایا "حضرت عائشہؓ کی خدمت میں جاکر میرا سلام عرض کرو۔اور مجھے اپنے ساتھیوں کے قریب دفن کرنے کی اجازت مانگو"۔حضرت عائشہؓ نے فرمایا "میں نے یہ جگہ اپنے لیے رکھی ہوئی تھی لیکن آج میں حضرت عمرؓ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں"۔حضرت عمرؓ کو جب یہ بات بتائی گئی تو آپؓ نے فرمایا: "اس پڑوس سے بڑھ کر میرے لیے کوئی چیز نہیں ہے"۔(صحیح بخاری:1392)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ کی صفت تورات میں موجود ہے۔اس میں یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ دفن ہوں گے۔حضرت ابومودودؓ کہتے ہیں کہ حجرہ شریف میں چوتھی قبر کی جگہ باقی ہے۔(ترمذی : ۳۶۱۷)

محراب مسجد نبوی (خاتم النبیین ﷺ):-

1۔ **محراب نبوی خاتم النبیین ﷺ:-** رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے زمانے میں اور چاروں خلفاء کے زمانے میں مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں نہ تو کوئی محراب تھا اور نہ ہی کوئی مینار۔یہ محراب عمر بن عبدالعزیزؒ نے 91ھ میں تعمیر کیا۔اگر کوئی اس محراب میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے سجدے کی جگہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پاؤں مبارک کی جگہ پر ہوتی ہے۔جبکہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے سجدے کی جگہ سامنے والی موٹی دیوار میں آگئی ہے۔

2۔ **محراب حنفی:-** ایک زمانے میں حنفی، مالکی، شافعی، اور حنبلی امام قدرے مختلف جگہوں پر نماز پڑھاتے تھے،اس محراب کی جگہ حنفی امام نماز پڑھاتے تھے۔آج کل مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں ایک ہی امام نماز پڑھاتے ہیں جو کہ حنبلی ہیں۔یہ تبدیلی سعودی حکومت کے قیام پر معرض وجود میں آئی۔

3۔ **محراب عثمانی:-** تیسرے خلیفہ حضرت عثمانؓ اس جگہ سے نماز کی امامت فرماتے تھے۔اب بھی مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ کے امام صاحب نماز کے دوران یہاں ہی کھڑے ہوتے ہیں یہ محراب بھی عمر بن عبدالعزیز نے بنوایا تھا۔

4۔ **محراب تہجد:-** رسول پاک خاتم النبیین ﷺ یہاں پر تہجد ادا کیا کرتے تھے۔

منبر شریف:- مسلم اور بخاری میں درج ہے۔حضرت ابوہریرہؓ کی روایت کے مطابق رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ میرے منبر اور میرے حجرے کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔اور میرا منبر قیامت کے دن حوض کوثر پر ہوگا۔مختلف علاقوں اور مختلف ممالک کے حکمران وقتاً فوقتاً مسجد نبوی شریف خاتم النبیین ﷺ کے لیے عالی شان منبر بنوا کر بھیجتے رہے ہیں۔موجودہ منبر عثمانی دور کے سلطان مراد نے 998ھ میں بھیجا تھا۔

سکیورٹی کے لیے چبوترہ: -اگر ہم مسجد نبوی شریف خاتم النبیین ﷺ میں باب جبرائیل سے داخل ہوں تو یہ چبوترہ ہمارے دائیں ہاتھ ہوگا۔اسے سلطان نورالدین زنگی نے تعمیر کرایا تھا۔

صفہ: -صفہ کے معنی ہیں سایہ دار جگہ، یہ ایک چبوترہ تھا جہاں غریب اور بے گھر صحابہ کرام ؓ مقیم تھے اور اسلامی تعلیم و تربیت حاصل کرتے تھے۔اگر ہم ستون عائشہ سے قبلہ کے مخالف سمت چلیں تو پانچویں ستون کے بعد صفہ تھا۔جب رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے 7 ہجری میں مسجد نبوی شریف خاتم النبیین ﷺ کی توسیع فرمائی تو یہ حصہ تقریباً دس میٹر اور شمال کو منتقل کر دیا گیا۔

بیرُ حاء : -اگر ہم باب فہد سے مسجد نبوی میں داخل ہوں تو یہ کنواں تقریباً 15 میٹر مسجد کے اندر واقع ہے۔وہاں فرش پر تین دائرے بنا دیئے گئے ہیں۔رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اس کنویں پر کئی بار تشریف لائے اور اس کنویں کا پانی پیا۔دراصل یہ کنواں اور باغ حضرت طلحہ ؓ کی ملکیت تھے۔جب انہوں نے سورۃ آلِ عمران کی آیت نمبر 92 سنی (ترجمہ: ''تم اس وقت تک اعلیٰ تقویٰ حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی سب سے پسندیدہ شے اللہ کی راہ میں نہ دے دو'') تو حضرت ابوطلحہ ؓ نے یہ کنواں اور باغ بطور صدقہ دے دیا۔تاکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔صحابہ کرام ؓ ایسے ہی فی الفور اور پورے اخلاص سے قرآن پاک کی ہدایت پر عمل پیرا ہوا کرتے تھے۔(مسند احمد)

حضرت ابوبکر ؓ کا گھر مبارک: -اگر ہم منبر شریف سے پانچویں ستون کی طرف چلیں تو پانچویں ستون کے بعد حضرت ابوبکر ؓ کا گھر تھا۔ایک دن نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا سب گھروں کے دروازے جو مسجد نبوی میں کھلتے ہیں بند کر دیئے جائیں سوائے ابوبکر صدیق ؓ کے گھر کے دروازے کے۔یہ اس بات کی پیشن گوئی تھی کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ پہلے خلیفہ ہوں گے (بخاری)

سقیفہ بنی ساعدہ: -سقیفہ کے معنی بیٹھک یا کانفرنس روم کے ہیں۔قبیلہ بنی ساعدہ کے اس کانفرنس روم میں صحابہ کرام ؓ نے حضرت ابوبکر ؓ کو پہلا خلیفہ چنا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔یہ مسجد نبوی شریف خاتم النبیین ﷺ سے باہر باب سعود اور کرم ہوٹل کے درمیان واقع ہے۔

مسجد قباء: -جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو وہاں ہی کی ایک شخصیت حضرت کلثوم ؓ کے ہاں قیام فرمایا اور پھر بعد میں انہی کی زمین پر مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔پھر اس مسجد کو تعمیر فرمایا۔اس مسجد کی فضیلت سورہ توبہ کی آیت نمبر 108 میں ہے۔

ترجمہ:''جو مسجد اول روز ہی سے تقویٰ کی بنیاد پر تیار کی گئی ہو۔زیادہ بہتر یہ ہے کہ تم اسی میں نماز کے لئے کھڑے ہو''۔

☆ نیز ارشاد نبی کریم خاتم النبیین ﷺ فرمایا''جو شخص اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد قبا میں آ کر نماز پڑھے۔اسے ایک عمرے کا ثواب ملے گا''۔(سنن ابن ماجہ ،حدیث نمبر 1412) اس کے بعد یہ مسلمانوں کے لیے اہتمام عبادت و برکت کے لئے توبہ کا مرکز بن گئی۔ بالآخر 1406ھ بمطابق 1986 میں خادم حرمین شریفین شاہ فہد نے اس کی تعمیر و توسیع کی اب اس میں 20 ہزار نمازیوں کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہے۔

مسجد قباء میں نماز کا ثواب: -ترمذی شریف میں درج ہے کہ مسجد قباء میں نماز ادا کرنے کا ثواب عمرہ کے ثواب کے برابر ہے اور مسجد نبوی میں ایک نماز ادا کرنے کا ثواب کسی دوسری مسجد کے مقابلے میں ایک ہزار نمازوں سے افضل ہے۔سوائے بیت اللہ شریف کے۔بخاری شریف میں درج ہے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ ہفتہ میں ایک بار مسجد قباء پیدل یا سواری پر جایا کرتے تھے اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ بھی اسی سنت پر کاربند تھے۔

بنو عمرو بن عوف (قباء): -(اوس) ان کی آبادی مسجد قباء کے قریب تھی اسی قبیلے کی تعریف میں سورہ توبہ کی آیت نمبر 108 میں ارشاد ہوتا ہے۔ترجمہ: ''اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور اللہ پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے"۔

حضرت ابولبابہ ؓ کا تعلق اس قبیلے سے تھا۔نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے بعض غزوات میں انہیں امیر مدینہ مقرر فرمایا تھا۔جب بنوقریظہ نے حضرت ابو لبابہ ؓ سے اپنے انجام کے متعلق پوچھا تو انہوں نے گلے پر انگلی رکھ کر اشارہ کیا کہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔پھر فوراً ہی احساس ہوگیا کہ یہ راز فاش کر کے میں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ خیانت کی ہے۔اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ لیا۔کچھ نہ کھانے کی قسم کھائی اور توبہ کرتے رہے۔اس دوران بے ہوش ہو کر گر جاتے تھے۔نو دن کے بعد توبہ قبول ہوئی، سورۃ انفال آیت نمبر 27 انہی کی بابت نازل ہوئی۔مسجد نبوی میں ستون ابولبابہ ؓ اسی واقعہ کی یاد تازہ کرتا ہے۔

مسجد دار سعد بن خثیمہؓ:- حضرت سعد بن خثیمہؓ کا یہ گھر آپ خاتم النبیین ﷺ کی ہجرت سے قبل ہی اسلام کا مرکز بن چکا تھا۔ حضرات صحابہ کرامؓ کبھی کبھی اس میں نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ جب آپ خاتم النبیین ﷺ ہجرت کر کے آئے تو حضرت کلثومؓ کے گھر میں قیام فرمایا اور اس دوران آپ خاتم النبیین ﷺ حضرت سعدؓ کے گھر میں بھی تشریف لاتے جو مسجد قبا کے مغربی کونے میں تھا۔ اسی نسبت سے وہاں بعد میں مسجد بنا دی گئی۔ جو خادمین حرمین شریف کے زمانہ میں مسجد قباء میں شامل کر دی گئی۔ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت سعدؓ اور اُن کے والد حضرت خثیمہؓ میں قرعہ اندازی کی گئی کہ دونوں میں سے کون جہاد پر جائے گا۔ جب صاحبزادے کا نام نکلا تو حضرت خثیمہؓ نے درخواست کی کہ بیٹے اپنی جگہ مجھے جانے دو۔ بیٹے نے جواب دیا ابا جان اگر جنت کے علاوہ کسی اور چیز کا معاملہ ہوتا تو میں ایسا کر لیتا۔ الغرض حضرت سعدؓ اس جنگ میں شریک ہوئے اور مقام شہادت سے سرفراز ہوئے۔ ان کے والد حضرت خثیمہؓ جنگ احد میں شریک ہوئے اور مقام شہادت پر فائز ہوئے اس طرح ان کی تمنا بھی پوری ہوئی۔ (الاصابہ 23/2)

مسجد جمعہ:- حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت اسعد بن زراۃؓ مدینہ منورہ میں نماز جمعہ پڑھاتے تھے۔ جب نبی کریم خاتم النبیین ﷺ ہجرت کر کے آئے تو قبا میں قیام فرمایا۔ جمعہ کے دن وہاں سے مدینہ منورہ کے لیے روانگی ہوئی۔ مسجد قبا سے تقریباً ایک کلومیٹر کے فاصلے پر بنو سالم کی بستی میں نماز جمعہ ادا کی۔ بنو سالم نے اس جگہ مسجد بنا لی جو مسجد جمعہ اور مسجد بنی سالم کہلائی۔ اس تاریخی اہمیت کے پیش نظر خادم حرمین شریف شاہ فہد کے زمانہ میں اس کی تعمیر اور توسیع کا کام کیا گیا۔ اب اس میں 650 نمازیوں کی گنجائش ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ جب قباء سے مدینہ منورہ تشریف لانے کے لیے روانہ ہوئے تو بنو سالم نے عرض کیا "آقا آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہمارے چچازاد بنو عمرو بن عوف کو چند روز قیام کے شرف سے نوازا ہے۔ ہمیں بھی کچھ شرف بخش دیجئے"۔

آپ خاتم النبیین ﷺ اس بستی میں جلوہ افروز ہوئے اور جمعہ کی نماز ادا کی۔ وہاں جو مسجد بنائی وہ مسجد جمعہ کہلائی۔

اس قبیلہ میں حضرت ابو حصینؓ کے دو بیٹے عیسائی تھے، آپؓ نے انہیں زبردستی اسلام پر مجبور کیا تو آیت (لا اکراہ فی الدین) "دین میں جبر نہیں"۔ سورہ بقرہ آیت نمبر 256 نازل ہوئی۔

اس قبیلہ کے حضرت ابو خثیمہؓ غزوہ تبوک سے رہ گئے تھے ایک دن سخت گرمی تھی گھر پہنچے تو چھڑکاؤ کیا ہوا تھا۔ پانی ٹھنڈا اور کھانا تیار تھا۔ کہنے لگے اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ سخت گرمی، لو اور سخت دھوپ میں ہوں اور ابو خثیمہ ان نعمتوں میں۔۔ یہ انصاف نہیں۔ اللہ کی قسم میں گھر میں داخل نہیں ہوں گا۔ پھر تیاری کی سامان سفر لے کر روانہ ہو گئے۔ تبوک میں آنحضرت خاتم النبیین ﷺ کے قریب پہنچے تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اللہ کرے یہ خثیمہؓ ہو"۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا آقا خاتم النبیین ﷺ وہی ہیں۔ حاضر خدمت ہو کر سلام عرض کیا اور پھر آپ بیتی سنائی۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے دعا دی۔

مسجد ضرار (جو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی ظاہری حیات مبارکہ ہی میں مسمار کر دی گئی تھی):- نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے مدینہ منورہ آنے کے بعد منافقین ہر وقت خفیہ سرگرمیوں میں مصروف رہتے تا کہ کسی طرح مسلمانوں کو نیچا دکھایا جا سکے۔ قرطبیؒ نے ایک عیسائی عالم کا قصہ تفصیل سے لکھا ہے کہ ایک شخص کا نام ابو عامر تھا اس نے مدینہ منورہ میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے تفصیلی ملاقات کی لیکن اسلامی تعلیمات سے اتفاق نہ کیا۔ بالآخر اس نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو چیلنج کیا اور بولا ہم دونوں میں سے جو بھی جھوٹا ہے وہ اپنے رشتہ داروں سے دور کسی دوسرے علاقے میں فوت ہو گا۔ اس نے اسلام کے دشمنوں کی ہر لڑائی میں مدد کی لیکن ناکام ہوا۔ بالآخر مایوس ہو کر شام بھاگ گیا۔ کیونکہ ان دنوں شام عیسائیوں کی سرگرمیوں کا گہوارہ تھا، پھر وہ شام میں اپنے رشتہ داروں سے دور ہی فوت ہو گیا۔ شام میں قیام کے دوران ابو عامر نے مسلمانوں کے خلاف ایک سازش کی۔ اس نے روم کے شہنشاہ کو مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ اس کے علاوہ اس نے مدینہ منورہ کے منافقوں کو ایک خط لکھا۔ جس میں انہیں مدینہ منورہ میں ایک مسجد نما عمارت تعمیر کرنے کو کہا تا کہ اس عمارت کو منافقوں کے اتحاد اور سرگرمیوں کے لیے استعمال کیا جائے اور جب روم کا بادشاہ مدینہ منورہ پر حملہ کرے تو تمام منافق متحد ہو کر اس کی مدد کریں۔ پس مدینہ منورہ کے نو منافقوں نے قباء کی مسجد کے قریب ایک مسجد بنائی جس کا نام مسجد ضرار رکھا۔ ان کا یہ کہنا تھا "یہ مسجد بوڑھے اور بیمار لوگوں کی سہولت کے لیے اور مسجد قباء میں نمازیوں کی بھیڑ کو کم کرنے کے لیے بنائی ہے"۔ ان منافقوں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے درخواست کی کہ وہ اس نئی مسجد میں نماز پڑھائیں (تا کہ لوگوں کے دلوں میں منافقین کی سرگرمیوں کے بارے میں شک و شبہ نہ رہے) رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ان سے کہا "فی الحال میں تبوک کی جنگ کی تیاری میں مشغول ہوں جنگ سے واپسی کے بعد تمہاری خواہش پوری کر دوں گا"۔ جب رسول

پاک خاتم النبیین ﷺ جنگ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستے میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی چالا کی کا پول کھول دیا۔ پس رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے اپنے چند صحابہ کو بھیجا کہ وہ مسجد ضرار کو مسمار کر دیں اور آگ لگا کر تباہ کر دیں۔اس واقعے کی تفصیل سورہ توبہ آیت نمبر 109-107 میں ہے۔

ترجمہ: ''اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کے لیے گھات کی جگہ بنائیں۔اور اب قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی۔مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا۔البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو۔اس میں ایسے لوگ بھی ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔پس مسجد ضرار کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص دریا کے کنارے ایک عمارت تعمیر کرے ظاہراً وہ زمین مضبوط لگتی ہے لیکن پانی نے اس کی بنیادوں کو خالی کر دیا ہے۔یقیناً ایسی عمارت عنقریب گر جائے گی اور اس کا نتیجہ سوائے تباہی اور نقصان کے کچھ نہ ہوگا''۔

مسجد قبلتین:- مسجد قبلتین کا مطلب ہے ایسی مسجد جس میں دو قبلے ہوں یعنی ایک خانہ کعبہ کی طرف اور دوسرا مسجد اقصیٰ کی طرف۔ابتدا میں سب انبیاء کرام علیہ السلام کے لیے قبلہ (یعنی نماز پڑھنے کی سمت) مکہ مکرمہ میں بیت اللہ تھا جو کہ آدم علیہ السلام کے وقت تعمیر کیا گیا۔قرآن پاک سورہ آل عمران آیت نمبر 96 میں فرمان الٰہی ہے۔

ترجمہ: ''پہلا گھر جو لوگوں کی عبادت کے لیے مقرر کیا گیا وہی ہے جو مکہ مکرمہ میں ہے۔بابرکت اور جہاں (والوں) کے لیے موجب ہدایت''۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے بھی یہی قبلہ تھا۔بعد ازاں بنی اسرائیل کے کچھ انبیاء کرام علیہ السلام کے لیے یروشلم میں مسجد اقصیٰ قبلہ مقرر کیا گیا۔یہ انبیاء کرام علیہ السلام مسجد اقصیٰ میں نماز ادا کرنے کے لیے اسی طرح کھڑے ہوتے تھے کہ مسجد اقصیٰ اور بیت اللہ ان کے سامنے ہوتے تھے اسی طرح حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ بھی نماز کے دوران مکہ مکرمہ میں حجرہ اسود اور رکن یمانی کے درمیان اس طرح کھڑے ہوتے کہ بیت اللہ شریف اور مسجد اقصیٰ دونوں آپ خاتم النبیین ﷺ کے سامنے ہوتے۔بخاری شریف میں درج ہے کہ حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت کرنے کے بعد سولہ یا سترہ ماہ مسجد اقصیٰ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھائی۔کیونکہ سب انبیاء کی طرح آپ خاتم النبیین ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع تھے۔گو آپ خاتم النبیین ﷺ کی ہمیشہ سے یہ خواہش تھی کہ آپ کے لیے وہی قبلہ ہو جو حضرت آدمؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے لیے تھا۔آپ خاتم النبیین ﷺ کو امید بھی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کی تبدیلی کا حکم فرما دیں گے۔اسی انتظار میں آپ خاتم النبیین ﷺ اکثر اپنا چہرہ مبارک اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے۔سورہ بقرہ آیت نمبر 144 میں فرمان الٰہی ہے۔

ترجمہ:'' (اے محمد خاتم النبیین ﷺ) ہم تمہارا آسمان کی طرف منہ پھیر پھیر کر دیکھنا دیکھ رہے ہیں۔سو ہم تم کو اسی قبلہ کی طرف جس کو تم پسند کرتے ہو منہ کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ تو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف یعنی خانہ کعبہ کی طرف) پھیر لو۔اور تم لوگ جہاں ہوا کرو (نماز پڑھنے کے وقت) اس مسجد کی طرف منہ کر لیا کرو''۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کی خواہش پوری کر دی۔قبلہ تبدیل ہونے پر یہود چونک اٹھے،انہیں یہ احساس ہو گیا کہ علیحدہ قبلہ کا مطلب یہ ہوا کہ اب مسلمان ایک بالکل علیحدہ اور مخصوص مذہب رکھنے والی قوم ہے۔اس لیے وہ اب مسلمانوں کے کھلم کھلا دشمن بن گئے اور مسلمانوں کے خلاف اپنی سرگرمیوں کو اور تیز کر دیا۔اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں اپنی ہی حکمت مخفی ہوتی ہے۔قبلہ کی تبدیلی منافقین،اور مومنین مخلصین کو پرکھنے کی کسوٹی تھی۔اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ آیت نمبر 143 میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: ''اور جس قبلے پر تم (پہلے) تھے اس کو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا کہ معلوم کریں کہ کون ہمارے پیغمبر کا تابع رہتا ہے اور کون الٹے پاؤں پھر جاتا ہے اور یہ بات (یعنی تحویل قبلہ لوگوں کو) گراں معلوم ہوئی۔مگر جس کو اللہ نے ہدایت بخشی ہے (وہ اسے گراں نہیں سمجھتے) اور صاحب رحمت ہے''۔

بخاری شریف اور مسلم شریف کی ایک حدیث کے مطابق ایک دن رسول پاک خاتم النبیین ﷺ مسجد قبلتین میں ظہر (اور بعض روایات میں عصر) کی نماز ادا کر رہے تھے نماز کے دوران ہی قبلہ کی تبدیلی کا حکم نازل ہوا۔پس رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے تمام مقتدیوں نے نماز کے دوران ہی اپنی سمت بدل لی۔بعض صحابہ کرامؓ مسجد قبلتین میں نماز ادا کرنے کے بعد اپنے محلوں میں گئے تو اپنے بھائیوں کو مسجد اقصیٰ کی سمت نماز ادا کرتے ہوئے پایا۔ان صحابہ کرامؓ نے بلند آواز سے اعلان کیا کہ ہم نے ابھی ابھی رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ بیت اللہ شریف کی سمت منہ کر کے نماز ادا کی ہے۔یہ سنتے ہی صحابہ کرامؓ کے بھائیوں نے بھی نماز کے دوران اپنا رخ بغیر کسی چون و چرا کے بیت اللہ کی طرف کر لیا۔

سازشیں:۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اوران کے صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکرؓ اورحضرت عمر فاروقؓ کی قبور کی بے حرمتی کرنے کی کئی بار کوشش کی گئی۔دشمنوں نے بار بار کوشش کی کہ ان اجسام مبارک کو ان کی قبروں سے نکال لیا جائے تا کہ مدینہ منورہ توجہ کا مرکز نہ رہے۔شیخ محمد عبدالحق محدث دہلویؒ (متوفی) نے اپنی کتاب تاریخ مدینہ میں پہلے علماء کے حوالے سے تین بڑی سازشوں کا ذکر کیا ہے۔

پہلی سازش:۔ ابن نجار نے اپنی کتاب بغداد کی تاریخ میں لکھا ہے کہ 386ھ سے 411ھ تک ایک فاطمی حکمران مصر کا بادشاہ تھا اور مدینہ منورہ اس کے زیر اثر تھا۔اس حکمران کی کوشش یہ تھی کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے جسم مبارک مدینہ سے مصر منتقل کر دیئے جائیں تاکہ مدینہ کی بجائے مصر لوگوں کی توجہ کا مرکز بن جائے۔اس مقصد کے لیے اس نے مصر میں ایک نہایت شاندار عمارت تعمیر کی جس میں وہ ان اجسام کو رکھنا چاہتا تھا۔حکمران نے اس مقصد کے حصول کے لیے اپنے ایک کارندے ابوالفتوح کو مدینہ بھیجا۔جب یہ کارندہ مدینہ پہنچا تو اہل مدینہ کو اس سازش کی خبر ہوگئی۔اس موقع پر قاری زلبانی نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔سورۃ توبہ آیت نمبر 13-12

ترجمہ:''اور اگر عہد کرنے کے بعد اپنی قسموں کو توڑ ڈالیں اور تمہیں طعن کرنے لگیں تو ان کفر کے پیشواؤں سے جنگ کرو۔یہ (بے ایمان لوگ ہیں اور) ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں۔عجب نہیں اپنی حرکات سے باز آجائیں بلکہ تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور پیغمبر کے جلاوطن کرنے کا عزم مصمم کر لیا اور انہوں نے تم سے عہد شکنی کی ابتداء کی۔کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو۔حالانکہ اللہ ہی زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرو بشرطیکہ تم ایمان رکھتے ہو"۔

اس یاددہانی سے اہل مدینہ ابوالفتوح اور اس کے ساتھیوں کو قتل کر دینے کو تیار ہوگئے۔ابوالفتوح ڈر گیا اور بول اٹھا میں اس منصوبے کو ہرگز عملی جامہ نہ پہناؤں گا خواہ حاکم مصر مجھے قتل ہی کر دیں اس دوران مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑا طوفان آیا جس سے کئی گھر تباہ ہوگئے۔ابوالفتوح کو مدینہ منورہ سے بھاگنے کا ایک اچھا بہانہ مل گیا۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھیوں کو ان مجرموں سے نجات دی۔اسی حکمران نے بعد میں ایک اور کوشش بھی کی لیکن وہ دوبارہ ناکام ہوا۔

دوسری سازش:۔ سمہودی کے قول کے مطابق عیسائیوں نے یہ سازش 557ھ میں مرتب کی۔اس وقت شام کے بادشاہ کا نام نورالدین زنگی تھا اور اس کے مشیر کا نام جمال الدین اصفہانیؒ تھا۔ایک رات نورالدین زنگی نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو تین مرتبہ خواب میں دیکھا۔ہر بار رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے دو آدمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سلطان سے کہا کہ ''مجھے ان دونوں کی شرارت سے بچاؤ''۔سلطان کو یہ خیال گزرا کہ یقیناً مدینہ منورہ میں کوئی نئی چیز رونما ہوئی ہے۔اس نے اپنے مشیر کو خواب سنایا اور تیاری کر کے مدینے پہنچے۔سلطان اپنے ساتھ اہل مدینہ کے لیے قیمتی تحفے بھی لایا۔اپنی آمد مدینہ کے بعد مشیر نے مدینہ منورہ میں اعلان کروایا کہ شام کا سلطان آیا ہے اور اہل مدینہ کے لیے تحائف آئے ہیں ہر شخص اپنا تحفہ وصول کرنے کے لیے سلطان کے پاس آجائے۔اس اعلان کے بعد لوگ آنا شروع ہوئے اور سلطان نے اہل مدینہ کو تحفے دینے شروع کر دیئے۔تحفے دینے کے دوران سلطان ہر شخص کو غور سے دیکھتا لیکن وہ کرنجی آنکھوں والے دو آدمی نظر نہ آئے۔جب سب لوگ تحفے لے چکے تو سلطان نے پوچھا " کیا کوئی باقی تو نہیں رہ گیا "؟۔لوگوں نے جواب دیا "دو بہت متقی اور مالدار افراد ہیں وہ کسی سے تحفے نہیں لیتے بلکہ وہ تو خود اہل مدینہ میں تحائف تقسیم کرتے رہتے ہیں وہ عبادت اور ذکر الٰہی میں ہر وقت مصروف رہتے ہیں"۔سلطان نے حکم دیا "انہیں بھی لایا جائے"۔جب وہ دونوں آئے تو سلطان نے انہیں پہچان لیا۔یہ وہی دونوں تھے جن کی شرارت سے بچانے کے لیے آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا تھا۔سلطان نے ان سے پوچھا "تم کون ہو "؟۔انہوں نے جواب دیا "ہم مراکش کے باشندے ہیں حج کے لیے آئے تھے۔اب ہم حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے پڑوسی کی حیثیت سے یہاں پر مقیم ہیں"۔سلطان نے پوچھا "تمہاری رہائش کہاں ہے "؟ان کی رہائش روضہ مبارک کے قریب مسجد نبوی کی جنوبی دیوار میں کھڑکی کے قریب تھی۔یہ کھڑکی اب بھی موجود ہے۔سلطان نے ان دونوں کو واپس جانے سے روکا اور خود ان کی رہائش گاہ پر تشریف لے گئے کافی تلاش کیا کتابیں وغیرہ تو تھیں لیکن کچھ نظر نہ آیا،آخر سلطان نے فرش پر بچھی ہوئی ایک دری کو ہٹایا تو ایک سرنگ کے دھانے کا نشان ملا۔کھولا تو دیکھا کہ ایک سرنگ روضہ مبارک تک پہنچ چکی تھی۔سلطان نے ان دونوں کو بلوایا اور کہا:''سچی بات بتاؤ''۔انہوں نے اقرار کیا "ہم دونوں عیسائی ہیں۔اور ہمیں رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے جسم مبارک کو نکالنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ہم ہر روز سرنگ کھودتے ہیں اور رات کے وقت مٹی جنت البقیع قبرستان میں بکھیر دیتے ہیں۔انہوں نے بتایا کہ جب ہم اس سرنگ کے ذریعے قبر اطہر تک پہنچے تو بجلی کڑکی زبردست زلزلہ سا آیا اور ایک طوفان سا آگیا اور آج ہماری یہ سازش ظاہر ہوگئی"۔سلطان کو اتنی بڑی سازش کا علم ہوا تو بے اختیار رو پڑا۔پھر ان دونوں کے سر قلم کرنے کا حکم دیا۔سلطان اس بات پر کہ

اس کام کے لیے اللہ تعالیٰ نے مجھے چنا ہے، بہت روئے، پھر سلطان نے روضہ مبارک کے گرد ایک گہری خندق کھدوائی۔ اور اس میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا تاکہ پھر کبھی کوئی بھی سرنگ کھود کر ان مبارک قبور تک نہ جاسکے۔ سلطان نے روضہ مبارک کے قریب ایک چبوترہ بھی بنوایا۔ تاکہ اس پر ان قبور کی حفاظت کے لیے ہر وقت پاسبان رہے۔ یہ چبوترہ اب بھی موجود ہے اور باب جبرائیل علیہ السلام سے داخل ہوتے ہی دائیں جانب ہے۔ بعض زائرین مدینہ منورہ اس مقام کو اصحاب صفہ کا چبوترہ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ اصحابہ صفہ کا چبوترہ مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ کے اندر تھا۔ جبکہ یہ چبوترہ اس وقت کی مسجد کے چار دیواری سے باہر تھا۔ (بخاری شریف، جلد 3، عنوان: گنبد خضراء کے حالات)

تیسری سازش:- طبریؒ نے اپنی کتاب ''الریاض النظرۃ'' میں ذکر کیا ہے کہ حلب شہر (شام) کے چند لوگ مدینہ منورہ آئے۔ وہ مدینہ منورہ کے گورنر کے لیے بیش بہا تحائف لائے۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ روضہ مبارک میں داخل ہو کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اجسام مبارک کو یہاں سے نکال کر باہر کریں۔ گورنر کی مذہبی سوچ بھی ایسی ہی تھی۔ اس نے اس کام کی اجازت دے دی۔ گورنر نے مسجد کے خادم کو بلایا اور کہا "رات کو کچھ لوگ مسجد میں آئیں گے۔ تم دروازہ کھول دینا اور جو کچھ وہ کریں تم بالکل کوئی اعتراض نہ کرنا اور نہ ان کے کام میں کوئی مداخلت کرنا"۔ عشاء کی نماز سے کافی دیر کے بعد کسی نے باب السلام پر دستک دی۔ خادم نے مسجد کا دروازہ کھول دیا۔ تقریباً 40 آدمی مسجد میں داخل ہوئے۔ ان کے پاس کدال، پھاوڑے اور توڑ پھوڑ کرنے والے تمام اوزار موجود تھے۔ خادم نے یہ دیکھا تو سہم کر مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ کے ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ یہ لوگ روضہ مبارک کی طرف چل پڑے۔ ابھی یہ لوگ منبر مبارک تک نہ پہنچے تھے کہ یکایک زمین ان لوگوں کے پیروں کے نیچے سے پھٹ گئی اور یہ تمام لوگ بمعہ اپنے تمام اوزاروں اور ہتھیاروں کے زمین میں دفن ہو گئے۔ گورنر مدینہ کو ان لوگوں کی واپسی کا بے چینی سے انتظار تھا جب یہ لوگ واپس نہ آئے تو اس نے خادم کو بلوایا اور ان لوگوں کے بارے میں دریافت کیا۔ خادم نے ان کے آنے اور دفن ہو جانے کا تمام واقعہ گورنر کو سنا دیا۔ گورنر نے کہا "یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تم پاگل تو نہیں ہو گئے ہو"۔ پھر گورنر خادم کے ساتھ خود مسجد نبوی خاتم النبیین ﷺ میں جائے وقوع کو دیکھنے کے لیے آیا اور زمین پر پھٹنے کا نشان پایا تو خادم کو کہا کہ ''خبردار اس واقعے کے بارے میں تم کسی کو کوئی بات نہ بتانا۔ ورنہ تمہارا سر اڑا دیا جائے گا''۔

اللہ کے دشمن اپنی عقل سے تدابیر بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی اپنی تدابیر بناتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ کی تدابیر انسانی تدابیر پر حاوی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میں فرمایا:

ترجمہ: ''(ادھر تو) وہ چال چل رہے تھے اور (اُدھر) اللہ تعالیٰ تدبیر کر رہا تھا اور یقیناً اللہ تعالیٰ اعلیٰ تدبیر کرنے والا ہے"۔ (سورہ انفال، آیت نمبر 30)

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کی دنیاوی حیات میں بھی اور پردہ فرما جانے کے بعد بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری خود اٹھائی ہے۔ قرآن پاک سورہ مائدہ آیت نمبر 67 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"واللہ یعصمک من الناس" ترجمہ: ''اور اللہ تم کو لوگوں سے بچائے رکھے گا''۔

اس طرح انسانی تدابیر تمام ناکام رہیں بلکہ ان ذلیل سازشوں کے دوران رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کے بہت سے اور معجزات بھی آشکار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دشمنوں کے بڑے منصوبوں اور ذلیل سازشوں سے اپنی حفاظت میں رکھے اور ہم سب مسلمانوں کو اچھے اعمال کی توفیق دے تاکہ تمام مسلمان رب العزت کی حفاظت کے مستحق بن جائیں۔ (آمین)

****

جہاد فی سبیل اللہ

قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : کُتِبَ عَلَیکُمُ القِتَالُ وَھُوَ کُرہٌ لَّکُم

ترجمہ:''تم پر جہاد (لڑائی) فرض کر دیا گیا ہے۔ یہ چاہے تمہیں پسند نہ آئے (یعنی چاہے تمہیں برا لگے)''۔(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 216)

اسلام دین فطرت ہے۔اس کی تمام تعلیمات فطرت کی صحیح صحیح عکاسی کرتی ہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کائنات کے خالق نے انسانی مزاج اور اس کی تمام تر ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس دین کو انسان کی فلاح و بہبود کے لئے تجویز کیا ہے۔یہ دین انسان کی راہنمائی کا ضامن ہے یہ دین انسان کی حیثیت کا صحیح صحیح تعین کرتا ہے۔یہ زندگی کی مثبت تعمیر کرتا ہے۔یہ کائنات کے بارے میں اصولی اور ٹھوس معلومات فراہم کرتا ہے۔اس دین کا اصلی مصدر قرآن حکیم ہے اور تشریعی مصدر سنت رسول خاتم النبیین ﷺ ہے۔قرآن مجید اور سنت رسول خاتم النبیین ﷺ۔انسان کی عظمت اور بزرگی کے امین ہیں۔

چنانچہ جو انسان اللہ تعالیٰ کی غلامی قبول کر لیتا ہے وہ مسلم کہلاتا ہے۔مسلم یا مسلمان کا مطلب ہے فرمانبردار۔اور مسلمان دنیا میں امن و امان کو قائم کرنے، فتنہ وفساد اور ظلم و زیادتی کو مٹانے اور عدل وانصاف کی بہار لانے اور دین کو سربلند کرنے کی جو سعی وکوشش کرتا ہے۔اسے جہاد کہتے ہیں۔

جہاد کا مفہوم:- لغوی اعتبار سے جہاد سے مراد، وہ کوشش اور محنت ہے جو کسی خاص مقصد کے لئے کی جائے۔شرعی اصطلاح میں اس سے مراد ہر وہ کوشش اور محنت ہے جو اللہ کی راہ میں کی جائے۔اس طرح ہر وہ کوشش جو کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے لئے اور اقامت دین کے لئے کی جائے جہاد ہے۔

جہاد کی اقسام:- 1۔جہاد بالنفس 2۔جہاد بالمال 3۔جہاد باللسان 4۔جہاد بالقلم 5۔جہاد بالعلم 6۔جہاد بالقتل

جہاد بالنفس:- انسان اپنے نفس کی شرارتوں اور سرکشی کے خلاف جو جدوجہد کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند بنائے وہ جہاد بالنفس ہے اور نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے اسے جہاد اکبر سے تعبیر کیا ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد بھی کتب تاریخ میں ملتا ہے کہ

ترجمہ:''(بڑا) مجاہد وہ ہے جو اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتا ہے۔''۔(اخرجہ احمد بن حنبل في المسند، 6/ 20، الرقم/ 23996، والترمذی فی السنن، کتاب فضائل الجھاد، باب ماجاء فی فضل من مات مرابطاً، 4/ 165، الرقم/ 1621)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں''رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے پاس غازیوں کی ایک جماعت حاضر ہوئی۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''تمہیں جہادِ اَصغر (جہاد بالسیف) سے جہادِ اَکبر (جہاد بالنفس) کی طرف لوٹ کر آنا مبارک ہو'۔عرض کیا گیا''جہادِ اَکبر کیا ہے''؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا''انسان کا اپنی نفسانی خواہشات کے خلاف جہاد کرنا جہادِ اَکبر ہے''۔(اخرجہ البیھقي في الزھد الکبیر/ 165، الرقم/ 373- والسیوطی فی شرح سنن ابن ماجہ، 1/ 282، الرقم/ 3934)

علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے
کیا یہ ممکن ہے ساقی نہ رہے جام رہے ؟

تو دنیا کی رونق اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات سے ہے۔

جہاد بالمال:- جہاد بالمال یہ ہے کہ انسان اپنے مال اور دولت کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرے۔دین کی اقامت اور اس کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے خرچ کرے اور اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کی عنایت سمجھے۔

سورہ الصّف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، ترجمہ:'' نکلو اللہ کی راہ میں جہاد کرو اپنے مالوں سے' اور اپنی جانوں سے ''۔(سورۃ الصّف۔آیت نمبر ۱۱)

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا۔ترجمہ'':مشرکین کے خلاف جہاد کرو اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے''۔(سنن ابی داؤد، جلد 2، کتاب الجھاد، حدیث نمبر 2504)

جہاد باللسان:- اس سے مراد زبان سے جہاد ہے۔اس سے مراد ہے کہ حق کو تسلیم کر لینے کے بعد اسے دوسروں تک پہنچایا جائے۔حق کے پہچاننے میں اور اس کو دوسروں تک پہنچانے میں جو دشواریاں اور تکالیف پیش آئیں ان کو برداشت کیا جائے۔اور ابلاغ حق کے لئے اپنی پوری سعی وکوشش کی جائے۔اس جدوجہد کا نام لسانی جہاد ہے۔

اس کا اطلاق مندرجہ ذیل امور پر ہوتا ہے۔

1　ابلاغ حق کیا جائے۔

2　ظالموں کو ان کے ظلم پر متنبہ کیا جائے اور غلط کاروں کو ان کی غلط کاریوں سے آگاہ کیا جائے۔

3　جب حق و باطل اور اسلام و کفر کی قوتیں میدان کارساز میں آمنے سامنے ہوں تو اپنی پر تاثیر گفتار اور تقاریر سے ملی اور قومی جنگی ترانوں سے مجاہدین کے دلوں کو گرمایا جائے۔قرآن مجید سورہ الانفال، آیت نمبر 65 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ترجمہ: ''اے نبی (خاتم النبیین ﷺ)! مومنین کو جنگ پر ابھارو''۔

جنگ پر ابھارنے اور ترغیب دینے کا سب سے بڑا ذریعہ پر تاثیر گفتگو ہے۔اس کے لئے بھرپور کوشش لسانی جہاد پر دلالت کرتی ہے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے لسانی جہاد کی ترغیب ان الفاظ میں فرمائی ہے۔

ترجمہ: ''مشرکین سے جہاد کرو (ان سے لڑائی کرو) اپنے مالوں سے اپنی جانوں سے اور اپنی زبانوں سے''۔(ابوداؤد، نسائی، حاکم وقال صحیح علی شرط مسلم)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ:

ترجمہ: ''جو اللہ کی راہ میں نکلا اور اسے موت آ گئی یا قتل کر دیا گیا، یا گھوڑے یا اونٹ سے گر کر مر گیا، یا کسی جانور کے کاٹنے سے یا کسی وجہ سے بھی اپنے بستر پر مر گیا، خواہ کوئی موت بھی وہ مرا جو اللہ نے اس کے لئے لکھ دی تھی تو وہ شہید اور اس کا ٹھکانہ جنت ہے''۔(سنن ابی داؤد)

ترجمہ: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا صرف وہ ہے جو اس نیت سے جہاد کرے کہ اللہ کا کلمہ بلند ہو''۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 2810)

جہاد بالعلم اور جہاد بالقلم:

1۔　جہاد بالعلم سے مراد یہ ہے کہ علم و حکمت کے میدان میں کلمۃ اللہ کی حقانیت اور صداقت کو ثابت کرنے کے لئے علمی بنیادوں پر کام کیا جائے اور معقول دلائل کے ساتھ منکرین حق کی فکری یلغار کو ناکام بنا دیا جائے اور تمام تخلیقی، تحقیقی اور فکری صلاحیتیں اللہ کے دین کی تشریح و تعبیر میں صرف کی جائیں۔

2۔　جہاد بالعلم کا ایک پہلو یہ ہے کہ دشمنان اسلام کی طرف سے جو اعتراضات اٹھائے جاتے ہیں اور مسلمانوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کا علمی جواب دیا جائے اور دین کی حقانیت کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کی جائے۔

3.　جہاد بالعلم کا تیسرا پہلو یہ ہے کہ قتال (جنگ) کے لئے بہترین منصوبہ بندی کی جائے۔اور جدید ترین ہتھیاروں کی تیاری اور ٹیکنالوجی کے حصول کے لئے۔ لسانی، علمی اور فکری کوشش کی جائے۔

حدیث:　نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ ایک تیر کے بدولت تین آدمیوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔ایک اس کا بنانے والا، جو اس کے بناتے وقت نیکی اور جہاد کی نیت رکھے۔دوسرا تیر پکڑنے والا اور تیسرا تیر پھینکنے والا''۔(ترمذی، سنن ابی داؤد)

جہاد بالقتل:۔ قتال یا جنگ، جہاد فی سبیل اللہ کی وہ انتہائی کڑی ہے۔جہاں اللہ اپنے بندے سے جان کی بازی لگانے کا مطالبہ کرتا ہے۔اور بندہ دشمنان دین کے فتنہ و فساد، ظلم و ناانصافی کے مٹانے کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے دین کا بول بالا کرنے کے لئے میدان جنگ میں اترتا ہے۔اور مقاتلہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے دین کو سربلند کرنے کی کوشش کرتا ہے۔اس کو قتال فی سبیل اللہ بھی کہتے ہیں۔اس قتل میں اللہ تعالیٰ کے جو بندے اپنی جانیں جان آفرین کے سپرد کر دیتے ہیں۔وہ شہید کہلاتے ہیں اور جو فتح یاب ہو کر واپس آتے ہیں وہ غازی کہلاتے ہیں۔قتال وہ آخیری وار ہے جو دشمنان دین پر کیا جاتا ہے اور یہ وار چونکہ حق کی سربلندی کے لئے کیا جاتا ہے اس لئے اس میں شرکت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہوتا ہے۔

ارشاد ربانی ہے ترجمہ: ''تم پر جہاد کو فرض کر دیا گیا ہے چاہے تم اسے ناپسند ہی کرو''۔　(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 216)

اس قتال کو بامقصد بنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو دو اہم ہدایات دی ہیں۔

1۔　ترجمہ: ''مفسدوں اور فتنہ پروروں سے اس وقت تک لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے''۔(سورۃ البقرہ، آیت نمبر 193)

2۔　ترجمہ: ''مشرکوں اور کافروں سے اس وقت تک مقابلہ کرو یہاں تک کہ وہ اپنے ہتھیار ڈال دے''۔(سورہ محمد، آیت نمبر 4)

حدیث:

ترجمہ: نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "لوگوں میں سے بہترین وسیلہ رزق والا وہ آدمی ہے جو اللہ کی راہ میں اپنے گھوڑے کی باگ تھامے رکھتا ہے۔ اور جب کبھی کسی سانحہ یا جارحیت کی خبر سنتا ہے تو اپنے گھوڑے کی پشت پر تیزی سے وہاں پہنچتا ہے اور اس کا ارادہ دشمنوں کو قتل کرنے اور خود شہادت کے مرتبے پر فائز ہونے کا ہوتا ہے"۔(مسلم شریف)

حدیث:

ترجمہ: "اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا شخص صرف وہ ہے جو اس نیت سے جہاد کرے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو"۔(مسلم)

حدیث:

ترجمہ: "جس شخص نے صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے حصول کی نیت سے امام کی اطاعت کی اور اپنی سب سے قیمتی چیز جان، اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دی۔ اپنے ساتھی کو آسانی میں رکھا اور آپس کے لڑائی جھگڑے سے بچا۔ اس کا سونا اس کا جاگنا بھی باعث اجر ہوگا"۔ (سنن ابن ماجہ، جلد سوئم ، حدیث نمبر 2515)

اللہ تعالیٰ قرآن پاک، سورہ توبہ، آیت نمبر 20 میں فرماتا ہے۔

ترجمہ: "جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے جہاد کرتے رہے۔ اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہ ہی مراد کو پہنچنے والے ہیں"۔

جہاد ایک سعادت ہے لیکن اب اس کو جرم بنا دیا گیا ہے۔ جہاد ایک عبادت ہے لیکن آج کل اس کو فساد قرار دے دیا گیا ہے۔ جہاد ایک فخر ہے مگر آج کل اس کو عار سمجھ لیا گیا ہے۔ جہاد ایک رعب تھا لیکن مسلمان ہی اس رعب سے مرعوب ہو گئے۔ جہاد نصرت کا دروازہ ہے جسے بند کرنے کی کوششیں کی جاری ہیں۔ جہاد مسلمانوں کے لئے ایک عظمت کا نشان ہے۔ اس نشان کو قائم رہنا چاہیے۔ جہاد آج کل موقوف کر دیا گیا ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم لوگ جہاد کو از خود بند کر سکتے ہیں؟ یا جہاد کو کسی زمانے میں موقوف کیا جا سکتا ہے؟

نبی کریم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ترجمہ: "جہاد میری امت میں جب سے شروع ہوا ہے۔ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک میری امت کا آخری فرد یا آخری گروہ دجال کو شکست نہ دے دے۔ جب تک میری امت کے افراد ظلم کرنے والے کے ظلم کو باطل نہ کر دیں اور جب تک میری امت کے افراد انصاف نہ کرنے والوں کو انصاف پر آمادہ نہ کر لیں"۔(مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 59- ابوداؤد، حدیث نمبر 2532)

یہ ہیں جہاد کے بنیادی تین مقاصد اور جہاد امت مسلمہ میں اول و آخر ضرور جاری رہے گا۔

****

توبہ

توبہ قربِ الٰہی کی طرف لے جانے والا ایک راستہ ہے۔توبہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔

اللہ کو گواہ بنا کر اپنی غلطی پر ندامت اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا وعدہ توبہ کہلاتا ہے۔ توبہ کا مطلب ہے لوٹ آنا۔ انسان جب گناہ کا ارتکاب کر کے پشیمان ہوتا ہے اور عہد کرتا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا تو گویا نیکی کی طرف لوٹ آتا ہے اور جب وہ نیکی کی طرف لوٹ آتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی ناراضگی دور کر کے رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ اگر انسان کو اپنے خطا کار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آ گیا ہے۔ اپنے گناہوں کا احساس ہی توبہ کی ابتدا ہے۔ اگر گناہ کا کوئی گواہ نہ ہو تو توبہ تنہائی میں ہونی چاہیے اگر اگر گناہ پوری قوم کے سامنے سرزد ہوا ہے تو توبہ بھی پوری قوم کے سامنے ہونی چاہیے۔

دراصل توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدبخت ہے۔ بدقسمت ہے۔ شیطان کو اپنی غلطی پر توبہ کا خیال نہ آیا۔ ہمیشہ کے لیے مردود ہو گیا۔ انسان حکم عدولی پر توبہ کرتا رہتا ہے، آدم علیہ السلام نے توبہ کی اس لیے اشرف المخلوقات ہیں۔ کافر اپنے کفر کو دین جانتا ہے وہ اپنی عبرت کو پہنچے گا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اپنے ضمیر اور اپنے مزاج کے خلاف عمل کرنا گناہ ہے۔ توبہ روح کا غسل ہے۔ جتنی بار کی جائے روح پاک صاف ہوتی ہے۔ توبہ کا خیال آنا ہی خوش بختی کی علامت ہے کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہی لوگ خسارے میں ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے گناہ اپنے مزاج کے خلاف عمل کرنے کا نام نہیں۔ گناہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف عمل کرنے کا نام ہے۔ گناہ اخلاقیات کے حوالے سے نہیں گناہ دین کے حوالے سے ہے۔ اخلاقیات کا دین اور ہے اور دین کی اخلاقیات اور ہیں۔ مثلاً سچ بولنا اخلاقی فریضہ ہے اور دینی فریضہ بھی لیکن دین نے ایسی صداقتیں بھی بیان کی ہیں جو اخلاقی صداقتوں سے بہت مختلف اور ماورا ہیں۔ دین کی صداقتیں اللہ، فرشتے، رسول، مرنے کے بعد جی اٹھنا، حشر ونشر، روح وغیرہ یہ ایسی صداقتیں ہیں جنہیں اخلاقیات سمجھنے سے قاصر ہے۔ بس یہ سمجھ لیں کہ اخلاقیات انسانوں کے بنائے ہوئے ضابطہ حیات کا نام ہے۔ اور دین اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ضابطہ حیات کا نام ہے۔ تو گناہ کیا ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان سے انکار کا نام ہے۔

ایک پیغمبر اور ایک مفکر میں فرق صرف یہی ہے کہ پیغمبر ایک اور دنیا کی صداقت بھی بیان کرتا ہے جبکہ مفکر اس دنیا اور اس معاشرے کی اصلاح کی بات کرتا ہے۔ گویا اخلاقیات دین کا حصہ ہے لیکن دین، دین اخلاقیات سے بہت بلند ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ دین (یا دینیات) اخلاقیات اور الٰہیات کے مجموعے کا نام ہے۔ تو توبہ اپنی پسند اور ناپسند کے حوالے سے نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی پسند اور ناپسند کے حوالے سے ہے۔ ہم اس بات سے توبہ کرتے ہیں جو ہمارے عمل میں اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی کا باعث ہو۔ اس میں برائی بھی شامل ہو سکتی ہے اور وہ عبادت بھی جسے ریاکاری (دکھاوا) کہا جاتا ہے اور وہ منافقت بھی جو آج کل لوگوں میں بہت عام ہے تو ہمارا ہر وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو گناہ ہے۔ اور ایسے عمل سے توبہ کرنا ہی عذاب سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ ہم اپنے لیے ایک زندگی چاہتے ہیں۔ اپنے انداز کی زندگی من چاہی زندگی۔ اللہ ہمارے لیے ایک زندگی چاہتا ہے۔ رب چاہی زندگی۔ ایک اور انداز کی زندگی اگر ان دونوں میں فرق ہے تو غلطی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پسند کے علاوہ کسی اور انداز کی زندگی کو پسند کرنا گناہ ہے اور اس سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ تو توبہ جفا کا لباس اتار کر وفا کا لباس پہننا ہے۔ حضرت سہیل بن عبداللہ تستریؒ فرماتے ہیں کہ "حرکاتِ مذمومہ کو افعالِ محمودہ سے بدل دینے کا نام توبہ ہے"۔

پیغمبر خطا سے معصوم ہوتا ہے۔ کسی پیغمبر کا استغفار کرنا عجب ہے۔ اصل یہ ہے کہ نئے مقامات حاصل ہونے پر پرانے مقامات پر استغفار ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا ہر آنے والا لمحہ گزشتہ لمحہ سے بہتر تھا۔ اس لیے جب نئے مقامات پر پہنچتے تو پہلے مقام پر توبہ کرتے۔ اس لیے فرمایا "میں دن میں ستر مرتبہ توبہ کرتا ہوں"۔ (صحیح بخاری)

یہ توبہ خطا پر نہیں ہے بلکہ عروج کی منزل استغفار اور الحمد کی منزل ہے۔ نئی بلندی کا شکر ادا کرنا اور پہلے درجے پر استغفار یعنی ایک مکمل نیک اور وحی الٰہی پر چلنے والی زندگی کے لیے بھی استغفار کا عمل منشائے الٰہی کے عین مطابق ہے۔ اس لیے کہ توبہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول کی تو فرشتوں نے انہیں خوشخبری سنائی، حضرت جبرائیلؑ اور حضرت میکائیلؑ ان کے پاس آئے اور فرمایا "اے آدم اللہ پاک نے جو آپ علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی تو آپؑ کا کلیجہ ٹھنڈا ہوا۔" حضرت آدم علیہ السلام نے کہا "اے جبرائیل علیہ السلام اگر توبہ کی قبولیت کے بعد بھی مجھ سے اس گناہ کا سوال ہوا تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا"؟ اس وقت ان پر وحی کی گئی "اے آدم تو نے اپنی اولاد کے لیے رنج ومشقت بھی چھوڑی اور توبہ بھی تو جو کوئی اِس (توبہ) سے مجھ کو پکارے گا میں اس کو سنوں گا۔ جیسے تیری سنی اور جو کوئی مجھ سے مغفرت کا سوال کرے گا۔ میں بخل نہ کروں گا کیونکہ میرا نام قریب اور مجیب ہے۔ اے آدم میں توبہ کرنے والوں کو قبروں سے ہنساتے ہوئے اور بشارت سناتے ہوئے اٹھاؤں گا وہ جو دعا کریں گے قبول ہوگی"۔

سب سے بڑی بات گناہ کا احساس ہونا ہے۔ گناہ کا احساس پیدا ہو جائے تو گناہ سے نفرت ضرور ہوگی۔ جب نفرت ہوگئی تو دوبارہ گناہ نہ کرنے کا عزم پیدا ہو گا۔ دوبارہ گناہ نہ کرنے کا ارادہ ہی تو توبہ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں ''جس نے کوئی قصور کیا اور پھر اس قصور کو دل میں یاد کر کے خائف ہوا تو وہ قصور اس کے نامہ اعمال سے محو ہو جاتا ہے۔ بندہ بعض اوقات گناہ کرتا ہے اور مدت العمر اس پر نادم ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت شیطان افسوس کرتا ہے کہ کیا ہی خوب ہوتا کہ میں اس کو اس گناہ میں مبتلا ہی نہ کرتا''۔

ایک شخص نے حضرت ابن مسعودؓ سے سوال کیا میں نے ایک گناہ کیا ہے، میری توبہ قبول ہو جائے گی۔ آپؓ اس کی طرف متوجہ ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے فرمایا۔ "جنت کے آٹھ دروازے ہیں، سب کھلتے اور بند ہوجاتے ہیں لیکن توبہ کے دروازے پر ایک فرشتہ مقرر ہے توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوتا۔ تجھے چاہیے کہ عمل کر اور نا امید نہ ہو کہ گناہوں کے کفارے کے لیے توبہ ہے۔ توبہ بہترین دعا ہے"۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابن القاسمؒ نے فرمایا کہ ''مسلمان کا توبہ کرنا ایسا ہے جیسے اسلام کے بعد اسلام لانا۔ توبہ منظور ہوجائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا اور جب گناہ معاف ہوجائے تو گناہ کی یاد بھی نہیں رہتی۔ اگر اللہ احسان فرمادے تو انسان کو اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے۔ اس کی سابقہ برائیوں کو اچھائیوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے۔ اللہ توبہ کرنے والوں پر بڑا مہربان ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام نے توبہ کی تو خلافت ارضی عطا ہوئی۔ یونسؑ نے توبہ کی انہیں نجات مچھلی کے پیٹ سے ملی۔ تو ہر توبہ کرنے والے کو اللہ تعالیٰ نے اپنا قرب عطا کیا۔

روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نوجوان تھا اس نے 20 برس اللہ کی عبادت کی پھر اس نے نافرمانی بھی بیس برس کی پھر آئینہ میں جو دیکھا تو داڑھی میں سفیدی نکل آئی اور برا محسوس ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ''میں نے 20 برس تیری اطاعت کی اور 20 برس نافرمان رہا۔ اب اگر اپنی تمام تر حرکات سے باز آ کر تیری طرف رجوع کروں تو کیا تو مجھے معاف فرمادے گا''؟ اُسی وقت ایک آواز آئی (ہاتف غیب کی آواز) "تو نے ہم سے دوستی کی ہم نے تجھ سے محبت کی تو نے ہماری نافرمانی کی ہم نے تجھ کو مہلت دی اور اگر اب تو ہماری طرف رجوع کرے گا تو پذیرائی فرمائیں گے''۔ حضرت عبداللہ بن سلامؓ نے فرمایا کہ میں تم سے ایک حدیث کہتا ہوں یا نبی مرسل سے سنی ہوئی کہتا ہوں یا کتاب آسمانی سے دیکھی ہوئی بیان کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ ''بندہ گناہ کرنے کے بعد اگر ایک لحہ ندامت کرتا ہے تو پل مارنے سے پہلے وہ گناہ اس سے محو کر دیا جاتا ہے''۔ عبادات نعمتوں کے ساتھ کالعدم ہوجائیں گے۔ گناہ باقی رہ جائیں گے۔ گناہوں کے کفارے لیے توبہ ضروری ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ ''توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو، اس لیے کہ ان کے دل نرم ہوتے ہیں''۔

صغیرہ گناہ، کبیرہ گناہوں میں کیسے تبدیل ہوتے ہیں؟

بندہ گناہ کرتا رہے توبہ نہ کرے، اپنے گناہ کو ہلکا تصور کرے، چھوٹے چھوٹے گناہوں پر دوام رکھے، مثلاً جھوٹ، غیبت، طنز، عیب جوئی تو آدمی کا دل مرجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک قاعدہ ہے کہ جتنا انسان اپنے گناہ کو بڑا سمجھے گا اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو چھوٹا جانے گا اور جتنا انسان اپنے گناہ کو چھوٹا خیال کرے گا اتنا ہی وہ گناہ اللہ کے نزدیک بڑا ہوگا۔ اس لیے کہ گناہ کو بڑا سمجھنا اس بات کی دلیل ہے کہ دل میں کراہت اور نفرت اس گناہ کے لیے موجود ہے اور گناہ کو چھوٹا جاننا اس بات کی دلیل ہے کہ دل کی اس کے ساتھ الفت ہے۔

حدیث: ''مومن اپنے گناہ کو ایسا سمجھتا ہے جیسے ایک پہاڑ اوپر آگیا ہے اور بس اب سر پر آن گرے گا اور کافر یا منافق اپنی خطا کو ایسا جانتا ہے جیسے ناک پر مکھی اور اس کو اڑا دیا''۔ (یعنی چھوٹا) (مسند احمد)

صغیرہ گناہ کے کبیرہ گناہ میں تبدیل ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ گناہ کر کے خوش ہو اور فخر کرے۔ مثلاً مناظرہ کرنے والا کہتا پھرے "دیکھا میں نے کیسا لاجواب کر دیا، یا کیسا بیوقوف بنایا۔ یا تاجر کہے دیکھو کیسی ملاوٹ کی، کسی کو معلوم ہی نہیں ہوسکتا، یا رشوت لینے والا کہے کہ یہ تو کمیشن ہے سب کو دینا ہوتا ہے یہ رشوت کہاں ہے "؟ یعنی گناہ کرے اور اس کو کہتا پھرے۔ اس لیے کہ اس میں اول تو اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی کو دور کرنا ہے اور اللہ ہر ایک کا پردہ رکھنے والا ہے۔ دوسرے غیر شخص کو اس گناہ کی رغبت دینی ہے۔ تو گویا ایک گناہ کے ضمن میں دو خطائیں ہوئیں۔ صفات اور انعامات خداوندی میں ایک یہ بھی ہے کہ اچھی بات ظاہر کرتا ہے اور عیوب کو چھپاتا ہے۔ اس لیے علماء کا کہنا ہے کہ اول تو انسان گناہ ہی نہ کرے اور اگر کرتا ہے تو اس کی ترغیب نہ دے ورنہ گناہ کا مرتکب گردانا جائے گا۔ اگر کوئی عالم صغیرہ گناہ کرے تو وہ اس کا کبیرا گناہ لکھا جائے گا اس لیے کہ عالم کی دیکھا دیکھی ہزاروں لوگ وہ گناہ کریں گے۔ عالم تو مرجاتا ہے مگر اس کی برائی باقی رہتی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "عالم کی خرابی دوسروں کے اتباع سے ہے۔اس لیے کہ عالم تو اس گناہ پر توبہ کرے گا لیکن اس کی دیکھا دیکھی جن لوگوں نے ویسا ہی عمل شروع کیا وہ اس پر توبہ نہ کریں گے"۔

بنی اسرائیل کی حکایتوں میں مذکور ہے کہ ''ایک عالم لوگوں کو بدعت سکھا کر گمراہ کیا کرتا تھا۔پھر اس کو توبہ نصیب ہوئی تو ایک مدت تک خلق کی اصلاح کی۔اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کو وحی کی کہ "اس سے کہہ دو اگر تو نے صرف میرا ہی قصور کیا ہوتا تو میں معاف کر دیتا لیکن اس کا کیا علاج کہ تو نے میرے بندوں کو گمراہ کیا۔اور ان کی گمراہی کے باعث میں نے انہیں دوزخ میں ڈال دیا"۔(یعنی اب تیرے ساتھ کیسا معاملہ کیا جائے؟)

تائب سے گناہ ہوجائے تو کیا کرے؟

جب تائب شخص (جس نے پہلے توبہ کر لی تھی) کسی گناہ کا مرتکب ہوجائے تو اس پر دو باتیں واجب ہیں۔

1۔ ندامت کرے

2۔ گناہ کو محو کرنے کے لیے فوراً کوئی نیکی کرے اور پھر توبہ کرے۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آدمی گناہ کے بعد آٹھ کام کرے تو توقع کی جاسکتی ہے کہ گناہ معاف ہوجائے گا۔چار کام دل کے اعمال میں سے ہیں اور چار کام اعضاء کے اعمال میں سے ہیں۔

دل کے اعمال کے چار کام

1۔ توبہ یا قصد توبہ

2۔ گناہوں سے احتراز کا عزم

3۔ گناہ پر عذاب سے ڈرنا

4۔ اللہ سے اس گناہ کے معاف کرنے کی اور اپنے بخشے جانے کی توقع رکھنا۔

اعضاء کے چار کام

1۔ گناہ کے بعد 2 رکعت نماز توبہ کی نیت سے پڑھنا

2۔ نفل پڑھنے کے بعد 70 مرتبہ استغفار پڑھنا اور سو مرتبہ سبحان اللہ وبحمدہ، سبحان اللہ العظیم پڑھنا۔

3۔ صدقہ دینا

4۔ ایک روزہ رکھنا

حضرت سہیل تستریؒ فرماتے ہیں کہ "بندے کو ہر حال میں اپنے رب کی حاجت ہوتی ہے۔اس لیے جب گناہ ہوجائے تو التجا کرے۔"الٰہی میرا پردہ فاش نہ کرنا۔الٰہی میری توبہ قبول کرنا"،الٰہی مجھے عصمت اور عزت نصیب کرنا، جب کوئی عمدہ کام ہوجائے تو عرض کرے" الٰہی اس عمل کو مجھ سے قبول کرنا، میرا خاتمہ بخیر کرنا۔میرا خاتمہ کامل ایمان پر کرنا"۔

یہ دنیا ایک بیمار خانہ ہے اس میں جو کچھ ہے وہ مردہ ہے۔جو اس میں موجود ہیں وہ بیمار ہیں۔دل کے بیمار نسبتاً جسم کے بیماروں کے زیادہ ہوتے ہیں۔علماء طبیب ہیں اور سلاطین اس بیمار خانے کے منتظم دل کے مرض جو بدن کی نسبت زیادہ ہوگئے ہیں تو اس کی تین وجوہات ہیں۔

1۔ اول یہ کہ دل کے مریض کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ میں مریض ہوں۔

2۔ دوئم یہ کہ اس مرض کا دنیا میں مشاہدہ نہیں ہوتا۔ جبکہ بدن کے مرض کا انجام موت ہے اور اس کو سب دیکھتے ہیں۔موت سے ہر ایک کو نفرت ہے۔اس لیے بدن کا علاج خوب کرایا جاتا ہے۔

3۔ سوئم یہ کہ دل کے مریض کا علاج کرنے والے نایاب ہیں۔یعنی طبیب نایاب ہیں۔اس لیے کہ اس مرض کے طبیب عالم ہیں اور وہ خود اس زمانے میں مرض میں مبتلا ہیں۔

خالق نے جس عمل سے روکا ہے اس سے رک جانا ہی سعادت مندی ہے۔ نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے معاف ہوتا ہے۔عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے معاف ہوتا ہے۔تحریر کا گناہ تحریر کی توبہ سے ختم ہوتا ہے۔جس ڈگری کا گناہ ہوگا اس ڈگری کی توبہ درکار ہوگی۔جس انسان کو جو دولت عطا ہوتی ہے۔اس کی باز پرس ہوگی۔زبان کی تاثیر، الفاظ کی تاثیر، علم کی تاثیر، عمل کی تاثیر، غرض ہر تاثیر اس کے نامہ اعمال میں رکھی جائے گی۔اس لیے اگر نصیب یاوری کرے تو اپنی کسی بھی تاثیر کو نیکیوں میں اضافے کے لیے استعمال کر جائے لیکن ہمیشہ ذہن نشین رہے کہ جو انسان جتنا موثر ہوگا۔اس کا گناہ بھی اتنا ہی بڑا ہوگا۔اس لیے کہ ہم اپنے گناہوں کو اپنے حلقہ تاثیر میں سند بنا دیتے ہیں اور یوں ہم زیادہ سزا کے مستحق ہو جاتے ہیں۔اگر توبہ برملا نہ ہو تو برملا گناہ معاف نہیں ہوتا۔جتنے بڑے ہجوم میں جھوٹ بولا گیا تو اس کے لیے اتنی ہی بڑی سزا ہے۔اس سے نجات کا واحد راستہ یہ ہے کہ اتنے ہی بڑے ہجوم میں توبہ کی جائے۔بعض اکابر کا قول ہے کہ جب بندہ گناہ کرتا ہے تو دائیں ہاتھ کے فرشتے سے بائیں ہاتھ کا فرشتہ گناہ لکھ لینے کی اجازت طلب کرتا ہے۔اس پر دائیں ہاتھ کا فرشتہ کہتا ہے ''ٹھہر جا شاید توبہ کرلے'' پس بائیں ہاتھ کا فرشتہ چھ ساعت تک اس گناہ کو نہیں لکھتا۔اگر اس دوران بندہ توبہ کر لیتا ہے تو لکھتا ہی نہیں اور اگر توبہ نہیں کرتا تو گناہ لکھ لیا جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ سے حدیث مروی ہے کہ ''مُہر کرنے والا فرشتہ عرش کے سائے سے لٹکا ہوا ہے۔جب بہت سی بے حرمتیاں ہوتی ہیں اور حلال چیزیں حرام سمجھی جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ مہر کرنے والے فرشتے کو زمین پر بھیج دیتا ہے۔وہ دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔پھر اچھائی اور برائی کی سمجھ اور پہچان جاتی رہتی ہے''۔

اور بعض اکابر کا قول ہے کہ لعنت منہ کے سیاہ ہونے اور مال کے ناقص ہونے کا نام نہیں ہے بلکہ لعنت یہ ہے کہ آدمی ایک گناہ سے نکل کر دوسرے اس جیسے یا اس سے زیادہ بڑے گناہ میں مبتلا ہو جائے''۔اس لیے کہ لعنت کے معنی محروم کر دینا اور رحمت سے دور کر دینا ہے۔اور توفیق الٰہی کا عنایت نہ ہونا بڑا ہی افسوس ناک ہے۔

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جب بندہ اپنی شہوت کو میری اطاعت پر مقدم سمجھتا ہے تو اس کی ادنیٰ حالت یہ ہو جاتی ہے کہ میں اس کو اپنی مزہ دار مناجات سے محروم کر دیتا ہوں۔''

حضرت موسیٰؑ نے حضرت خضرؑ سے کہا ''مجھے کچھ وصیت فرمایئے''۔انہوں نے کہا ''ہنستی صورت رہا کرو، غصہ مت کیا کرو، ایسے رہو کہ دوسروں کو تم سے فائدہ ہو ، کسی کو تم سے ضرر نہ پہنچے، بے حجاب مت پھرو، اور بدون اچھنبے کی چیزوں کے مت ہنسو اور اہل قصور کو ان کی خطاؤں کا طعنہ مت دو۔اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔اس لیے کہ گناہوں سے توبہ کر کے اطاعت الٰہی پر متوجہ ہونے سے لذت مناجات الٰہی حاصل ہوتی ہے۔اس لذت و حلاوت کے علاوہ، اگر اور کچھ نہ ملتا تب بھی کافی تھا جبکہ اس کو مزید جنت کی نعمتیں بھی دی جائیں گی''۔

حضرت شفیق بلخیؒ فرماتے ہیں ''بدترین شخص وہ ہے جو توبہ کی امید پر گناہ کرے اور زندگی کی امید پر توبہ کرے''۔

حضرت شفیق بلخیؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا توبہ کرنے آیا ہوں مگر بہت دیر سے آیا ہوں۔حضرت شفیق بلخیؒ نے فرمایا ''موت سے پہلے توبہ کرنا دیر نہیں ہے''۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فرمان ہے: ''بوڑھے آدمی کا توبہ کرنا عمدہ کام ہے، لیکن اگر جوان آدمی توبہ کرے تو یہ بہت ہی عمدہ کام ہے''۔

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری

بنو امیہ کے پانچویں خلیفہ عبدالملک نے ایک دفعہ مشہور تابعی حضرت سعید بن مسیبؒ سے فرمایا ''ابو محمد اب میری حالت یہ ہو گئی ہے کہ اچھا کام کرتا ہوں تو اس سے کوئی خوشی نہیں ہوتی اور برا کام کرتا ہوں تو رنج نہیں ہوتا''۔اس پر حضرت سعید بن مسیبؒ نے فرمایا ''امیر المومنین اب آپ کا دل پورے طور پر مر چکا ہے''۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں ''جس گناہ کے بعد ندامت نہ ہو اندیشہ ہے کہ وہ گناہ اسے اسلام سے خارج نہ کر دے''۔

حضرت حسن بصریؒ کا قول ہے کہ ''گناہ کے بعد توبہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرابت میں اضافہ کا سبب ہے''۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ دعا کیا کرتے تھے۔''الٰہی مجھے ان لوگوں میں شامل کر دے جو نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور برا کام کرتے ہیں تو استغفار کرتے ہیں''۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں ''مصیبت زدہ کی فریاد رسی اور کسی مبتلائے رنج کی تکلیف کو دور کرنا بڑے گناہوں کے کفارے میں سے ہے''۔

آپؓ فرماتے ہیں جو دعا کرے گا اس کی دعا ضرور قبول ہوگی۔جو توبہ کرے گا اس کی توبہ ضرور قبول ہوگی۔جو استغفار کرے گا اس کی مغفرت ضرور ہوگی۔جو شکر کرے گا اس کو ضرور زیادتی نعمت حاصل ہوگی۔اس لیے اگر کسی سے کوئی گناہ ہو جائے اور وہ نفس کا تزکیہ کرنے کا خواہش مند ہو تو وہ لازماً ندامت سے دوچار ہوگا۔اب اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس گناہ سے توبہ کرے اور جو کچھ وہ کر چکا ہے۔اس گناہ سے بچنے کے لیے رب تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔بندہ جب نیکی کی طرف لوٹتا ہے تو اللہ

تعالیٰ بھی ناراضگی دور کر کے رحمت کی طرف لوٹ آتا ہے۔

قرآن پاک سورہ النساء، آیت نمبر 16 میں ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ تَوَّابًا رَّحِیمًا

ترجمہ: "بے شک اللہ بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے"۔

توبہ پر رب تعالیٰ کی خوشی:

حضرت عیسیٰؑ کی صحبت میں ہر طرح کے لوگ حاضر ہوا کرتے تھے، نیک و بد، پارسا، گناہ گار، حضرت عیسیٰؑ ہر ایک کے ساتھ محبت کا سلوک کیا کرتے تھے۔ انہیں اچھی بات کی نصیحت کرتے اور برائیوں پر خبردار کرتے۔ اور انہیں اپنے ساتھ کھانا کھلاتے، مذہبی پیشواؤں نے اعتراض کیا کہ یہ تو گناہ گاروں کو بھی اپنے ساتھ بیٹھا کر کھانا کھلاتے ہیں۔

ایک دن حضرت عیسیٰؑ نے ان سے سوال کیا ''تم میں کون ایسا ہے جس کے پاس سو بھیڑیں ہوں اور جب ان میں سے ایک بھیڑ کھو جائے تو وہ ننانوے بھیڑوں کی فکر چھوڑ کر گم ہونے والی بھیڑ کو ڈھونڈ تا نہ پھرے؟ اس وقت تک جب تک وہ بھیڑ اسے نہ مل جائے۔ اور جب وہ گم شدہ بھیڑ مل جائے تو خوشی کے مارے اسے اپنے کندھوں پر نہ اٹھائے اور گھر پہنچ کر لوگوں کو یہ نہ بتائے کہ میری یہ بھیڑ گم گئی تھی۔ اب مل گئی ہے تم بھی میرے ساتھ خوشی مناؤ کہ اب بھیڑ مجھے مل گئی ہے۔ میں تم سے یہ بات کہتا ہوں کہ ننانوے لوگوں کی نسبت جو توبہ نہیں کرتے ایک توبہ کرنے والے گناہ گار بندے کے لیے آسمان پر زیادہ خوشی منائی جاتی ہے۔ یا پھر تم مجھے یہ بتاؤ؟ کہ کونسی ایسی عورت ہے کہ جس کے پاس دس درہم ہوں اور ان میں سے ایک کھو جائے۔ تو وہ گھر میں چراغ جلا کر جھاڑو نہ دے اور جب تک وہ گم شدہ درہم اسے مل نہ جائے وہ اسے ڈھونڈتی نہ رہے۔ پھر جب وہ درہم اسے مل جائے تو اپنی ساتھیوں سے یہ نہ کہتی پھرے کہ میرا یہ درہم گم ہو گیا تھا۔ بڑی مشکل سے مجھے دوبارہ مل گیا ہے۔ میں خوش ہوں تم بھی میرے ساتھ خوشی مناؤ کہ مجھے میرا گم شدہ درہم واپس مل گیا۔ اسی طرح میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ ایک توبہ کرنے والے گناہ گار کی توبہ پر اللہ تعالیٰ آسمان پر فرشتوں کے سامنے خوشی کا اظہار فرماتا ہے"۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "ایک شخص نے اپنی سواری پر زادِراہ رکھا اور سفر کے لیے روانہ ہوا۔ راستے میں ریگستان تھا وہ شخص تھک کر سو گیا، اٹھا تو سواری اور سامان سب غائب پایا ڈھونڈا لیکن کہیں بھی سواری نہ ملی۔ آخیر تھک ہار کر ایک جگہ گر گیا اور مارے تھکن کے دوبارہ آنکھ لگ گئی۔ پھر کچھ دیر کے بعد آنکھ کھلی تو سواری اور زادِراہ سب کچھ پاس ہی تھا۔ اس شخص کی خوشی کا کیا عالم ہوگا؟ کہ مایوسی کے بعد اسے سب کچھ مل گیا"۔ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ "واقعی اس شخص کی خوشی نا قابل بیان ہے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ پر اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے"۔ (صحیح بخاری)

****

موت کی تیاری

وقت نزاع:۔

موت آنے سے پہلے مرنے والے پر عموماً موت آنے کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں جس سے اندازہ ہوجاتا ہے کہ اب مریض پر موت آنے والی ہے اس طرح موت کے قریبی وقت کو عالم نزاع کہا جاتا ہے۔کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہیں، ناک کی ہڈی ٹیڑھی ہوجاتی ہے۔منہ کی کھال سخت ہوجاتی ہے۔سانس اکھڑ جاتی ہے اور جلدی جلدی آنے لگتی ہے اس وقت کلمہ کی تلقین کرتا اور:۔مرنے والے کا منہ قبلہ کی طرف کر دینا سنت ہے۔اس وقت مرنے والے کے پاس بلند آواز سے کلمہ کا ورد کریں اسی کو کلمہ کی تلقین کہتے ہیں۔مرنے والا جب ایک مرتبہ کلمہ پڑھ لے تو تلقین کرنا بند کر دیں۔مرنے والے کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرنا مستحب ہے۔

حدیث: حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جس کا آخیری کلام ''لا الہ الا اللہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا''۔(مشکوۃ المصابیح، جلد 1، حدیث نمبر 1621)

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ''جس نے مرتے وقت یہ کلمات پڑھے تو آگ اسے کبھی نہ کھائے گی۔لَا اِلٰہَ اِلاّ اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکبَر وَ لَا حَولَ وَ لَا قُوَّۃَ اِلّا بِاللّٰہِ اَلعَلِیِ العَظِیم (طبرانی)

جس شخص پر موت کا عالم طاری ہو یعنی ایسے آثار پیدا ہو چکے ہوں کہ اس کی روح جسم سے نکلنے والی ہے تو اس وقت اس کے قریب نیک لوگوں کو بیٹھنا چاہیئے اور دنیا کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔مرنے والے کے پاس سورۃ یٰسین کی تلاوت کرنے سے روح نکلنے میں آسانی پیدا ہوجاتی ہے۔

حدیث: حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" ہر چیز کا ایک دل ہوتا ہے اور قرآن پاک کا دل سورہ یٰسین ہے۔لہٰذا جو شخص اس کی تلاوت کرے گا تو اس کے بدلے میں اس کے اعمال میں 10 قرآن پاک پڑھنے کا ثواب لکھا جائے گا"۔(مشکوۃ المصابیح، جلد 1، حدیث نمبر 2147)

صاحب مرقاۃ نے فرمایا ''اس سورت میں اسلام کے تین بنیادی اصول ہیں۔توحید، رسالت اور حشر و نشر پر زور دیا گیا ہے''۔زبان اور دیگر اعضاء سے تعلق رکھنے والی چیزیں دوسری سورتوں میں ذکر کی گئیں ہیں اس طرح اس سورت میں صرف دل کے اعمال ہی کا تذکرہ ہے تو اسے قرآن پاک کا دل کہہ دیا گیا۔مرتے وقت مرنے والا اندر سے کمزور ہوجاتا ہے۔اعضاء بے جان ہو رہے ہوتے ہیں لیکن دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ہر طرف سے اس کی توجہ ہٹ جاتی ہے۔اس لیے مرتے وقت مریض کے نزدیک ایسی سورۃ پڑھی جاتی ہے جس سے اس کے دل کو تقویت پہنچتی ہے اور اس کے ایمان اور تصدیق کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے نزاع کے وقت سورۃ یٰسین پڑھنے کا حکم دیا ہے۔جسم پر موت وارد ہونے کے آخیری لمحات بڑے سخت ہوتے ہیں جبکہ جسم سے جان نکلنے والی ہوتی ہے۔نبیوں اور ولیوں پر یہ وقت عام لوگوں کی نسبت زیادہ شدید ہوتا ہے اس کی وجہ اہل روحانیت کے نزدیک تجلیات الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے جو موت کے وقت اللہ کے خاص بندوں پر زیادہ ہوجاتا ہے۔عالم نزاع میں میت کی سہولت کو مدنظر رکھنا چاہیے یعنی اس کے ساتھ کوئی ایسی بات نہ کریں جس سے اس کو تکلیف ہو اور نہ ہی اس کو رنجش پہنچانے والا کوئی کام کیا جائے کیونکہ موت کے وقت مریض اللہ کی رحمت کا منتظر اور اپنے گناہوں کی معافی کا طلب گار ہوتا ہے اس لیے پاس بیٹھنے والوں میں سے کسی کو کوئی بری بات منہ سے نہیں نکالنی چاہیے۔کیونکہ اس وقت جو کچھ منہ سے نکالا جاتا ہے اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں۔اللہ والوں کے منہ پر اچھی بات ہی ہوتی ہے لہٰذا کوشش کرنی چاہیے کہ ایسے مریض کے پاس جس پر موت کے آثار نظر آرہے ہوں کوئی اللہ والا ہو اس سے میت کو بہت فائدہ پہنچتا ہے۔قریب المرگ مریض یا میت کے پاس اچھی بات کہنا سنت ہے۔

حدیث: حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جب تم کسی میت کے پاس جاؤ تو اچھی بات کہا کرو کیونکہ فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں جو تم اس وقت کہتے ہو۔جب حضرت ابوسلمہؓ نے وفات پائی تو میں نے عرض کیا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں کیا کہوں"؟ فرمایا "تم یوں کہو: اے اللہ ان کی مغفرت فرما اور مجھے ان کا اچھا بدل عطا فرما'' پس اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کے بدلے محمد خاتم النبیین ﷺ مرحمت فرمائے''۔(جامع ترمذی، جلد 1، حدیث نمبر 977- سنن ابن ماجہ، جلد 2، حدیث نمبر 1447)

حدیث:۔ حضرت ابوسلمہؓ نے حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ " جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے اور فرمایا کہ میں

نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ "مرنے والا ان کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جس میں اس نے وفات پائی ہوگی"۔(ابوداود)

حدیث : حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جو شخص جمعہ کے دن یا شب جمعہ مرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھتا ہے'' (ترمذی)

اہل محبت پیر کے دن کو بہت افضل جانتے ہیں کیونکہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کا وصال پیر کے دن ہوا۔حضرت ابوبکرؓ نے اسی دن وصال فرمایا۔

موت کا مزہ:-

ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا پڑے گا۔کوئی انسان موت سے بچ نہیں سکتا۔قرآن پاک سورہ الانبیا، آیت نمبر 35 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ ''ہر شخص نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور ہم تمہاری آزمائش اچھائی اور برائی سے کرتے ہیں اور تم نے ہماری ہی طرف پلٹ کر آنا ہے" ۔

سورہ آل عمران، آیت نمبر 185

ترجمہ ''ہر انسان نے موت کا مزہ چکھنا ہے اور قیامت کے روز تمہارا اجر تمہیں دیا جائے گا۔پس جو آگ سے بچ کر جنت میں داخل ہوا تو وہی کامیاب ہوا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے میں مبتلا رکھنے والا ساز و سامان ہے"۔

سورۃ العنکبوت، آیت نمبر 57

ترجمہ ''ہر جان نے موت کا مزہ چکھنا ہے پھر تمہیں ہماری طرف ہی پلٹ کر آنا ہے۔''

سورۃ آل عمران، آیت نمبر 145

ترجمہ: ''اور کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر نہیں مر سکتا۔ ہر ایک کا وقت مقرر لکھا ہے اور جو دنیا میں اجر چاہتا ہے ہم اسے یہاں ہی دے دیتے ہیں اور جو آخرت کے ثواب کا طالب ہے ہم اسے آخرت میں ثواب دیں گے اور شکر کرنے والوں کو ہم بہت جلد جزا دیں گے۔''

سورہ منافقون، آیت نمبر 11

ترجمہ: ''کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اللہ ہرگز کسی کو وقت نہیں دیتا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے۔''

سورہ الاحزاب، آیت نمبر 16

ترجمہ: '' آپ خاتم النبیین ﷺ فرمادیجئے موت یا قتل سے (جہاد سے) بھاگو تو یہ ذرا بھی نفع نہ دے گا اس کے باوجود ہر کسی کو دنیا میں فائدہ اٹھانے کا موقع دیا جاتا ہے۔اور اس وقت تم بہت ہی کم فائدہ اٹھاؤ گے''۔

سورہ جمعہ، آیت نمبر 8

ترجمہ: '' آپ (خاتم النبیین ﷺ) فرمادیجئے کہ موت جس سے تم فرار چاہتے ہو وہ ضرور تم پر وارد ہو کر رہے گی پھر تمہیں اس کی طرف لوٹا دیا جائے گا۔ جو غیب اور ظاہر کو جاننے والا ہے۔ پھر جو اعمال تم کرتے ہو وہ اس سے تمہیں باخبر کردے گا۔''

موت کی سختی:-

موت کے وقت جسم سے جان نکلنے کو موت کی سختی کہتے ہیں۔یعنی جان نکلتے وقت جسم کو بے حد تکلیف ہوتی ہے۔تمام بزرگان دین اس بات پر متفق ہیں کہ جان کنی کی تکلیف تلوار سے کسی کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالنے کی تکلیف سے زیادہ سخت ہے۔ ہمارے مشکل ترین اوقات میں نزاع کے وقت کی تکلیف اور روز محشر کی تکلیف سب سے زیادہ ہے۔اگر موت کی تکالیف کا ایک قطرہ تمام آسمان اور زمین پر رہنے والوں پر ٹپکا دیا جائے تو سب مر جائیں جبکہ قیامت میں ایک گھڑی کی تکلیف اس تکلیف سے بھی ستر گناہ زیادہ ہوگی۔

حضرت حسنؓ سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا گیا "موت کیسی ہے "؟ آپ نے فرمایا "بیری کے درخت کے مانند ہے جس کی شاخیں ہر ہر رگ سے اُگ گئیں ہوں اور پھر ان کو کوئی کھینچے یہ ہے موت کی آسان ترتکلیف''۔

حضرت شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ ''موت دنیا اور آخرت کی ہولناکیوں میں سے سب سے زیادہ ہولناک ہے یہ آروں کے چیرنے سے، قینچیوں کے کاٹنے سے، اور ہانڈیوں کے ابالنے سے زیادہ ہے اگر مردہ زندہ ہو کر موت کی حالت اور تکلیف لوگوں کو بتا دیتا تو ان کا عیش اور نیند سب ختم ہو جاتے۔'' (ابن ابی الدنیا)

روایت ہے کہ جب حضرت عمرو بن العاصؓ کی وفات کا وقت آیا تو ان کے بیٹے نے ان سے کہا ''اے ابا جان آپ کہا کرتے تھے کہ کوئی عقلمند انسان مجھے نزاع کے عالم میں مل جائے تو میں اس سے موت کی حالت دریافت کروں؟ تو آپ سے زیادہ عقلمند کون ہوگا برائے مہربانی آپ ہی مجھے موت کے حالات بتا دیجئے"۔آپؓ نے فرمایا ''بخدا میرے بیٹے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پہلو ایک تخت پر ہیں اور میں سوئی کی نوک کے برابر سوراخ سے سانس لے رہا ہوں اور ایک کانٹوں والی شاخ میرے قدموں کی طرف سے سر کی جانب کھینچی جا رہی ہے"۔یہی حدیث ابن سعد نے عوانہ بن الحکمؒ سے روایت کی ہے۔ (ابن ابی الدنیا)

حضرت علیؓ سے روایت ہے آپؓ نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ایک ہزار تلوار کی چوٹیں میرے نزدیک بستر پر مرنے سے بہتر ہیں "۔(ابن ابی لدنیا)

حضرت فصیل بن عیاضؒ سے روایت ہے کہ ''کیا وجہ ہے کہ مرنے والے انسان کی روح نکالی جاتی ہے اور اتنی تکلیف پر وہ خاموش رہتا ہے لیکن اگر کسی انسان کے پیر میں چیونٹی کاٹ لیتی ہے تو وہ تڑپ جاتا ہے"۔آپؒ نے فرمایا "فرشتے اسے باندھ دیتے ہیں۔''

حضرت ابوقتادہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''شہید کو موت کی تکلیف صرف اتنی ہوتی ہے کہ جتنی کہ چیونٹی کے کاٹنے سے ہوتی ہے۔''

حضرت انسؓ سے روایت ہے "مرنے والے انسان کو فرشتے باندھ دیتے ہیں ورنہ وہ جنگلات میں بھاگتا پھرتا۔''

ملک الموت:-

ملک الموت کا نام عزرائیلؑ ہے جس کا مطلب ہے اللہ کا بندہ۔دنیا کا نظام چار فرشتوں کے سپرد ہے۔

1۔ جبرائیل علیہ السلام کے سپرد لشکروں اور ہواؤں کا کام ہے
2۔ میکائیلؑ کے سپرد بارش اور نباتات کا کام
3۔ عزرائیلؑ کے سپرد روح قبض کرنے کا کام
4۔ اسرافیلؑ سب کو پہنچاتے ہیں اور قیامت میں صور پھونکیں گے۔

(ابن ابی حاتمؒ،ابن ابی شیبہؒ،اور ابوشیخؒ نے "عظمت"میں اور "شعبہ ایمان" میں بیہقیؒ نے روایت کیا)

ملک الموت کو حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی تنبیہ:-

حضرت خزرجؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا "میں نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو ایک میت کے پاس دیکھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ ملک الموت سے خطاب فرما رہے تھے کہ:''اے ملک الموت میرے ساتھی کے ساتھ نرمی کرو کیونکہ وہ مومن ہے۔'' ملک الموت نے جواب دیا کہ'' آپ خاتم النبیین ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل خوش ہو کہ میں تو ہر مومن پر نرمی کرتا ہوں۔اے محمد خاتم النبیین ﷺ میں جب آدمی کی روح قبض کرتا ہوں اور چیخنے والے چیختے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ بخدا ہم نے اس پر ظلم نہیں کیا اگر تم اللہ تعالیٰ کے کئے پر راضی ہو تو مستحق اجر ہوگے ورنہ لائق عذاب اور ہم کو تو بار بار آنا ہی ہے۔اس لیے ڈرتے رہو خیمے والے ہوں یا کچے مکانوں والے،نیک ہوں یا بد،پہاڑی علاقوں میں رہنے والے ہوں یا ہموار زمینوں پر بسنے والے،ہر رات اور ہر دن میں ہر ایک چہرے کو غور سے دیکھتا ہوں اس لیے میں ہر چھوٹے اور بڑے کو ان سے زیادہ پہچانتا ہوں''۔(ابن ابی الدنیا)

ابوشیخ کی روایت ہے''ملک الموت دن میں تین مرتبہ لوگوں کے چہروں کو دیکھتے ہیں جس کی عمر پوری ہو جاتی ہے اور اس کا رزق دنیا سے ختم ہو جاتا ہے اس کی روح قبض فرماتے ہیں۔جب گھر والے رونے لگتے ہیں تو ملک الموت دروازے کے پٹ پکڑے فرماتے ہیں "میں نے تمہارا کوئی قصور نہیں کیا میں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہوں۔نہ میں نے اس کا رزق کھایا اور نہ میں نے اس کی روح قبض کی۔اور مجھے تو تمہارے پاس بار بار آنا ہے۔حتیٰ کہ تم میں سے کوئی باقی نہ بچے گا"۔

حضرت خواجہ حسنؒ فرماتے ہیں "اگر لوگ اس فرشتے کو دیکھ پائیں اور اس کے کلام کو سن لیں تو میت بھول کر خود اپنے آپ کو رونے لگ جائیں"۔

حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے "زمین ملک الموت کے لیے طشت کر دی گئی ہے کہ جہاں سے چاہیں اور جس کو چاہیں اٹھالیں۔ان کے کچھ مددگار ہیں جو روحیں قبض کر کے ان کے حوالے کر دیتے ہیں''۔(احمد۔ابونعیم)

حضرت عباسؓ سے روایت ہے''ملک الموت ہی تمام اہل زمین کو موت دیتے ہیں اور ان کو تمام اہل زمین پر اس طرح مسلط کیا گیا ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی اپنی ہتھیلی پر رکھی کوئی چیز پر۔جب وہ کسی پاک نفس کو قبض کرتے ہیں تو اس کو ملائکہ رحمت کے سپرد کر دیتے ہیں اور جب کسی خبیث روح کو قبض کرتے ہیں تو اس کو ملائکہ

عذاب کے سپرد کر دیتے ہیں"۔

حضرت ربیع بن انسؓ سے روایت ہے کہ ''ملک الموت کے بارے میں ان سے دریافت کیا گیا کہ آیا وہ تنہا روحیں قبض کرتے ہیں''۔تو انہوں نے فرمایا کہ ''ملک الموت کے مددگار اور تابع ہیں اور وہ ان کے قائد ہیں''۔

حضرت جابرؓ بن زید سے روایت ہے کہ ''ملک الموت پہلے لوگوں کو بلا کسی مرض کے وفات دیتے تھے تو لوگ ملک الموت کو برا بھلا کہتے اور گالیاں دیتے تھے۔ چنانچہ ملک الموت نے بارگاہ خداوندی میں التجا کی تو اللہ تعالیٰ نے امراض کو پیدا کر دیا۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں بیماری کی وجہ سے مرا اور فلاں فلاں بیماری سے۔ ملک الموت کا نام نہیں لیتے۔(ابن ابی الدینا)

ملک الموت کی پُرہیبت شکل:-

حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا کہ "اے ملک الموت آپ مجھے اپنی وہ صورت دیکھائیں جس میں آپ کفار کی روح کو قبض کرتے ہیں"؟ ملک الموت نے کہا "یہ دیکھنا آپ کی طاقت سے باہر ہوگا "لیکن آپ کے اصرار پر انہوں نے فرمایا "اپنا منہ موڑ لیجئے"۔اب جو دیکھا تو ایک سیاہ شخص ہے جو منہ میں آگ لیے ہوئے آ رہا ہے اسکے کانوں میں سے بھی آگ نکل رہی ہے یہ حال دیکھ کر آپؑ پر غشی طاری ہوگئی۔ اب جو دیکھا تو آپ علیہ السلام اپنی اصلی حالت پر تھے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ملک الموت سے کہا کہ "اگر کافر کو محض تمہاری شکل ہی دیکھنے کی تکلیف برداشت کرنی پڑتی تو یہ بھی بہت بڑی تکلیف ہے۔ اب ذرا یہ بتایئے کہ مومن کی روح آپ کس طرح نکالتے ہیں"۔فرشتہ نے کہا کہ "ذرا منہ پھیریئے" آپؑ نے منہ پھیر لیا پھر جو دیکھا تو آپ علیہ السلام کے سامنے ایک حسین نوجوان تھا جس کا جسم مہک رہا تھا جس کے کپڑے سفید تھے"۔حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا "اگر مومن کو صرف آپؑ کا دیدار ہی موت کے وقت کروایا جائے تو کافی ہے"۔

''قرآن پاک میں سورہ نحل آیت نمبر 32 پارہ 14 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ترجمہ: ''مومن کی روحیں فرشتے خوش طبعی کی حالت میں قبض کرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں سلامتی ہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔ بسبب اس کے کہ تم اچھے عمل کرتے تھے۔''

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: "قریب المرگ شخص کے پاس ملائکہ آتے ہیں اگر وہ شخص نیکوکار رہوتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں "اے پاک جان جو پاک بدن میں تھی اب اس حالت میں باہر آ کہ تجھے مسرت اور رزق کی خوشخبری اور ایسے رب کریم کی ملاقات کی نوید کے ساتھ جو (تجھ سے) ناراض نہیں ہے"۔(ابن ماجہ)

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ "جب مومن دنیا سے رخصت ہونے لگتا ہے تو اللہ کے فرشتے جن کے چہرے سورج کی مانند چمکتے ہیں نازل ہوتے ہیں ان کے ہمراہ جنتیں، خوشبویں اور کفن ہوتے ہیں وہ ایسی جگہ بیٹھتے ہیں جہاں سے مردہ ان کو دیکھتا ہے۔ جب اس کی روح پرواز کرتی ہے تو ہر فرشتہ اس کے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے"۔(کتاب الاحوال والایمان)

کافروں کی روح قبض ہونے کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے کہ: (سورہ انعام آیت نمبر 93)

ترجمہ ''اور کاش تم ان لوگوں کو جنہوں نے ظلم کیا موت کی سختی کے وقت دیکھو جب فرشتے ان کی طرف ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں ہمارے حوالے کرو آج تمہیں ذلت کا عذاب دیا جائے گا اس وجہ سے کہ تم اللہ پر ناحق باتیں کہتے تھے اور تم اس کی آیتوں پر تکبر کیا کرتے تھے''۔

کافر کو موت کی سختی سزا کے طور پر دی جائے گی۔(سورنحل، آیت نمبر 28)

ترجمہ ''اے کافر جو خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے تو فرشتے جب ان کی روحیں قبض کرتے ہیں تو وہ سلامتی کی طرف مائل ہونے لگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو کچھ بھی برائی نہ کرتے تھے اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ کہ تم کرتے تھے۔''

مرنے کے بعد روحوں کا ملنا:-

حضرت صالح مرویؒ سے روایت ہے کہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ مرنے کے بعد روحیں آپس میں ملاقات کرتی ہیں اور یہ دریافت کرتی ہیں کہ ''تم لطیف جسم میں ہو یا خبیث میں؟''

حضرت لیث بن سعدؒ سے روایت ہے کہ ''ایک شخص شام والوں میں سے شہید ہو گیا تو وہ ہر جمعہ کی رات کو خواب میں اپنے باپ کے پاس جاتا اور اس سے گفتگو کرتا لیکن

ایک جمعہ کی رات کو نہ آیا اور پھر دوسرے جمعہ کو آیا۔ باپ نے اس سے نہ آنے کی وجہ معلوم کی اس نے بتایا کہ وجہ یہ ہوئی کہ تمام شہداء کو حکم دیا گیا تھا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے جنازے میں شرکت کریں۔ یہ واقعہ ٹھیک حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی وفات کے وقت پیش آیا۔ حضرت ثابت بنانیؒ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص مر جاتا ہے تو اس کے عزیز و اقارب اس کے استقبال کے لئے آتے ہیں اور وہ آپس میں مل کر خوش ہوتے ہیں''۔ (ابن ابی الدنیا)

میت کی آنکھیں بند کرنا:-

1۔ اس کی آنکھیں بند کر دینا سنت ہے۔

2۔ موت کے بعد میت کو کپڑے سے ڈھانپ دینا بھی سنت ہے۔

3۔ میت کو غسل دینا فرض کفایہ ہے۔

میت کو غسل دینے والا نیک، متقی اور ایماندار ہونا چاہئے اور اسے سنت کے مطابق میت کے طریقہ غسل سے آگاہ ہونا چاہئے۔ میت کو غسل دینے کا اجر بے پناہ ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کے ارشاد کے مطابق میت کو غسل دینے والا گناہوں سے ایسے پاک ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہوا ہو۔

میت کو نیم گرم پانی سے غسل دینا بہتر ہے۔ حضور خاتم النبیین ﷺ کے زمانے میں میت کو نیم گرم پانی سے غسل دیتے تھے۔ غسل میت میں پہلے وضو کے اعضاء کو دھونا سنت ہے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ ہمیشہ طہارت اور پاکیزگی کے کاموں میں ہمیشہ ابتدا دائیں طرف سے فرماتے تھے۔ اور خاص کر غسل میت کو آپ خاتم النبیین ﷺ نے دائیں جانب سے شروع کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ حضرت ام عطیہؓ روایت کرتی ہیں کہ ''جب ہم نے رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی صاحبزادی کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو غسل کے وقت آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا اس کی دائیں جانب اور مقامات وضو سے شروع کرو''۔ (بخاری شریف)

حدیث: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جو میت کو غسل دے اسے غسل کرنا چاہئے اور جو میت کو کندھا دے اسے وضو کرنا چاہئے۔ اور غسل کے لیے جو پانی تیار کیا جائے اسی میں کافور اور بیری کے پتے ملا لینا سنت ہے"۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے (سنت موکدہ)

میت پر غسل کے دوران ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے اور تین مرتبہ پانی بہانا مستحب ہے (سنت غیر موکدہ)

تین سے زیادہ مرتبہ بھی پانی بہا سکتے ہیں لیکن وہ طاق بار ہونا چاہیے۔ یعنی پانچ، یا سات بار۔ علماء کا کہنا ہے کہ بیری کے پتوں اور کافور کے استعمال کی وجہ سے موذی جانور میت کے پاس نہیں آتے۔ غسل کے لیے وصیت کرنا جائز ہے۔ عورت کی میت کو غسل دینے کے بعد میت کے بالوں کو کھول کر کندھوں پر ادھر اُدھر دونوں طرف کریں سر کو رومال میں چھپا دیں۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اپنے مردوں کی بھلائیاں یاد کرو اور ان کی برائی سے رک جاؤ "۔ (ترمذی)

مسائل غسل:-

1۔ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے

2۔ بیوی کے مرنے کے بعد شوہر اپنی بیوی کا چہرہ دیکھ سکتا ہے لیکن اسے غسل نہیں دے سکتا۔ (عام طور پر جو مشہور ہے کہ مرنے کے بعد نہ منہ دیکھ سکتا ہے نہ کندھا دے سکتا ہے نہ قبر میں اتار سکتا ہے یہ سب غلط ہے)۔

3۔ عورت کا انتقال ہوا اور وہاں کوئی عورت نہیں ہے کہ نہلائے تو تیمم کرایا جائے۔ پھر تیمم کروانے والا محرم ہو تو ہاتھ سے تیمم کرائے اور اجنبی ہو یا شوہر ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر مٹی پر ہاتھ مارے اور تیمم کرائے۔ شوہر کے سوا کوئی اور اجنبی ہو تو کلائیوں کی طرف نظر نہ کرے۔ اور شوہر ہو تو اس کی حاجت نہیں اور اس مسئلہ میں جوان عورت یا بوڑھی عورت دونوں کے لیے ایک ہی حکم ہے۔

4۔ مرد کا انتقال ہوا اور وہاں نہ کوئی مرد ہے اور نہ اس کی بیوی تو جو عورت وہاں ہے اسے تیمم کرائے۔ پھر اگر عورت محرم ہے یا اس کی باندی ہے تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹنے کی حاجت نہیں اور اجنبی ہو تو کپڑا لپیٹ کر تیمم کروائے (عالمگیری)

5۔ اگر کسی ایسی جگہ انتقال ہوا کہ پانی نہیں ہے تو تیمم کروائیں۔ پھر نماز جنازہ ہوا اور اگر نماز جنازہ کے بعد پانی مل گیا اور دفن نہیں کیا تو پہلے غسل پانی سے کرائیں پھر دوبارہ نماز جنازہ پڑھائیں (فتاویٰ عالمگیری)

6۔ اگر خنثیٰ (مخنث، ہیجڑہ) کا انتقال ہو گیا ہے تو اسے غسل نہیں دیا جائے گا بلکہ تیمم کرایا جائے گا۔ تیمم کروانے والا اجنبی ہو تو ہاتھ پر کپڑا لپیٹ لے اور کلائیوں پر نظر

نہ کرے۔

7۔خنثیٰ کسی مرد یا عورت کو غسل نہیں دے سکتا۔خنثیٰ اگر چھوٹا بچہ ہے تو اسے مرد بھی نہلا سکتے ہیں اور عورتیں بھی غسل دے سکتی ہیں۔

8۔مسلمان کو غیر مسلم غسل نہیں دے سکتا۔

9۔مردہ اگر پانی میں ملا ہے تو بہ نیت غسل اسے تین بار پانی میں اور حرکت دے دیں۔سنت کے مطابق غسل ادا ہو جائے گا۔ایک بار حرکت دی تو واجب ادا ہو گیا۔

10۔اگر کسی مسلمان کا آدھے سے زیادہ دھڑ ملا تو غسل وکفن دیں گے اور نماز جنازہ پڑھا کر دفن کریں گے۔اب اگر نماز جنازہ کے بعد وہ باقی جسم بھی مل گیا تو اس پر دوبارہ غسل اور نماز جنازہ ہو گا۔

11۔اگر میت کا سر نہیں ملا ہے مگر لمبائی میں سر سے پیر تک دایاں یا بایاں ایک حصہ ملا تو ان دونوں صورتوں میں نہ غسل ہے نہ کفن بلکہ ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے (فتاوٰی عالمگیری)

12۔میت کی داڑھی یا سر کے بالوں میں کنگھا کرنا، یا ناخن تراشنا، یا کسی جگہ کے بال کترنا یا اکھاڑنا ناجائز اور مکروہ تحریمی (حرام) ہیں۔بلکہ حکم یہ ہے کہ جس حالت پر ہے اسی حالت میں دفن کر دیں۔اگر ناخن یا بال تراش لیے ہیں تو انہیں کفن میں رکھ دیں (درمختار، عالمگیری، ادالمختار)

13۔میت بوسیدہ ہے تو نہلانے کی ضرورت نہیں صرف پانی بہا دیں۔

14۔نہلانے کے بعد ناک، منہ اور کان وغیرہ میں ضرورت ہو تو روئی رکھیں کوئی حرج نہیں مگر بہتر یہ ہے کہ نہ رکھیں۔(فتاوٰی عالمگیری)

15۔اگر بچہ مرا ہوا پیدا ہوا اس پر غسل نہیں۔پیدا ہونے کے بعد مرا ہے تو اسے غسل دیا جائے گا۔

16۔اگر کسی غلطی کے بنا پر کسی میت کو غسل دیئے بغیر قبر میں اتار دیا لیکن ابھی تک مٹی نہیں ڈالی تو اسے نکال کر غسل دیا جائے گا ہاں اگر مٹی ڈال دی ہے تو پھر معاملہ سپرد خدا کر دیا جائے اور میت کو قبر سے نہ نکالا جائے۔

17۔اگر میت کا کوئی حصہ خشک رہ جائے اور کفن دینے کے بعد یاد آئے تو کفن کھول کر اس حصہ پر پانی بہا دینا چاہیئے۔اگر کوئی معمولی سا حصہ خشک رہ گیا ہے تو اس صورت میں کفن اتارنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ کسی گیلے کپڑے سے اس حصہ کو تر کر دینا کافی ہو گا۔

مسنون کفن:۔

1۔سفید کپڑے میں کفن دینا سنت ہے۔

2۔اچھا کفن دینا سنت ہے۔حدیث میں ہے کہ مردوں کو اچھا کفن دو کہ وہ باہم ملاقات کرتے ہیں اور اچھے کفن سے خوش ہوتے ہیں۔اچھے کفن سے مراد، کفن کا پورا ہونا، پاکیزہ ہونا، سفید ہونا چاہیے چاہے دھلا ہوا صاف سفید کپڑا ہو۔اس سے مراد قیمتی اور اعلیٰ کپڑا نہیں ہے (ایسا کفن سخت حرام ہے)

3۔میت کا کفن اس کے خالص ذاتی مال سے ہونا چاہیئے۔جس کے ساتھ کسی دوسرے کا حق وابستہ نہ ہو۔اگر خالص مال نہیں تو اس کا کفن اس کے ذمہ ہو گا جس کے ذمہ زندگی میں اس کا نان نفقہ تھا۔اگر اس کے پاس بھی نہیں تو عام مسلمانوں کو کفن دینا فرض ہے۔اگر نہ دیا تو سب گناہ گار ہوں گے اور اگر ان کے پاس بھی نہیں تو ایک کپڑے کا کسی سے بھی سوال کر لیں۔

4۔کفن میں ضرورت سے زیادہ کپڑا نہ استعمال کیا جائے۔

5۔خنثیٰ اگر عورت کی طرح ہے تو اسے عورت کی طرح پانچ کپڑے دیئے جائیں گے اور اگر مرد کی طرح ہے تو اسے مرد کی طرح تین کپڑے دیئے جائیں گے۔

شمولیت جنازہ:۔

جنازہ میں شامل ہونا فرض کفایہ ہے۔

حدیث (ترجمہ): حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''جو شخص نماز جنازہ تک جنازے کے ہمراہ رہا اسے ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا۔اور جو شخص دفن ہونے تک جنازہ کے ہمراہ رہا اسے دو قیراط برابر ثواب ملے گا۔لوگوں نے عرض کیا یا رسول خاتم النبیین ﷺ قیراط کیا ہے؟ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا دو قیراط دو بڑے پہاڑوں کے برابر ہیں"۔(نسائی)

حدیث: حضرت ابو ہریرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا، "جنازہ لے جانے میں جلدی کرو اگر وہ اچھا ہے تو بہتر چیز تم آگے بھیج رہے

ہو اور اگر وہ برا ہے تو ایک برا بوجھ تم اپنی گردن سے اتار رہے ہو"۔(بخاری)

3۔ جنازہ کو دیکھ کر کھڑا ہو جانا سنت ہے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ترجمہ حدیث:" حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور جو شخص جنازہ کے ساتھ جائے وہ جنازہ رکھے جانے سے پہلے نہ بیٹھے۔ جنازے کو دیکھ کر کھڑا ہونا احترام انسانیت کی بنا پر ہے اس لیے اسلامی آداب میں سے ہے۔"

4۔ جنازے کو کندھا دینا سنت ہے۔ حدیث: حضرت ابو مہندمؓ سے روایت ہے کہ میں دس سال حضرت ابو ہریرہؓ کی خدمت میں رہا میں نے ان سے سنا فرماتے تھے کہ: رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "جو جنازے کے پیچھے چلا اور اسے تین مرتبہ اٹھایا اس نے جنازے کا وہ حق ادا کر دیا جو اس کے ذمہ تھا" (ترمذی)

5۔ جنازے کے ساتھ پیدل چلنا افضل ہے۔ جنازہ کے پیچھے چلنا چاہیے۔ جنازے کے آگے چلے تو اتنا دور رہے کہ ساتھیوں میں شمار نہ کیا جائے۔

حدیث: "حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جنازہ متبوع ہے تابع نہیں جو آگے چلے وہ جنازے کے ساتھ نہیں"۔(ابن ماجہ)

جنازہ متبوع ہے یعنی جنازے کے اتباع کی جائے اس کے پیچھے چلا جائے۔

6۔ عورتوں کا جنازہ میں جانا شرعاً سختی سے منع ہے۔

نماز جنازہ:-

نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، جنازے میں شرکت کرنا سنت ہے۔

نماز جنازہ میں دو چیزیں فرض ہیں

1۔ چار مرتبہ تکبیر (یعنی اللہ اکبر کہنا)

2۔ قیام کرنا (کسی شرعی عذر کے بغیر بیٹھ کر نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں)

ان فرائض کے علاوہ جنازہ میں تین امور سنت ہیں۔

1۔ ثناء پڑھنا (اللہ کی حمد کرنا)

2۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ پر درود بھیجنا

3۔ میت کے لئے دعا کرنا۔

4۔ نماز جنازہ کی تکبیر چار ہیں اگر امام چار سے زیادہ تکبیر کہیں تو خاموش رہیں اور امام کے سلام کا انتظار کریں۔

5۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک پہلی تکبیر کے علاوہ رفع یدین نہیں

6۔ ایسی میت جس کو نماز جنازہ پڑھائے بغیر دفن کر دیا گیا ہے بعد میں معلوم ہوا اگر میت کو تازہ ہی دفن کیا گیا ہے تو میت نکال کر نماز جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر میت کو دفن کے کچھ ٹائم گزر گیا ہے اور اس کے پھٹنے کا گمان نہیں تو اسے قبر سے نکال کر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

دفن میت:-

آبادی کے ساتھ ایک طرف مردوں کو دفن کرنے کے لئے ایک جگہ مخصوص کر دی جاتی ہے جسے قبرستان کہتے ہیں۔ قبرستان میں مردے کو دفن کرنے کے لئے جو جگہ کھودی جاتی ہے اسے قبر کہتے ہیں۔ کھودنے کے اعتبار سے قبر دو طرح کی ہوتی ہے۔

1۔ لحد 2۔ صندوقی

1۔ لحد سے مراد وہ قبر ہے جس میں میت کے رکھنے کے لئے قبلہ کی جانب سے مزید جگہ تہہ خانہ کی صورت میں کھودی جاتی ہے اس میں میت کو رکھ کر اینٹوں یا پتھروں سے بند کر دیا جاتا ہے اس طرح کی قبر بنانا عین سنت ہے اور ایسے قبر کو بغلی قبر بھی کہتے ہیں۔

2۔ صندوقی قبر سے مراد سیدھی قبر ہے۔ یعنی زمین کو چاروں طرف سے سیدھا کھودا جاتا ہے۔ ایسی قبر میں میت رکھنے کی جگہ درمیان میں ہوتی ہے۔ ایسی قبر بنانا جائز ہے۔ لیکن بغلی قبر یعنی لحد بنانا افضل ہے کیونکہ یہ سنت ہے اور مردے کو دفن کرنے کا بے حد ثواب ہے۔ قبر کو کشادہ رکھنا سنت ہے۔ قبر کو گہرا کھودنا سنت ہے۔ مردے کی

تحقیر کرنا گناہ ہے۔کشادہ اور گہرے رکھنے کی وجہ سے میت درندوں سے محفوظ ہو جاتی ہے۔مرنے کے بعد مردے کی برائی کرنا شرعاً ممنوع ہے۔قبرستان میں اکثر اوقات کوئی نئی قبر کھودتے ہوئے کسی پہلے دفن شدہ مردے کی ہڈی نکل آتی ہیں تو اس ہڈی کو وہیں مٹی میں دبا دینا چاہیئے۔

حدیث: حضرت عائشہؓ سے روایت ہے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" کسی مردے کی ہڈی توڑنا ایسا ہے جیسے کسی زندہ آدمی کی ہڈی توڑ دی جائے"۔(ابوداؤد)

قبر پر تین بار دونوں ہاتھوں سے مٹی ڈالنا نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کے طریقوں میں سے ہے۔مٹی ڈالنے کی ابتداء سرہانے کے طرف سے کرنی چاہیئے۔

حدیث: حضرت جعفر بن محمدؒ اپنے والد سے مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے قبر پر تین لپ دونوں ہاتھوں سے بھر کر ڈالے اور اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کی قبر پر پانی چھڑکا اور اس پر سنگریزے بھی رکھے(مشکوٰۃ،حدیث 1614،میں صرف مٹی ڈالنے تک کے الفاظ استعمال کیئے ہیں۔)

دفن کے بعد قبر پر پانی چھڑکنا سنت ہے۔

حدیث: حضرت ابورافعؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے جناب سعدؓ کو قبر میں سر کی جانب سے لٹایا اوران کی قبر پر پانی چھڑکا۔(ابن ماجہ)

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک پر پانی چھڑکا گیا اور یہ کام جناب بلال بن رباحؓ نے مشک سے انجام دیا۔ سرہانے سے پانی چھڑکنا شروع کیا اور قدموں تک آئے۔(دلائل نبوۃ از بیہقی)

قبر پر نشان لگانا:-

بطور نشانی قبر پر نشان لگانا مستحب ہے۔حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ "نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے عثمان بن مظعونؓ کی قبر پر پتھر کا نشان لگایا تھا"۔(ابن ماجہ)

اور جنت البقیع میں یہ رواج آج بھی موجود ہے۔قبر پر سبز شاخ لگانا سنت ہے۔پودوں کے سبز پتے اور شاخیں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے قبر پر ایک شاخ کے دو حصے کر کے لگائے تا کہ عذاب قبر میں میت کو تخفیف ہو۔چنانچہ جب کوئی نئی قبر بنائی جائے تو قبر پر درخت کی سبز شاخ یا گھاس لگانا جائز ہے۔قبر کو کوہان نما بنانا سنت ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کی قبر مبارک کوہان نما تھی۔تدفین کا بے حد ثواب ہے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" جو شخص جنازے میں شامل ہوا اور نماز پڑھے اسے ایک قیراط ثواب ملے گا اور جو تدفین تک موجود رہے اس کے لئے دو قیراط ہیں عرض کیا گیا کہ دو قیراط کا کیا مطلب ہے۔فرمایا بڑے پہاڑوں کی طرح"۔(بخاری شریف)

قبرستان میں داخل ہوتے ہوئے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ قبر والوں کو کہتے ''اسلام وعلیکم ورحمۃ اللہ وبرا کاتہ یا اہل لقبور''

حدیث: حضرت براء بن عازبؓ نے فرمایا" ہم حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے پر نکلے جب ہم قبر کے پاس پہنچے تو لحد ابھی کھودی نہیں گئی تھی۔پس نبی کریم خاتم النبیین ﷺ قبلے کی جانب بیٹھ گئے اور آپ خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ ہم بھی بیٹھ گئے اور ہم اس طرح چپ چاپ بیٹھے تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے تھے"۔(نسائی شریف،ابوداؤد)

میت کو قبر میں اتارنا:-

میت کو قبر میں اتارنے کے لئے بقدر ضرورت چند آدمی قبر میں داخل ہو سکتے ہیں۔عورت کی قبر میں اس کے شوہر یا محرم آدمیوں کو اترنا چاہیئے اگر وہ نہ ہوں یا نہ اتریں تو عمر رسیدہ متقی لوگ یہ کام کر سکتے ہیں۔اتارنے والے قبلہ رو ہو کر میت کو اتاریں اور کلمہ شہادت پڑھیں اس کے ساتھ ہی میت کو قبر میں رکھتے وقت بِسۡمِ اللّٰہِ وَعَلٰی مِلّتِہٖ رَسُوۡلِ اللّٰہِ کہیں۔

حدیث: حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ جب میت کو قبر میں رکھتے تو فرماتے "بِسۡمِ اللّٰہِ وَعَلٰی سُنَّتَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ" ترجمہ:''اللہ کے نام کے ساتھ رسول اللہ کی سنت کے مطابق"۔(ابوداؤد)

آپ خاتم النبیین ﷺ کی قبر اطہر کے بارے میں حضرت سفیان تمارؒ نے کہا کہ " میں اس کمرے میں داخل ہوا جس میں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قبور مبارکہ ہیں میں نے ان قبور کو اونٹ کی کوہان کی شکل میں دیکھا"۔قبر میں سنت بھی یہ ہے اوپر سے اس کی شکل کوہان کی طرح ہو۔آثار صحیہ میں اس کے ثبوت وارد ہوئے ہیں پھر افضل یہ کہ قبر انور کی بلندی ایک بالشت کے برابر ہو۔علماء نے کہا ہے کہ "حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی قبر انور کی بلندی ایک بالشت کی مقدار کے برابر ہے"۔

تعزیت:-

تعزیت کا مطلب اظہار ہمدردی ہے۔ جب کوئی مسلمان فوت ہوجائے تو اس کی تعزیت کے لئے جانا اظہار ہمدردی کرنا ہے اور ایسا کرنا سنت ہے۔ تعزیت میں یہ کہے یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی تھی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت کرے اور اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپے اور تمہیں صبر کی توفیق دے۔

موت کے وقت خود بخود آنسو نکل آتے ہیں یہ جائز ہے اسلام میں بلند آواز سے رونا پیٹنا جائز نہیں۔ خود بخود آنسو آجانا فطری تقاضہ ہے۔ یہ دل کا غبار اگر آنکھوں سے باہر نہ آئے تو ایک قسم کا مرض پیدا ہوجاتا ہے جسے سکتہ کہتے ہیں۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''وہ شخص ہماری امت میں سے نہیں ہے جو اپنے گال پیٹے۔ گریبان پھاڑے اور جاہلیت کی باتیں کرے"۔ (بخاری)

حدیث: حضرت مکحولؒ اور قاسم حضرت ابی امامہؓ سے روایت کرتے ہیں "حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے چہرہ نوچنے والی، گریبان پھاڑنے والی اور تباہی اور ہلاکت کا شور مچانے والی پر لعنت فرمائی ہے"۔ (ابن ماجہ)

حدیث: حضرت اسید بن ابو اسیدؓ سے روایت ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے بیعت ہونے والی صحابیات میں سے ایک نے فرمایا کہ "رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے جن باتوں پر ہم سے عہد لیا ان میں سے یہ بھی ہیں کہ (کسی کی موت پر) ہم اپنے چہرے نہ نوچیں، بین کر کے نہ روئیں، گریبان نہ پھاڑیں اور اپنے بالوں کو نہ بکھیریں"۔ آپؐ نے فرمایا "ہاں"۔

موت کی خبر انتہائی صدمہ پہنچانے والی ہوتی ہے جب کسی کو کسی کی موت کی اطلاع ملے یا کسی کی موت کی خبر سنے تو فوراً اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن پڑھنا چاہیئے اس کا مطلب یہ ہے کہ ''ہمارا وجود ہمارا مال، ہماری اولاد یعنی ہمارا سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے''۔

حدیث: حضرت حسنؓ بن علیؓ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سے روایت کرتے ہیں "کوئی مسلمان مرد یا مسلمان خاتون ایسی نہیں جن پر کوئی مصیبت آئے اور وہ مصیبت کو یاد کرکے خواہ اس کو کتنا ہی طویل عرصہ گزر چکا ہو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو اسی طرح ثواب سے نوازتا ہے جتنا کہ مصیبت کے وقت اس کے پڑھنے سے اجر ملتا ہے"۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ موت کے علاوہ بھی کسی قسم کی چھوٹی بڑی مصیبت پر یہ پڑھنا چاہیئے۔

حدیث: حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے کسی کی جوتی کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو اس کو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن پڑھنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بھی مصیبتوں میں سے ہے"۔ (مشکوۃ المصابیح، حدیث نمبر 1760)

جب کسی کے گھر کوئی فوت ہوجائے تو اس کے گھر کھانا بھیجنا چاہیئے۔ یہ ایک دن کا کھانا بھیجنا سنت ہے۔

حدیث: حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ جب میرے والد جناب جعفرؓ کی لاش آئی تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "آل جعفرؓ کے لئے کھانا تیار کرو۔ کیونکہ ان کو وہ حادثہ پیش آیا ہے جو کھانے پکانے سے روک دیتا ہے"۔ (ترمذی۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

****

موت کی حقیقت (موت سے صور تک)

موت کی حقیقت کے بارے میں لوگ مختلف قِسم کے گمان رکھتے ہیں جو کہ غلط ہیں۔ مثلاً

(1) بعض گمان کرتے ہیں کہ موت ختم ہو جانا ہے، نہ حشر ہو گا نہ نشر، نہ خیر و شر کا کچھ انجام ہو گا۔ اِنسان کی موت ایسی ہے جیسے اور حیوانات کی یا سوکھی ہوئی گھاس کی۔ یہ رائے ملحدین اور اُن کی ہے جو اللہ اور روزِ قیامت پر ایمان نہیں رکھتے۔

(2) بعض گمان کرتے ہیں کہ موت سے آدمی نیست ہو جاتا ہے اور قبر سے لے کر حشر تک نہ کسی عذاب سے درد پاتا ہے اور نہ ثواب سے راحت پاتا ہے۔

(3) اور بعض گمان کرتے ہیں کہ روح جاتی رہتی ہے، موت سے نیست نہیں ہوتی اور ثواب اور عذاب دونوں روحوں کو ہوتا ہے، جسموں کو نہیں ہوتا اور جسم نہ اُٹھائے جائیں گے اور نہ پھر سے زندہ ہوں گے۔

یہ سب اقوال، گمان خراب ہیں اور حق سے پھرے ہوئے ہیں اور جو بات اعتبار کے لائق اور قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ یہ وہ ہے کہ **موت صرف حال کے بدلنے کا نام ہے** اور روح کا جسم میں دوبارہ آنا نہ قبر میں کچھ دُشوار نہ حشر میں۔ گویا موت سارے اعضاء کا اپاہج ہو جانا ہے۔ ہم نے کہا کہ "موت حال کے بدلنے کا نام ہے" حال کا بدلنا دو طرح سے ہے۔

(1) اوّل یہ کہ مردے سے اِس کے آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤں، جملہ اعضاء چھن گئے۔ اہل و اقارب، زن، زر، تمام اشیاء، گھر بار، سواری، غلام، جائیداد چھن گئی۔ پس اگر دنیا میں اُس کی کوئی ایسی چیز ہوگی کہ اُس کا دل اُس سے اُنس و راحت پاتا تھا، تو اِس جدائی پر اِس کو انتہائی تکلیف ہوگی، اُس کا دل ہر چیز کی طرف التفات کرے گا، مال کی طرف جدا، جاہ کی طرف جدا، یہاں تک کہ اگر دنیا میں وہ کوئی کُرتا پہن کر خوش ہوا کرتا تھا، تو اُس کے چھوٹنے کا بھی رنج ہو گا۔ دوسری طرف ایک اور شخص ہے کہ بجز خدائے بزرگ و برتر کے ذکر کے کسی اور چیز سے خوش نہ ہوتا تھا۔ اور نہ کسی سے اُلفت رکھتا تھا، تو اُسے مرنے سے بڑی آسائش ملے گی۔

(2) دوسری وجہ حال کے بدلنے کی یہ ہے کہ موت کے باعث انسانوں کی وہ باتیں کھُل جاتی ہیں جو زندگی میں نہیں کھلتیں۔ سب سے پہلے آدمی کے سامنے جو حال کھُلے گا وہ اُس کی نیکیوں کا نفع یا بُرائیوں کا نقصان ہو گا۔ اِس لیے بدکار، فاسق و فاجر کے لیئے حیرت کا مقام ہو گا اور جو شخص دنیا سے زادِ راہ لے کر جاتا ہے، اُسے وہاں خوشی ہوتی ہے کہ منزلِ مقصود کو پہنچ گیا۔ بُرائیوں کا عذاب اور رنج، اِنسان کے لیے بہت بڑے عذاب ہیں، کہ سب سے پہلے نزاع کے وقت پھر دفن کے وقت اور کچھ عذابوں کے لیے روح جسم میں دوبارہ لائی جاتی ہے اور کبھی معاف کر دیا جاتا ہے، اللہ کی مرضی اِس لیے کہ جو شخص دنیا میں مگن، اِس کے عیش و آرام میں مطمئن اور آخرت کو بھولا ہوا ہوتا ہے۔ اِس کا حال ایسا سمجھیں جیسا کوئی شخص بادشاہ کے محل اور سلطنت اور پایہ تخت میں خوب مزے اُڑائے اور اعتماد کرتا ہو کہ بادشاہ میرے معاملے میں سہولت برتے گا یا بادشاہ کو ان باتوں کا کیا معلوم ہو گا؟۔

اور پھر بادشاہ، اِس کو اچانک پکڑے اور بادشاہ بھی وہ جو زبردست اور اپنے محل یا سلطنت میں ناشائستہ افعال کرنے والوں سے اُن کے عوض لینے والا ہو اور کسی کی سفارش نافرمانوں کے بارے میں نہ سُنتا ہو، اِس صورت میں اُس کو گرفتاری کا حال سوچنا چاہیئے۔ کہ اُس وقت اُس کو کس قدر حیا، شرم اور ندامت و حسرت ہوگی، یہی حال بدکار میت کا ہے، اَب دیکھیے کہ اِس طرح میت کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ یا سعید ہوتا ہے (نیک بخت)

2۔ یا شقی (بد بخت)

احادیثِ نبوی خاتم النبیین ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے ارشادات:۔

1) نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے" (جامع ترمذی، جلد دوئم، حدیث نمبر 2460) یہ حدیث صریح نص ہے اِس بات میں کہ "موت کے معنی صرف حال کو بدلنے کے ہیں"۔ اور یہ کہ میت کے واسطے جو کچھ سعادت یا شقاوت ہونی ہوتی

ہے۔ وہ بِلا تاخیر مرتے ہی ہو جایا کرتی ہے۔ صرف بعض اقسام کے عذاب اور ثواب البتہ بعد میں ہوتے ہیں، مگر اِن کی اصل اُسی وقت ہو جاتی ہے۔

(2) حضرت انسؓ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ سے روایت کرتے ہیں "موت قیامت ہے، پس جو مرا اُس کی قیامت اُسی وقت قائم ہو گئی"۔ (الاحیاء، ص 421 ج 4)

(3) حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ نے فرمایا ہے کہ "مومن کی مثال اُس کی روح کے نکلتے وقت ایسی ہوتی ہے کہ جیسے کوئی شخص قید خانے سے چھوڑ دیا جائے، لیکن یہ اُس شخص کا حال ہے جو دنیا سے کنارہ کش رہتا تھا اور سوائے ذکر اللہ تعالیٰ کے اور کسی چیز کی طرف توجہ نہ تھی، تو ایسے شخص کو موت سے دنیا کے تمام موذیوں سے چھٹی ہو جاتی ہے اور محبوبِ حقیقی سے تخلیہ نصیب ہو جاتا ہے، مومن کا یہ حال ہوتا ہے کہ موت سے گھبراتا ہے لیکن جب اپنے پروردگار کے پاس جاتا ہے تو پھر دنیا میں آنا پسند نہیں کرتا"۔

(4) حضرت عمرو بن دینارؒ فرماتے تھے" جب انسان مرتا ہے اور جو کچھ اِس کے گھر میں اس کے بعد ہوتا ہے وہ سب جانتا ہے، یہاں تک کہ لوگ مردے کو غسل اور کفن دیتے ہیں اور وہ اِن کو دیکھتا ہے"۔

(5) حضرت صالح مصریؒ فرماتے ہیں "میں نے سُنا ہے کہ روحیں موت کے وقت ملا کرتی ہیں اور آنے والے مردہ سے سوال کرتی ہیں کہ تیرا ٹھکانہ کہاں ہوا؟ تُو پاک جسم میں رہا یا ناپاک جسم میں رہا"۔

(9) حضرت عبید بن عمیرؒ کہتے ہیں " اہلِ قبور خبر کے منتظر رہتے ہیں، جب کوئی مُردہ اُن کے پاس جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں؟ فلاں شخص کا کیا حال ہے؟ وہ کہتا ہے "دنیا سے تو وہ آ گیا، کیا تمہارے پاس نہیں آیا"؟ وہ کہتے ہیں کہ نہیں، پھر کہتے ہیں کہ "اِنَّا للہ و انا الیہ راجعون" اُس کو کسی اور راستے سے لے گئے، ہمارے پاس تو نہیں لائے، ہائے اُس کے اعمال اُس کو دوزخ میں لے گئے "۔

قبر کے احوال:-

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب مُردہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو قبر اس سے کہتی ہے کہ 'اے خانہ خراب آدمی تجھ کو کس چیز نے مجھ سے مغالطے میں رکھا؟ کہ تُو نے یہ نہ جانا کہ مَیں تنہائی کا گھر ہوں، مَیں وحشت کا گھر ہوں اور مَیں کیڑوں کا گھر ہوں"۔ (ترمذی)

پس اگر یہ نیک بخت ہوا تو اس کی طرف سے کوئی جواب دینے والا جواب دیتا ہے کہ " تُو دیکھتی نہیں کہ یہ شخص اچھی بات کا حکم کیا کرتا تھا اور بُری بات سے منع کیا کرتا تھا"، قبر کہتی ہے " تُو اَب مَیں اس پر سبز ہوئی جاتی ہوں (یعنی جنت کا باغ) اور اُس کا جسم نور بن جائے گا اور روح خدا تعالیٰ کے پاس چلی جائے گی " پھر قبر کہتی ہے کہ "جو مجھ میں مطیع ہو کر آئے گا وہ خوش ہو کر نکلے گا اور جو عاصی ہو کر آئے گا وہ تباہ ہو کر نکلے گا"۔

جب قبر میں مُردے کو عذاب ہوتا ہے تو اُس کے پڑوسی مُردے اُس سے کہتے ہیں "اے آنے والے کیا تُو نے ہمارے آنے کے بعد عبرت نہ پکڑی، تجھ کو تو مہلت تھی، تُو نے تدارک اُس چیز کا کیوں نہ کر لیا جو تیرے اقارب سے رہ گئی تھی؟ آج تیرا کوئی نہیں"۔

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں "جب نیک بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے تو اُسکے اعمال نیک، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ اُس کو گھیر لیتے ہیں۔ پھر جب عذاب کے فرشتے اُس کے پاؤں کی طرف سے آتے ہیں تو نماز کہتی ہے کہ اِس سے الگ رہو، یہ شخص اللہ کے واسطے ان پاؤں پر کھڑا رہا کرتا تھا۔ پھر فرشتے سر کی طرف سے آتے ہیں تو روزہ کہتا ہے ادھر تُم کو راہ نہیں ملے گی، دنیا میں یہ شخص اللہ کی رضا کے لیے پیاسا رہا کرتا تھا۔ جب فرشتے بدن کی طرف سے آتے ہیں تو حج اور جہاد کہتے ہیں کہ یہاں سے الگ رہو، اِس نے اِس بدن سے حج کے لیے بہت محنت اور مشقت اُٹھائی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، تم کو یہاں جگہ نہ ملے گی، فرشتے ہاتھوں کی طرف سے آتے ہیں تو صدقہ کہتا ہے، اِن ہاتھوں سے اِس شخص نے بہت صدقہ کیا ہے اور ایسا صدقہ جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لیے دیا کرتا تھا۔ تب فرشتے اِسے کہتے ہیں، مبارک باد تُم کو " تُو پاک ہی زندہ رہا اور پاک ہی مرا"۔ پھر اِس کے پاس رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور جنت کا بستر بچھاتے ہیں، بہشتی پوشاک لاتے ہیں، قبر کو تاحدِ نظر کشادہ کرتے ہیں اور جنت میں سے ایک قندیل آ جاتا ہے اور وہ اس روشن قبر میں روزِ محشر تک رہے گا۔

(3) عذابِ قبر اور منکر نکیر کا سوال:-

سیّدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: "ہم رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے ہمراہ ایک انصاری کے جنازہ میں گئے، جب قبر پر پہنچے تو دیکھا کہ ابھی تک قبر تیار نہیں ہوئی تھی، رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ بیٹھ گئے، ہم بھی آپ خاتم النبیین ﷺ کے اردگرد بیٹھ گئے، ایسے لگتا تھا کہ ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھ میں لکڑی تھی، اس کے ساتھ آپ خاتم النبیین ﷺ زمین کو کریدنے لگ گئے، آپ خاتم النبیین ﷺ نے سر اٹھایا اور دو تین بار

فرمایا: "عذابِ قبر سے اللہ کی پناہ مانگو"۔ اس کے بعد آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: " مومن آدمی جب اس دنیا کے آخری اور آخرت کے پہلے مراحل میں ہوتا ہے تو آسمان سے سورج کی طرح کے انتہائی سفید چہروں والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں، ان کے پاس جنت کا کفن اور خوشبو ہوتی ہے، وہ آ کر اس آدمی کی آنکھوں کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، اتنے میں موت کا فرشتہ آ کر اس کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے: "اے پاکیزہ روح! اللہ کی بخشش اور رضامندی کی طرف نکل"۔ اس کی روح آرام سے بہتی ہوئی یوں نکل آتی ہے، جیسے مشکیزے سے پانی کا قطرہ نکل آتا ہے۔ جنت کے فرشتے اس روح کو موت کے فرشتے کے ہاتھوں میں ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں رہنے دیتے، بلکہ وہ فوراً اسے وصول کر کے جنت والے کفن اور خوشبو میں لپیٹ دیتے ہیں، اس سے روئے زمین پر کستوری کی عمدہ ترین خوشبو جیسی مہک آتی ہے، فرشتے اسے لے کر اوپر جاتے ہیں اور وہ فرشتوں کی جس جماعت اور گروہ کے پاس سے گزرتے ہیں، وہ پوچھتے ہیں " یہ پاکیزہ روح کس کی ہے "؟ اسے دنیا میں جن بہترین ناموں سے پکارا جاتا تھا، وہ فرشتے ان میں سے سب سے عمدہ نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، یہاں تک کہ وہ اسے پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں اور اس کے لیے دروازہ کھلواتے ہیں، ان کے کہنے پر دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ پھر ہر آسمان کے مقرب فرشتے اس روح کو اوپر والے آسمان تک چھوڑ کر آتے ہیں، اس طرح اسے ساتویں آسمان تک لے جایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " میرے بندے کے (نامۂ اعمال والی) کتاب عِلِّيِّيْن میں لکھ دو اور اسے زمین کی طرف واپس لے جاؤ، کیونکہ میں نے اس کو اسی سے پیدا کیا ہے، اس لیے میں اس کو اسی میں لوٹاؤں گا اور پھر اس کو دوسری مرتبہ اسی سے نکالوں گا"۔ پھر اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے، اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں " تیرا رب کون ہے "؟ وہ کہتا ہے " میرا رب اللہ ہے "۔ وہ کہتے ہیں " تیرا دین کیا ہے "؟ وہ کہتا ہے " میرا دین اسلام ہے "۔ وہ کہتے ہیں " یہ جو آدمی تمہارے اندر مبعوث کیا گیا تھا، وہ کون ہے "؟ وہ جواب دیتا ہے: " وہ اللہ کے رسول خاتم النبیین ﷺ ہیں "۔ وہ کہتے ہیں " یہ باتیں تمہیں کیسے معلوم ہوئیں "؟ وہ کہتا ہے " میں نے اللہ کی کتاب پڑھی، اس پر ایمان لایا اور میں نے اس کی تصدیق کی "، اس کے بعد آسمان سے اعلان کرنے والا اعلان کرتے ہوئے کہتا ہے " میرے بندے نے سچ کہا ہے، اس کے لیے جنت کا بستر بچھا دو، اسے جنت کا لباس پہنا دو اور اس کے لیے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو"۔ پس اس کی طرف جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آنے لگتی ہیں اور تاحدِ نظر اس کے لیے قبر کو فراخ کر دیا جاتا ہے۔ اس کے پاس ایک انتہائی حسین و جمیل، خوش پوش اور عمدہ خوشبو والا ایک آدمی آتا ہے اور کہتا ہے " تمہیں ہر اس چیز کی بشارت ہو جو تمہیں اچھی لگے، یہی وہ دن ہے جس کا تیرے ساتھ وعدہ تھا"۔ وہ قبر والا پوچھتا ہے " تو کون ہے؟ تیرا چہرہ تو ایسا چہرہ لگتا ہے، جو خیر کے ساتھ آتا ہے "۔ وہ جواباً کہتا ہے " میں تیرا نیک عمل ہوں "۔ وہ کہتا ہے " اے میرے ربّ! قیامت قائم کر دے تا کہ میں اپنے اہل اور مال کی طرف لوٹ سکوں "۔

آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا " کافر آدمی جب اس دنیا سے رخصت ہو کر آخرت کی طرف جا رہا ہوتا ہے تو آسمان سے سیاہ چہروں والے فرشتے آتے ہیں، ان کے پاس ٹاٹ ہوتے ہیں، وہ آ کر اس کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں، اتنے میں موت کا فرشتہ آ کر اس کے سر کے قریب بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے " اے خبیث روح! اللہ کے غصے اور ناراضگی کی طرف نکل آ"، وہ اس کے جسم میں بکھر جاتی ہے۔ پھر فرشتہ اسے یوں کھینچتا ہے جیسے کانٹے دار سلاخ کو تر اون میں سے کھینچ کر نکالا جاتا ہے۔ جب فرشتہ اسے نکال لیتا ہے تو دوسرے فرشتے اس روح کو اس کے ہاتھ میں ایک لمحہ کے لیے بھی نہیں رہنے دیتے، بلکہ وہ اسے فوراً ٹاٹوں میں لپیٹ لیتے ہیں، روئے زمین پر پائے جانے والی سب سے گندی بدبو اس سے آتی ہے، فرشتے اسے لے کر اوپر کو جاتے ہیں۔ وہ فرشتوں کی جس جماعت کے پاس سے گزرتے ہیں تو وہ پوچھتے ہیں " یہ خبیث روح کس کی ہے "؟ اس آدمی کو دنیا میں جن برے ناموں سے پکارا جاتا تھا، وہ ان میں سے سب سے برا اور گندا نام لے کر بتاتے ہیں کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، یہاں تک کہ فرشتے اسے پہلے آسمان تک لے جاتے ہیں اور دروازہ کھلوانے کا کہتے ہیں، لیکن اس کے لیے آسمان کا دروازہ نہیں کھولا جاتا، پھر آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِى سَمِّ الْخِيَاطِ

ترجمہ: "اوپر جانے کی خاطر ان کی روحوں کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے اور وہ جنت میں اس وقت تک نہ جا سکیں گے، یہاں تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے نہ گزر جائے"۔ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 40)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "اس کے (نامۂ اعمال) کی کتاب زمین کی زیریں تہ سِجِّيْن میں لکھ دو۔ پھر اس کی روح کو زمین کی طرف پھینک دیا جاتا ہے۔ اس موقعہ پر آپ خاتم النبیین ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: (سورۃ حج، آیت نمبر 31)

وَمَن يُشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ تَهْوِى بِهِ الرِّيحُ فِى مَكَانٍ سَحِيقٍ

ترجمہ: "اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے، وہ گویا آسمان سے گر پڑا اور اسے پرندوں نے اچک لیا یا ہوا اسے اڑا کر دور دراز لے گئی"۔

اس کے بعد اس کی روح کو اس کے جسم میں لوٹا دیا جاتا ہے اور دو فرشتے اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور اسے بٹھا کر اس سے پوچھتے ہیں "تیرا رب کون ہے"؟ وہ کہتا ہے "ہائے ہائے! میں تو نہیں جانتا"۔ وہ پوچھتے ہیں "تیرا دین کیا ہے"؟ وہ کہتا ہے "ہائے ہائے! میں تو نہیں جانتا"۔ وہ پوچھتے ہیں "یہ جو آدمی تمہارے اندر مبعوث کیا گیا تھا، وہ کون ہے"؟ وہ کہتا ہے "ہائے ہائے! میں نہیں جانتا"۔ آسمان سے اعلان کرنے والا اعلان کرتا ہے "یہ جھوٹا ہے، اس کے لیے جہنم کا بستر بچھا دو اور اس کے لیے جہنم کی طرف دروازہ کھول دو"، پس وہاں سے اس کی طرف جہنم کی حرارت اور بدبو آنے لگتی ہے۔ اس کی قبر اس پر اس قدر تنگ کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں گھس جاتی ہیں۔ ایک انتہائی بدشکل، بدصورت، گندے لباس والا بدبودار آدمی اس کے پاس آ کر کہتا ہے "تجھے ہر اس چیز کی بشارت ہو جو تجھے بری لگتی ہے، یہ وہی دن ہے کہ جس کا تجھ سے وعدہ کیا گیا تھا"۔ وہ پوچھتا ہے "تو کون ہے؟ تیرا چہرہ تو ایسا چہرہ ہے جو شر کے ساتھ آتا ہے"۔ وہ کہتا ہے "میں تیرا برا عمل ہوں"۔ وہ قبر والا کہتا ہے "اے میرے رب! قیامت قائم نہ کرنا"۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 3028)

اِس لیے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے"۔ (جامع ترمذی، حدیث نمبر 2460)

قبر میں بستر بھی اعمال کے مطابق لگایا جاتا ہے، کسی کا ریشم وحریر کا، کسی کا آگ یا کانٹوں کا۔ قبر اعمال کے مطابق کھلتی ہے، کسی کی بالشت بھر، کسی کی ہاتھ بھر، کسی کی فرلانگ بھر اور کسی کی تاحدِ نظر۔

سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "قبر میں کافر پر ننانوے اژدھے مسلط کر دیئے جاتے ہیں، جو قیامت کے قائم ہونے تک اسے ڈستے رہتے ہیں، (وہ اس قدر زہریلے ہیں کہ) اگر ان میں سے ایک اژدھا زمین پر پھونک مار دے تو وہ سبزہ نہ اگا سکے"۔ (مسند احمد، جلد 3، حدیث نمبر 3312۔ مشکوۃ المصابیح، جلد 1، حدیث نمبر 134)

اِس خاص شمار سے جو حدیث میں مذکور ہیں تعجب نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ اِن سانپوں اور بچھوؤں کو موافق شمار بُرے اخلاق یعنی تکبر، عجب، خود بینی، جلن، حسد، کینہ، ریا، بغض وغیرہ کیا جائے گا۔ اِس لیے کہ یہ صفات چند گنتی کی ہیں اور یہ صفات سب کی سب اپنی ذات سے مہلک ہیں، اور یہی خود بچھو اور سانپ بن جائیں گے۔ تو جو صفت اِس بندے میں ان میں سے زیادہ ہوگی وہ اژدہے کی شکل اختیار کرے گی، اُس کے بعد اُس کی بدصفات کے مطابق بچھو، کیڑے، مکوڑے وغیرہ اور اہلِ دل اور اہلِ بصیرت ان مہلکات کو اور ان کے منقسم ہونے کو (فروعات میں) نورِ بصیرت سے دیکھتے ہیں۔ مگر یہ کہ ان کے شمار پر (یعنی ان کی گنتی پر) بجز نورِ نبوت اور کسی چیز سے اطلاع نہیں ہوتی۔ غرض ان جیسی احادیث کے ظاہر صحیح ہیں اور ان میں پوشیدہ اسرار ہیں جو صرف اور صرف اربابِ بصیرت کے نزدیک ظاہر ہیں۔ پس جس شخص پر ان کی حقیقت منکشف نہ ہو اُس کو ان احادیث کے ظاہر معنوں کا انکار نہیں کرنا چاہیے بلکہ کمتر درجہ ایمان کا یقین کرنا اور مان لینا ہے۔ غرض صفات مہلکہ نفس کے اندر موت کے وقت تکلیف دینے والے بن جاتے ہیں ان کی تکلیف سانپ اور بچھو کی سی تکلیف کی طرح ہو جاتی ہے۔

جو شخص دنیا سے محبت نہ رکھتا ہو اور خُدا تعالیٰ کے سوا کسی اور سے اُنس نہ رکھتا ہو اور دیدارِ الٰہی کا شائق ہو تو وہ موت کے وقت دنیا کی قید سے چھوٹ جائے گا۔ اپنے محبوب کے پاس آئے گا اور اَب ابدالآباد تک زوال کے کھٹکے سے بے خوف ہو کر چین اُڑائے گا، تو اَب اگر کسی کو عمل کرنا ہے تو ایسے ہی مزے کے لیے کرے۔

یعنی ہمیں چاہیے کہ ہم محنت صرف عذاب کے دُور کرنے کی تدابیر میں کریں۔ خواہ عذاب کسی قسم کا بھی ہو، ہلکا یا زیادہ۔ اِس کے لیے عمل اور عبادات کی طرف توجہ کرنی پڑے گی اور یہاں بے حد مجاہدہ کام بنائے گا۔ عمل وعبادات جتنی زیادہ ہوں گی ایمان اُتنا ہی قوی ہوتا جائے گا۔ ایمان جتنا قوی ہوگا معرفت اُتنی راست ہوگی اور جو شخص معرفت حاصل کر لیتا ہے وہ گویا اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچان لیتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی ذات کو پہچان لیتا ہے وہ اپنی نفی کر دیتا ہے اور جو اپنی نفی کر دیتا ہے وہ زندہ جاوید ہو جاتا ہے۔

پس اگر ہم عمل اور عبادت کو چھوڑ کر عذاب کی کیفیت کے جاننے میں مشغول ہو جائیں گے تو ہماری مثال ایسی ہوگی جیسے کسی شخص کو بادشاہ پکڑ کر ہاتھ اور ناک کاٹنے کے لیے قید کر دے اور وہ رات بھر سوچتا رہے کہ بادشاہ میرے ہاتھ اور ناک چُھری سے کاٹے گا، تلوار سے یا پھر اُسترے سے اور یہ نہ سوچے کہ اس عذاب سے بچنے کا حیلہ کیا ہے؟ تو یہ نہایت جہالت ہوگی۔ پس جب یقیناً معلوم ہو چکا کہ بندے پر مرنے کے بعد یا تو سخت عذاب ہوگا یا آسائش جاودانی میسر آئے گی۔ تو بندے کو چاہیے کہ اِس کی تدابیر کرے کہ عذاب سے کیسے بچا جائے؟ تا کہ آسائش میسر آئے۔ عذاب وثواب کی کیفیت میں گفتگو کرنا محض فضول اور تضیع اوقات ہے۔

اِبراہیم زیتون فروش نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ میت پر رو رہے تھے، فرمایا کہ اگر تم اپنے احوال پر رو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ اِس لیے کہ یہ شخص تو تین خوفوں سے بچ گیا

ا۔　ملک الموت کی صورت دیکھ لی۔

2۔　موت کی تلخی اُس نے چکھ لی۔

3۔　خاتمے کے خوف سے بے خوف ہوگیا۔

اور تمہارے لیے یہ سب باتیں باقی ہیں۔

سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے غلام ہانی کہتے ہیں کہ جب سیّدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تو اس قدر روتے کہ ان کی داڑھی تر ہو جاتی، کسی نے ان سے کہا" آپ جنت اور دوزخ کا ذکر بھی کرتے ہیں، لیکن اس وقت تو اتنا نہیں روتے اور قبر کو دیکھ کر اس قدر روتے ہیں"؟ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے" قبر آخرت کی منازل میں سب سے پہلی منزل ہے، اگر کوئی آدمی اس میں کامیاب ہوجاتا ہے تو بعد والے مراحل اس سے زیادہ آسان ہو جائیں گے، لیکن اگر کوئی شخص اس سے ہی نجات نہ پا سکا تو بعد والے مراحل اس سے مشکل ہوں گے"۔ اور رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اللہ کی قسم! میں نے جب بھی (اللہ کے عذاب کے) مناظر دیکھے تو قبر کا منظر سب سے ہولناک پایا"۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 3297)

حضرت علیؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپؓ قبرستان میں کیوں بیٹھتے ہیں؟ آپؓ نے فرمایا کہ "یہ عمدہ ہمسائے ہیں کہ زبان کو روکے ہوئے ہیں اور آخرت کی یاد دلاتے ہیں"۔

حضرت مجاہدؒ فرمایا کرتے تھے کہ "اوّل جو چیز آدمی سے گفتگو کرتی ہے وہ قبر کا گڑھا ہے جو مُردے سے کہتا ہے کہ مَیں کیڑے مکوڑوں کا گھر ہوں، مَیں تنہائی کا گھر ہوں، مَیں وحشت کا گھر ہوں، مَیں تاریکی کی جگہ ہوں، یہ چیزیں تو مَیں نے تیرے لیے تیار کی ہیں، تُو نے میرے لیے کیا سامان تیار کیا ہے؟"۔

حضرت ابو درداؓ قبروں پر بہت دیر بیٹھا کرتے، لوگوں نے وجہ معلوم کی تو بتایا کہ "مَیں ایسے لوگوں میں بیٹھتا ہوں جو مجھ کو میری آخرت یاد دلاتے ہیں اور جب مَیں ان کو چھوڑ کر آتا ہوں تو میری غیبت نہیں کرتے"۔

حضرت ربیع بن خثیمؒ نے اپنے گھر میں ایک قبر کھود رکھی تھی، جب اپنے دل میں سختی پاتے تو اس کے اندر گھُس کر لیٹے رہتے اور بڑی دیر تک پڑے رہتے، پھر فرماتے۔ "اے رب! مجھ کو پھر دنیا میں بھیج کہ شاید مَیں کوئی بھلا کام کروں، اِس میں جو مَیں پیچھے چھوڑ آیا ہوں" اِس بات کو کئی بار دہراتے پھر اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتے ربیع اَب تو تُو واپس بھیج دیا گیا ہے، اَب عمل کر"۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی ایک لونڈی اُن کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہا "اے امیر المومنین میں نے اِس وقت (تہجد کے وقت) ایک عجیب معاملہ دیکھا ہے۔ آپؒ نے اُس سے پوچھا" کیا معاملہ"؟ اُس نے کہا کہ "میں نے دیکھا کہ دوزخ دوزخیوں کے واسطے دھڑا دھڑ جل رہی ہے۔ پھر پل صراط کو اُس کی پشت پر رکھ دیا گیا"۔ آپؒ نے فرمایا" پھر کیا ہوا"؟ اُس نے کہا" پھر عبدالملک بن مروان کو لائے اور اُس پل پر اُن کو چڑھایا گیا۔ ابھی تھوڑی ہی دور وہ چلا تھا کہ پُل الٹ گیا۔ وہ دوزخ میں گر گیا"۔ آپؒ نے فرمایا" پھر"؟ اُس نے کہا" پھر عبدالملک کے بیٹے ولید کو لائے اور اُن کو پُل پر سوار کر دیا گیا۔ وہ بھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ پل نے کروٹ لی اور وہ دوزخ میں جا پڑے"۔ آپؒ نے فرمایا" پھر"؟ اس نے کہا کہ "پھر سلیمان بن عبدالملک کو لائے اور پل صراط پر چڑھا دیا۔ وہ بھی تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ پل تر چھا ہو گیا۔ اور وہ دوزخ میں گر پڑے"۔ آپؒ نے فرمایا" پھر"؟ اُس نے کہا کہ "پھر میں نے آپؒ کو دیکھا کہ آپؒ کو لائے"۔ اُس باندی کا یہ کہنا تھا کہ آپؒ نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ وہ لونڈی اٹھی اور آپؒ کے کان میں پکار پکار کر کہنے لگی۔ "امیر المومنین میں نے آپؒ کو دیکھا کہ آپؒ بچ گئے آپؒ پل صراط سے صحیح وسالم گزر گئے۔ آپؒ نجات پا گئے تھے۔ ہر چند کہ لونڈی یہ کان میں چیختی رہی مگر آپؒ آہ و بکا کے نعرے مارتے رہے اور پاؤں دے دے کر زمین پر مارتے رہے"۔

میمون بن مہرانؒ کہتے ہیں "مَیں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کے ساتھ قبرستان میں گیا، جب اُنہوں نے قبروں کو دیکھا تو روئے، پھر میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "اے میمون! یہ میرے باپ دادوں کی یعنی بنی اُمیہ کی قبریں ہیں، گویا دنیا والے کبھی اِن کی لذت اور عیش میں شریک ہی نہ تھے، دیکھ کیسے بچھڑے پڑے ہیں، اِن پر مصیبتیں ٹوٹ پڑی ہیں، اِن کے بدنوں میں کیڑوں نے گھر بنا لیے ہوں گے" پھر روئے اور فرمایا!" بخدا مَیں اِن میں سے کسی کو ایسا نہیں جانتا کہ اُس پر قبر میں انعام ہوا ہوگا، اِن میں سے کوئی بھی عذابِ خدا سے محفوظ نہ رہا ہوگا" یہ کہا اور قبرستان سے روتے ہوئے نکل آئے۔

****

موت کی حقیقت (صور سے آخری فیصلے تک کا بیان)

میت کے حال کی شدت، نزاع کے وقت کی سختی اور خاتمے کے خوف کا خطرہ، پھر قبر کی تاریکی، اِس کے کیڑوں کی تکلیف سہنا، پھر منکر نکیر اور ان کے سوال، پھر عذابِ قبر کو بھگتنا۔ ان سب سے بڑھ کر وہ خطرات ہیں جو مردہ کے سامنے ہیں۔یعنی صور کا پھونکا جانا اور قیامت کے دن اُٹھنا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونا اور اعمال کے لیے ترازو کا کھڑا ہونا۔ پھر باوجود باریکی اور تیزی کے پُل صراط سے گزرنا۔ پھر مقدمہ کے فیصلے کے لیے یعنی سعادت یا شقاوت کا حکم لگنے کے لیے پکار کا منتظر رہنا۔

تو یہ احوالِ خطرات ایسے ہیں کہ ہمیں ان کا پہچاننا ضروری ہے، پھر ان پر خوب یقین اور تصدیق کے طور پر ایمان لانا اور فکر اور عمل کرنا۔ہم میں سے اکثر لوگوں کا یہ حال ہے کہ قیامت کے دن پر ایمان صرف زبان ہی زبان پر رہتا ہے دلوں میں نہیں بیٹھا ہوا، یعنی ضمیر میں جگہ نہیں پکڑی۔لوگ موسم گرما کی گرمی اور جاڑے کی سردی کے لیے کتنا سامان اکھٹا کرتے ہیں۔لیکن دوزخ کی گرمی اور زمہرے کی سردی جو کہ نہایت سخت ہوگی اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ہاں جب آخرت کا حال اِن سے پوچھیں تو زبان سے ہر بات کا اقرار کرتے ہیں مگر دل ہمارے ان سے غافل ہیں۔

اور اگر ایک شخص دوسرے سے یہ کہے کہ تیرے سامنے کے کھانے میں زہر ہے اور دوسرا کہے کہ مجھے معلوم ہے اور پھر وہ کھانا بھی کھائے، تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُس نے زبان سے اس کو سچ کہا اور عمل سے جھٹلایا اور یہ عمل سے جھٹلانا زبان کے جھٹلانے کی نسبت زیادہ ہے۔اگر ہمارا ایمان دوبارہ اُٹھنے پر قوی ہے تو دل میں اُس دن کے تمام خوفوں کو ٹھان لینا چاہیے اور اس میں اتنا فکر اور اتنی عبرت کرنی چاہیے کہ دل سے دنیا کا آرام و راحت سب نکل جائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے کی حاضری کی تیاری میں لگ جائیں۔اوّل تو اِس آواز کی فکر کریں جو کہ قبر میں کان میں پڑے گی، یعنی صور پھونکنا ایک خوفناک آواز ہوگی جس سے قبروں میں سے مُردے نکل پڑیں گے۔

پس اپنے آپ کو فرض کریں کہ مَیں بھی قبر سے، چہرہ متغیر اور بدن سے سر سے پاؤں تک غبار آلود قبر کی مٹی میں لتھڑا ہوا نکلا اور چیخ کی شدت سے حیران، تمام مخلوق اپنی اپنی قبر سے نکل پڑی ہے اور قبر میں کب آرام تھا کہ ایک مصیبت تو انتظار کی سختی کی تھی کہ نہ جانے کب اور کیا انجام ہوگا؟ اور اَب یہ آواز اور خوف تو سُن لو کہ پھونک سے ڈرو، پس ایسے حال میں خلق کی کیفیت اور اُن کی ذلت اور شکستہ حالی اور بیچارگی اور اس چیز کا خوف، اور حکم سعادت یا شقاوت کا انتظار سوچیں اور اپنے آپ کو اُن کے درمیان فرض کریں کہ جیسے لوگ ٹوٹے حال سے ہوں گے ویسے ہی ہم بھی ہوں گے، پس ایسے حال میں اور اپنے دل کی کیفیت میں اِس مقام پر فکر کرو کہ کیسی گزرے گی؟۔

روزِ محشر اور لوگ:-

پھر غور کریں کہ جی اُٹھنے کے بعد ننگے پاؤں، ننگے بدن، کیسے زمین محشر میں ہنکائے جائیں گے؟ محشر کی زمین ایک سفید زمین ہے جس میں کسی قسم کی اُونچ نیچ نہیں۔نہ کوئی ٹیلہ ہے کہ اُس کے پیچھے چھُپا جا سکے اور نہ کوئی گڑھا ہے کہ اُس میں اندر اُتر جائے اور آنکھ سے اوجھل ہو جائے، بلکہ ساری زمین ایک سی پھیلی ہوئی ہے۔اِس زمین کی طرف لوگ گروہ دَر گروہ حاضر ہوں گے، لوگوں کے دل اُس دن زور زور سے دھڑکتے ہوں گے اور آنکھیں اُس دن جھکی ہوئی ہوں گی، پس اے مسکین! اُس روز کے ہول اور شدت پر غور کر کہ جب خلقت اُس زمین پر اکھٹی ہو جائے گی، تو ان کے اُوپر ستارے بکھرے پڑیں گے، آفتاب بے نور اور چاند بے روشن ہو جائے گا۔زمین پر بالکل اندھیرا ہو جائے گا۔لوگ اِس پریشانی میں ہوں گے کہ دفعتہً سروں کے اُوپر آسمان پھٹ پڑیں گے، نہ معلوم اُن کے پھٹنے کی آواز دلوں پر کیا رنگ لائے گی؟؟۔

اُس دن آدمی ننگے پاؤں ننگے بدن پریشان حال گرمی کی شدت سے پسینے میں ڈوبے ہوئے ہوں گے۔خلق کا ایک اژدھام ہوگا۔اِسی کھڑے ہونے کی جگہ میں ساتوں آسمان، ساتوں زمین کے لوگ، فرشتے، جن، اِنسان، شیاطین، وحشی درندے، پرندے، جانور سب موجود ہوں گے، پھر ان پر آفتاب نہایت تیزی سے چمکے گا۔ہر شخص اپنے اعمال کے حساب سے پسینے میں ڈوب جائے گا۔کسی کا پسینہ پیروں تک، کسی کا کولھوں تک اور کسی کا کندھوں تک ہوگا۔

بہت سے لوگوں کو پسینوں کی لگامیں دی جائیں گی، جن کا پسینہ کانوں کی لو تک ہوگا۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہاتھ مبارک کو منہ تک اِشارہ کر کے دکھا دیا کہ کیسے منہ اُٹھائیں گے اور بعض کا پسینہ اُن کو ڈھانپ لے گا، ہر شخص یہ غور کرے کہ اُس کا پسینہ کہاں تک جائے گا؟۔ہمیں جان لینا چاہیے کہ اگر دنیا میں کسی کا پسینہ اللہ کی راہ میں یعنی، جہاد، نماز، روزہ، حج اور امر بالمعروف اور نہی عنی المنکر کی مشقت میں نہ نکلا تو اُس روز اُس کا پسینہ حیا اور خوف کے باعث بہت زیادہ نکلے گا۔

اگر انسان جہالت اور مغالطے سے الگ ہو کر سوچے تو یقیناً جان لے گا کہ اطاعتِ الٰہی میں سختیوں کو برداشت کرنا اور پسینوں کو بہانا آسان ہے جو تھوڑی دیر کے لیے ہوتا ہے اور کرب، خوف، اِنتظار، قیامت میں پسینہ کا آنا بہت زیادہ دیر تک ہے، اِس لیے کہ وہ دن ہی ایسا ہے کہ جس میں "حدت" اور "شدت" دونوں زیادہ ہیں۔

قیامت کے دِن کی بڑائی:۔

جِس روز کہ خلق اُوپر کو تاک لگائے کھڑی ہوگی، اُن کے دل چیرے ہوئے ہوں گے، نہ اُن سے کوئی کلام کرے گا اور نہ اُن کے معاملے میں نظر کی جائے گی۔تو تین سو برس کھڑے رہیں گے، نہ کھانے کا کوئی لقمہ کھائیں گے اور نہ پانی کا کوئی گھونٹ پئیں گے، نہ ہوا کا جھونکا اُن پر چلے گا۔

حضرت کعبؓ اور حضرت قتادہؓ اِس آیت "**جس دن لوگ کھڑے رہیں گے، رب العالمین کے انتظار میں**" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ تین سو برس تک کھڑے رہیں گے، بلکہ حضرت ابنِ عمرؓ فرماتے ہیں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے اس آیت کو پڑھا تو فرمایا کہ "تم لوگوں کا کیا حال ہوگا کہ خدا تعالیٰ تم کو اِس طرح جمع کرے گا، جیسے ترکش میں تیر کھچا کھچ بھرے ہوئے ہوتے ہیں، پچاس ہزار سال تک تمہاری طرف نظر نہیں کرے گا"۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں "تُم اِس دن کو کیا خیال کرتے ہو، جس روز کہ لوگ اپنی ٹانگوں پر بقدر پچاس ہزار برس کھڑے رہیں گے نہ کوئی لقمہ کھائیں گے اور نہ کوئی پانی کا گھونٹ پئیں گے، جب ان پر اِتنی مشقت ہوگی کہ تاب نہ رہے گی، تو ایک دوسرے سے کہیں گے کہ چلو، خُدا تعالیٰ کے نزدیک جس کی عزت ہے اُس کو تلاش کریں کہ ہمارے حق میں شفاعت کرے۔پس جس پیغمبر کے دامن کو پکڑیں گے وہی اُن کو ہٹا دے گا اور نفسی نفسی کہے گا۔اور کہے گا کہ آج اللہ تعالیٰ کا غصہ اتنا زور پر ہے کہ کبھی ایسا نہ تھا۔یہاں تک کہ آخیر میں ہمارے پیارے نبی حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ جیسا حکم پائیں گے شفاعت فرمائیں گے"۔

اے انسان اَب اُس دن کے طول کا سوچ، اِس کے انتظار کی سختی پر غور کر اور دیکھ کہ اِس چھوٹی سی دنیا کی عمر میں گناہوں پر صبر کرنے کا انتظار تو بہت ہی کم ہے اُس دن کی لمبائی اور سختی کے مقابلے میں۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ جب آپ خاتم النبیین ﷺ سے اس دن کا طول پوچھا گیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، وہ وقت مومن پر اتنا ہلکا اور تھوڑا معلوم ہوگا کہ جتنے وقت میں وہ دنیا میں اپنی فرض نماز ادا کیا کرتا تھا"۔(مسند احمد، حدیث نمبر 13080)

پس ہمیں کوشش مومن بننے کی کرنی چاہیے، جب تک زندگی میں سانس باقی ہے، تب تک معاملہ ہمارے اختیار میں ہے اور عنان استعداد ہمارے ہاتھ میں۔اِن چھوٹے دنوں میں اُن بڑے دنوں کے لیے کچھ کرلیں تو اتنا فائدہ ہوگا کہ خوشی کی کوئی حد نہ رہے گی۔غور تو کریں کہ صرف پچاس ساٹھ برس کی محنت اور پچاس ہزار سال کی تکالیف سے ہمیشہ کی نجات۔اے مسکین تُو اُس دن کی تیاری کر جس کی شان بڑی، زمانہ دراز، حاکم زبردست اور وعدہ قریب آلگا۔اُس روز ہر شخص اپنی کی ہوئی نیکی اور بدی اپنے سامنے پائے گا، اُس روز معلوم ہو جائے گا کہ اُس نے آج کے دن کے لیے کیا بھیجا تھا۔جس روز زبانیں گونگی ہو جائیں گی، ہاتھ اور پاؤں بولیں گے، وہ دن ایسا ہے کہ جس کی یاد نے آپ خاتم النبیین ﷺ کو بوڑھا کر دیا تھا۔

ایک دن حضرت ابوبکرؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے پوچھا "یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ میں دیکھتا ہوں کہ آپ خاتم النبیین ﷺ بوڑھے ہو گئے ہیں"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "مجھ کو سورۃ ہود، سورۃ واقعہ، سورۃ مُرسلات، سورۃ عم یتساءلون اور سورۃ شمس نے بوڑھا کر دیا ہے"۔(مشکوۃ المصابیح، جلد 3، حدیث نمبر 5354)

قرآن پاک کے الفاظ زبان سے ادا کرتے وقت اگر ہم اِس کے مطلب پر غور کرتے تو قریب تھا کہ ہمارے پتے پھٹ جاتے، جب ہم نے زبان کی حرکت ہی پر اِکتفا کیا تو قرآن پاک کے ثمر سے محروم ہو گئے۔جن اُمور کا ذکر قرآن پاک میں ہے ان میں ایک قیامت ہے، اللہ تعالیٰ نے اس دن کے بعض مصائب ذکر فرمائے ہیں۔قیامت کے بہت سے نام اِرشاد فرمائے، قیامت کے ہر نام کے اندر بھید ہے، ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے معنی کی پہچان کریں اور پھر اس کے بھید کو جانیں۔

قیامت کے نام یہ ہیں:۔

روزِ قیامت، روزِ حسرت، روزِ ندامت، روزِ حساب، روزِ محاسبہ، روزِ سوال، روزِ سبقت، جھگڑے کا دِن، رعب کا دن، زلزلے کا دن، اُلٹ دینے کا دن، کڑک کا دن، روزِ واقعہ، روزِ قارعہ، روزِ راجعہ، روزِ رافعہ، روزِ غاشیہ، روزِ مصیبت، روزِ حاقہ، روزِ طامہ (ملانے والا)، روزِ فراق، روزِ مساق، روزِ قصاص، روزِ تناوٗ، روزِ مآب (لانیوالا)، روزِ عذاب، روزِ گریز، روزِ قرار، روزِ لقا، روزِ بقا، روزِ قضا، روزِ جزا، روزِ بلا، روزِ گریہ، روزِ حشر، روزِ نشر، روزِ وعید، روزِ پیشی، روزِ وزن،

روزِ حق، روزِ حکم، روزِ فصل، روزِ جمع، روزِ بعث، روزِ فتح، روزِ رسوائی، روزِ عظیم، روزِ عقیم، روزِ عسیر، روزِ دین، روزِ یقین، روزِ نشور، روزِ معیر، روزِ نفخہ، روزِ صیحہ، روزِ جنبش، روزِ توبیخ، روزِ خوف، روزِ اضطراب، روزِ منتہی، روزِ میقات، روزِ معیاد، روزِ مرصاد، روزِ قلق، روزِ عرق، روزِ افتاد، روزِ ماویٰ، روزِ میقات، روزِ معیاد، روزِ مرصاد، روزِ عرق، روزِ انکدار، روزِ انتشار، روزِ انشقان، روزِ وقوف، روزِ خروج، روزِ خلود، روزِ تغابن، روزِ عبوس، روزِ معلوم، روزِ موعود، روزِ مشہود۔

وہ روز جس میں شک نہیں، وہ روز جس میں امتحان دل کے بھیدوں کا ہوگا، وہ روز جس میں کوئی نفس کسی نفس کے کام نہ آ سکے گا، وہ روز جس میں آنکھیں اوپر کو تکیں گی، وہ روز جس میں کوئی رفیق نہ ہوگا، وہ روز جس میں کوئی کسی کا بھلا نہ کرے گا، وہ روز جس میں لوگ دوزخ کی طرف دھکیلے جائیں گے، وہ روز کہ جس میں لوگ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے، وہ روز کہ جس میں لوگ اوندھے منہ آگ میں ڈالے جائیں گے، وہ روز کہ جس میں باپ اپنے بیٹے کے کچھ کام نہ آئے گا، وہ روز کہ جس میں آدمی اپنے بھائی اور ماں باپ سے بھاگے گا، وہ روز کہ جس میں نہ بولیں گی زبانیں اور نہ ان کو اجازت ہوگی، وہ دن کہ جس میں کوئی عذاب الٰہی سے روکنے والا نہ ہوگا، وہ روز کہ جس میں لوگ نکل کھڑے ہوں گے، وہ روز کہ جس میں آگ میں عذاب دیئے جائیں گے، وہ روز کہ جس میں مال اور اولاد فائدہ نہ دے گی، وہ روز کہ جس میں ظالموں کا عذر اُن کے کام نہ آئے گا، وہ روز کہ جس میں بھیدوں کی جانچ اور دل کے پوشیدہ راز ظاہر کیئے جائیں گے، وہ روز کہ جس میں کہ آنکھیں اور آوازیں دبی ہوئی ہوں گی، وہ روز کہ جس میں ترازو قائم ہوگی، وہ روز کہ جس میں دفترِ اعمال کھولے جائیں گے، وہ روز کہ جس میں دوزخ ظاہر کردی جائے گی۔

انسان کے گناہوں پر آٹھ گواہ:- قیامت کے دن ہر انسان کے گناہوں پر آٹھ گواہ پیش ہوں گے۔

پہلا گواہ:- جس جگہ بندے نے گناہ کیا ہوگا، وہ جگہ وہ زمین کا ٹکڑا قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دے گا۔!!(سورۃ الزلزال آیت نمبر 5،6)

دوسرا گواہ :- وہ دن بھی گواہی دے گا جس دن بندے نے گناہ کیا ہوگا۔(سورۃ البروج آیت نمبر 3)

تیسرا گواہ :- قیامت کے دن ان کی زبان گواہی دے گی۔(سورۃ النور آیت نمبر 24)

چوتھا گواہ :- انسان کے جسم کے باقی اعضاء ہاتھ پاؤں یہ بھی گواہی دیں گے۔(سورۃ یٰسین آیت نمبر 25)

پانچواں گواہ :- دو فرشتے جو تم پر نگران مقرر ہیں جو معزز ہیں، لکھنے والے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو وہ جانتے ہیں۔(سورۃ الانفطار آیت نمبر 12)

چھٹا گواہ :- وہ نامہ اعمال جو فرشتے لکھ رہے ہیں تو زبان بھی گواہی دے گی اور نامہ اعمال بھی دیکھائے جائیں گے۔(سورۃ الکھف: آیت نمبر 49)

ساتواں گواہ :- آپ خاتم النبیین ﷺ بھی گواہ ہوں گے، اللہ رب العزت آپ خاتم النبیین ﷺ سے بھی گواہی مانگیں گے۔(سورۃ النساء آیت نمبر 41)

آٹھواں گواہ :- اللہ رب العزت قرآن میں فرماتے ہیں، جو تم گناہ کرتے ہو، ہم قیامت کے دن اس پر گواہ ہوں گے۔(سورۃ یونس آیت نمبر 61)

ہمارے گناہوں پر اللہ خود گواہ ہوگا (اللہ اللہ) کیا عالم ہوگا-

پس اے انسان تجھ کو کس چیز نے خداوند کریم پر مغالطہ دیا کہ تُو نے رب کو بھول کر نافرمانی اور گناہ پر گناہ کیا۔ پس نہایت ہی خرابی ہے ہم سب غافلوں کی کہ اللہ تعالیٰ نے تو ہمارے پاس سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کو بھیجا اور اُن کے ساتھ کتابِ مبین بھی بھیجی اور اِس میں ہمیں قیامت کے دن کی تمام صفات بھی بتائیں پھر ہماری غفلت کو بھی جتایا اور ہم پھر بھی نہ جاگیں۔

ہمیں چاہیے کہ قرآن پاک کو سمجھ کر پڑھیں اور اِس کے معنی پر غور کریں اور قیامت کے دن کے بہت سے ناموں اور اُن کے اوصاف کے معنی پر غور کریں اور قیامت کے بہت سے ناموں اور ان کے اوصاف کو سمجھیں اور اُن مصیبتوں سے چھوٹنے کی فکر کریں جو اُس دن پیش آنے والی ہیں، اُس دن تنکے تنکے کا سوال ہو گا۔ قیامت کی سختی، پسینے کی بلا اور ان بڑی آفات کے درمیان یکا یک آسمان کے کناروں سے بڑے ڈیل ڈول اور نہایت موٹے تند خو فرشتے کو حکم ہوگا کہ " گناہ گاروں کے ماتھے کے بال پکڑ کر جبار کے سامنے پیش ہونے کی جگہ پر لے آؤ " ۔

اُس روز اللہ تعالیٰ اپنے اِس قول کو سچا فرمادے گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے " نزدیک آ لگا لوگوں کے حساب کا وقت اور وہ بے خبر منہ پھیرتے ہیں، " پس آ لگی وہ گھڑی اور پھٹ گیا چاند، وہ دیکھتے ہیں اِس کو دُور اور ہم دیکھتے ہیں اس کو نزدیک، اور تُو کیا جانے شاید وہ گھڑی پاس ہی ہو"۔

پھر دوزخ کو پاس بُلایا جائے گا، اَب بھی وقت ہے، ہمیں کیا ہوگیا ہے کہ ہم احکام قرآن پاک کو جان کر اُس پر عمل نہیں کرتے؟ قرآن پاک کے معنی جاننے

کی کوشش نہیں کرتے؟ قیامت کے دِنوں کے بہت سے ناموں اور اُن کے اوصاف کی جانچ ہی نہیں کرتے، کچھ سوچتے ہی نہیں، ہمیں تو یہ دنیا کھا ہی گئی ہے اور ہمیں اندازہ ہی نہیں کہ ہمارا وقت کتنی تیزی سے گزر رہا ہے۔ اُس کے بعد فرشتے ہر ایک کو پکڑ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کریں گے اور اللہ تعالیٰ بالمشافہ سوال فرمائے گا کیا مَیں نے تجھے جوانی کی نعمت نہ دی تھی؟ تُو نے کس چیز میں اس کو کھویا؟

زندگی کی نعمت نہ دی تھی تُو نے کس چیز میں اس کو ڈبویا؟

مَیں نے تجھ کو علم کی دولت نہ دی تھی اِس علم پر کیا عمل کیا؟

جب اللہ تعالیٰ اس طرح اپنے انعام واحسان ایک ایک کر کے جتا رہا ہوگا تو ساتھ ہی ساتھ ہماری نافرمانیوں کا پردہ بھی چاک کیا جا رہا ہوگا، کیسی شرم؟ کیسی حیا؟ کیسی ندامت؟ کیسی حسرت کا مقام ہوگا؟ بندے کے منہ پر مہر ہوگی، اُس کے اعضاء ان باتوں کا جواب دیں گے۔

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" روزِ محشر اللہ تعالیٰ اِس طرح ہر کسی سے سوال کرے گا کہ اُس کے اور تمہارے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا"۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر 7443)

اللہ تعالیٰ بندے سے اِرشاد فرمائے گا:-

1۔ "کیا مَیں نے تیرے اوپر انعام نہیں کیا تھا"؟

2۔ "کیا مَیں نے تجھ کو مال نہ دیا تھا"؟

3۔ "کیا تیرے پاس مَیں نے کوئی رسول نہ بھیجا تھا"؟

وہ شخص اپنے دائیں طرف دیکھے گا تو آگ، بائیں طرف دیکھے گا تو آگ، حتیٰ کہ اوپر دیکھے گا تو بھی آگ دکھائی دے گی۔

پس ہر ایک کو اس آگ سے بچنے کے لیے صدقہ وخیرات کرنی چاہیے خواہ نصف کھجور صدقہ کرے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ) کا ہر وقت ذکر کرے، کیونکہ قیامت کے دن انسان کی مصیبت اور حسرت بہت بڑی ہوگی۔ اُس دِن حسرت ہی حسرت ہوگی۔ اَب بھی وقت ہے کہ آنکھیں کھولیں، لیکن ہماری یہ آنکھیں بھی بڑی عجیب ہیں۔ یہ جب تک بند نہیں ہوتیں کھلتی ہی نہیں ہیں۔ بند ہونے کے بعد کھلیں تو حسرت اور ندامت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

میزانِ عمل:-

پھر ہمیں نامہ اعمال کے ملنے اور میزان کے باب میں فکر کرنے میں غفلت نہیں کرنی چاہیے، اِس لیے کہ اس کے بعد آدمی تین گروہوں میں ہو جائیں گے۔

ا۔ ایک گروہ وہ ہوگا جن کے پاس نیکی نہ ہوگی، اُن کے لیے ایک سیاہ گردن دوزخ سے نکلے گی اور جیسے پرندہ دانہ چُن لیتا ہے ویسے ہی وہ ان کو اُٹھا کر دوزخ میں ڈال دے گی اور دوزخ اُن کو نگل لے گی اور اُن پر بدبختی کی ندا ہو جائے جس کے بعد کبھی سعادت نہ ہوگی۔

2۔ دوسرے وہ لوگ ہوں گے جن کے لیے پکارنے والا یہ پُکارے گا کہ جو لوگ ہر حال میں خُدائے تعالیٰ کی حمد کیا کرتے تھے وہ کھڑے ہو جائیں، اِس آواز کو سُن کر حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں گے اور جنت کو چلے جائیں گے، پھر یہی معاملہ تہجد گزاروں کے ساتھ ہوگا، پھر اُن لوگوں کے ساتھ بھی معاملہ ہوگا جن کو خُدائے تعالیٰ کی یاد سے نہ دنیا کی تجارت نے روکا، نہ دُنیا کی خرید وفروخت نے اور ان لوگوں کو سعادت کی ندا دے دی جائے گی، جس کے بعد کبھی بدبختی نہ ہوگی۔

3۔ پھر تیسری قسم کے لوگ آئیں گے، یہ وہ قسم ہوگی جنہوں نے نیک اور بد دونوں عمل کئے، لوگوں کی نگاہوں سے تو بد اعمال دُور رہے لیکن اللہ کے پاس سب حاضر ہو گئے۔ اُن کے لیے ترازو کھڑی کر دی جائے گی، لوگوں کی آنکھیں اُس وقت پھٹی پڑی ہوں گی، کہ نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں ملتا ہے یا بائیں ہاتھ میں، پھر فرشتہ جو وہاں مقرر ہوگا زور سے پکارے گا، "فلاں شخص سعید ہوا اور ایسی سعادت پائی کہ جس کے بعد کبھی شقاوت نہیں" (کیونکہ اِس کا میزان کا پلہ بھاری رہا)۔ اور جس کا میزان کا پلہ ہلکا رہے گا تو یہ فرشتہ زور سے پکارے گا کہ "فلاں شخص بدبخت ہوا اور ایسی شقاوت پائی کہ اِس کے بعد کبھی سعادت نہیں ہے"۔ پھر عذاب کے فرشتے دوزخیوں کو پکڑ کر دوزخ میں لے جائیں گے۔

حقوق دلانے کے ذکر:-

میزانِ عدل کا حال تو معلوم ہو گیا اور یہ بھی اَب یہ معلوم ہو گیا کہ بھاری نامہ اعمال والے جنت میں اور ہلکے نامہ اعمال والے دوزخ میں جائیں گے۔ یاد رکھیے کہ حساب کے اور ترازو کے اندیشے سے اُس شخص کو نجات ہوگی جو دنیا میں اپنے نفس کا حساب کرے گا اور آدمی کا نفس سے حساب لینا یہ ہے کہ ہر گناہ کے لیے توبہ کرے اور

جو دوسروں کے قصور کئے ہیں اُن کا تدارک کرے اور حقوق والوں کے دام دام کوڑی کوڑی ادا کردے اور جس کی ہتک اپنی زبان یا ہاتھ سے کی ہو، یا دل سے بدگمان ہوا ہو تو اُسے معاف کردے اور لوگوں کے دل خوش رکھے، یہاں تک کہ مَرے تو اِس طرح کہ کوئی حق اس پر کسی کا نہ ہو۔ ورنہ حقدار قیامت میں اِس کو آ گھیریں گے، کوئی ماتھے کے بال اور کوئی گریبان پکڑ کر کہے گا کہ تُو نے مجھ پر ظلم کیا تھا۔ کوئی کہے گا تُو نے مجھے گالی دی تھی، کوئی کہے گا تُو نے میرا مذاق اُڑایا تھا، کوئی کہے گا تُو نے میری غیبت کی، کوئی کہے گا تُو نے خرید و فروخت میں مجھے لُوٹ لیا اور تُو نے دغا کیا۔ تُو نے ہمسائیگی کا حق ادا نہ کیا۔ پس جس گھڑی یہ حال ہو گا کہ حقدار بدن میں ناخن گاڑ رہے ہوں گے۔ اُس وقت کیا بنے گا؟ حتیٰ کہ عمر بھر میں جس سے تُو نے ایک درہم کا معاملہ کیا ہو گا، یا ایک مجلس میں کسی کے پاس بیٹھا ہو گا اور اُس کا حق تیرے اُوپر رہا ہو گا۔ خواہ غیبت کے باعث یا خیانت کے باعث یا اُس کو کمتر نگاہ سے دیکھنے کے باعث، وہ سب تیرے گرد ہوں گے، تُو اُن کے معاملے میں ضعیف ہو گا اور اپنی گردن اپنے آقا اور مالک کی طرف اِس توقع سے اُٹھائے گا کہ آج وہ ہی ان لوگوں کو اس سے دُور کرسکتا ہے، اِس حالت میں تیرے کان میں آواز جبار کی آئے گی "آج ہر جی ویسا ہی بدلہ پائے گا جو اُس نے کمایا"۔

اِس وقت تیرا دِل مارے ہیبت کے نکل پڑے گا اور تباہی کا یقین ہو جائے گا اور وہ قول یاد کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول خاتم النبیین ﷺ کی زبانی تجھے بتایا تھا۔

ترجمہ: "اور مت خیال کرو کہ اللہ بے خبر ہے اُن کاموں سے جو یہ کرتے ہیں، اِن کو تو چھوڑ رکھا ہے اُس دن کے لیے جس دن آنکھیں دوڑتی ہوں گی، سر اوپر اور آنکھ اور دل اُڑے ہوئے ہوں گے''۔

ایک ایک حقدار کا حق دلوایا جائے گا، اُس کے بعد جنت یا دوزخ مقدر کی ہو گی، اللہ پھر حق معاف کروائے گا؟۔

ایک مرتبہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا" جانتے ہو مفلس کون ہے"؟۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کی" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس دینار اور درہم نہیں"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا "میری اُمت کا مفلس وہ ہو گا جس کے پاس بے شمار نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، خیرات کی نیکیاں ہوں گی، لیکن اُس نے بہت سوں کا حق مارا ہو گا، سو وہ سب روزِ محشر گروہ ہو جائیں گے اور فریاد کریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا" آج کے دن اِس کے پاس کیا ہے؟"لوگ کہیں گے "یا اللہ اس شخص کی نیکیاں ہمیں دے دے، تو اللہ تعالیٰ اُس کی نیکیاں اُن لوگوں کو تقسیم کردے گا"، اگر زیادتیاں اور حق پھر بھی باقی رہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "اِس کی نیکیاں اَب ختم ہو گئی ہیں"، حقدار کہیں گے یا اللہ ہمارے گُناہ اس کے سر ڈال دے" اور پھر ایسا ہی کیا جائے گا۔ اور پھر اُس شخص کو گھسیٹ کر جہنم میں دھکیل دیا جائے گا"۔ (صحیح مسلم، جلد 6، حدیث نمبر 6579)

پھر ان ہولناکیوں کے بعد اِس آیت میں تامل اور غور و فکر کر "جس دن ہم اکٹھا کر لائیں گے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس اور ہانک کر لے جائیں گے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے"۔ (سورہ مریم، آیت نمبر 86-85)

شفاعت:-

حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اگلوں، پچھلوں، سب کو قیامت کے روز جمع کرے گا، چالیس برس آسمان کی طرف کو آنکھیں کیے کھڑے رہیں گے اور منتظر حکم ہوں گے، آفتاب قریب ہو گا اور آدمیوں پر غم اور کرب اِتنا ہو گا کہ برداشت نہ کرسکیں گے، تب آدمی ایک دوسرے سے کہیں گے کہ دیکھتے نہیں کہ ہماری کیا نوبت آ گئی ہے کسی ایسے کو تلاش کرو جو آج اللہ تعالیٰ سے ہماری سفارش کرے، لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے لیکن وہ کہیں گے کہ آج رب تعالیٰ اپنی جباری اور قہاری کی صفت پر ہے، تم حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ، حضرت نوح علیہ السلام بھی یہی کہیں گے " آج اللہ تعالیٰ سے کون کلام کرسکتا ہے" ؟ تم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی یہی جواب دے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام یہی جواب دے کر لوگوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہ جواب دے کر لوگوں کو آپ خاتم النبیین ﷺ کے پاس بھیج دیں گے، حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا "پھر لوگ میرے پاس آئیں گے، مَیں سجدہ میں جا کر رَب کی حمد و ثنا کروں گا، مجھے کہا جائے گا "اے محمد خاتم النبیین ﷺ اپنا سر اُٹھاؤ، سوال کرو، سوال پورا کیا جائے گا" آپ خاتم النبیین ﷺ فرمائیں گے "یا رَب اُمّتی، یا رَب اُمّتی"۔ حکمِ خُداوندی ہو گا "اے محمد خاتم النبیین ﷺ آپ خاتم النبیین ﷺ کی اُمت میں سے جو لوگ بغیر حساب کتاب کے جنت میں جانے والے ہیں انہیں جنت کے سیدھے دروازے سے جنت میں جانے کا اشارہ کر دیجیے اور باقی دروازوں میں آپ خاتم النبیین ﷺ کی اُمت کے لوگ دوسرے لوگوں کے ساتھ شریک ہوں"

۔(صحیح بخاری شریف، حدیث نمبر 4476)

اس بات کو ایک دفعہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس طرح واضع کیا تھا:

"خوب سُن لو کہ مَیں اللہ کا حبیب ہوں اور کچھ فخر نہیں، مَیں اُٹھانے والا ہوں لوائے حمد کو قیامت کے دن اور کچھ فخر نہیں (روزِ محشر اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا) مَیں سب سے پہلے سفارش کرنے والا ہوں اور میری سفارش قبول ہوگی اور کچھ فخر نہیں، مَیں لوگوں میں سے سب سے پہلے جنت کے دروازوں کے کڑے ہلاؤں گا اور خُدا تعالیٰ میرے لیے جنت کے دروازے کھول دے گا اور مَیں اندر جاؤں گا اور فقراء مومنین میرے ساتھ ہوں گے اور کچھ فخر نہیں اور مَیں سب اگلوں اور پچھلوں سے بُزرگ تر ہوں اور کچھ فخر نہیں"۔ بغیر حساب کتاب کے جانے والے جب جنت میں داخل ہوجائیں گے تو باقی لوگوں کو ان کا نامہ اعمال دے دیا جائے گا، پل صراط سامنے ہوگا، تمام لوگوں کو اِسی پر سے گُزرنا ہوگا''۔

حضرت انسؓ بن مالک روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو فرماتے سُنا "پُل صراط دوزخ کے اوپر واقع ہے اور جو شخص کہ رسولوں میں سے اپنی اُمت کو لے کر سب سے پہلے پل صراط پر اُترے گا وہ مَیں ہوں، اُس روز سوائے رسولوں کے اور کوئی نہیں بولے گا اور سب پیغمبر یہی کہتے ہوں گے "الٰہی بچا، الٰہی بچا" پُل صراط پر کانٹے سعدان کے کانٹوں کی طرح آنکس ہوں گے "۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے لوگوں سے پوچھا" بھلا تُم نے سعدان کا کانٹا دیکھا ہے"؟ لوگوں نے عرض کیا ''ہاں''، آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" وہ اِس شکل کے ہوں گے (یعنی سعدان کی شکل کے) مگر ان کی بڑائی کی مقدار اور تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا اور وہ آدمیوں کو موافق اُن کے اعمال کے چبھیں گے، پس بہت سے تو اپنے عمل کے باعث ہلاک ہوجائیں گے اور بہت سے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے پھر ان کی نجات ہوگی"۔ (صحیح بخاری)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "آدمی دوزخ کے پُل پر سے گُزریں گے، اس پر کانٹے اور آنکڑے ہوں گے، کہ لوگوں کو دائیں اور بائیں سے لپٹیں گے اور اس کے دونوں طرف فرشتے کھڑے ہوں گے جو کہتے ہوں گے ''الٰہی ''بچا''، اِلٰہی''، بچا"۔ پس بعض لوگ تو مثل بجلی کے گُزریں گے، بعض ہوا کی طرح اور بعض دوڑتے ہوئے گھوڑے کی طرح اور بعض بھاگتے ہوئے، بعض چال چلتے ہوئے، بعض گھٹنوں کے بل، بعض چوتڑوں کے بل گھسیٹتے ہوئے اور بہت سوں کو آنکڑے پکڑ پکڑ کر دوزخ میں ڈالتے جائیں گے"۔ (صحیح مسلم)

تواے غافل انسان

یہ پُل صراط کے احوال و مسائل شفاعت کے لیے جمع ہونا، ایسے افکار ہیں کہ ان میں بہت مشغول رہ، اس لیے کہ قیامت کے احوال سے زیادہ تر وہ شخص بچے گا جو دنیا میں اِس کا فکر زیادہ کرے گا، کیونکہ خُدا تعالیٰ اپنے بندے پر 2 خوف جمع نہیں کرے گا، تو جو کوئی ان احوال سے دنیا میں ڈرے گا وہ آخرت میں اِن سے مامون رہے گا اور یہاں خوف سے مُراد وہ خوف ہے جس کے باعث آدمی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے باز رہے اور ہمیشہ اُس کی اطاعت کرے۔ اور آخرت کے احوال کی کنجی بجز **لا الٰہ الا اللہ** کے کچھ نہیں۔ مگر اس کا صرف زبان سے کہنا کارآمد نہیں، بلکہ اس کا سچ جاننا بھی ضروری ہے اور سچ جاننا اسی طرح ہے کہ آدمی کا مقصد سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کچھ نہ ہو، اِس کے ساتھ ہی آپ خاتم النبیین ﷺ کی محبت کو لازم پکڑنا ہے، سُنت کی پیروی کرے اور نیک بختوں کی دلداری کرے، شاید اِسی طرح آپ خاتم النبیین ﷺ کی شفاعت نصیب ہوجائے۔

(1) یا اللہ اُمّتِ محمدی خاتم النبیین ﷺ پر نظرِ کرم کر

(2) یا اللہ اُمتِ محمدی خاتم النبیین ﷺ کے احوال کی اصلاح فرما

(3) یا اللہ اُمتِ محمدی خاتم النبیین ﷺ کو معاف کر دینا

(4) یا اللہ اُمتِ محمدی خاتم النبیین ﷺ کو بخش دینا (آمین)

****

عزازیل سے۔شیطان۔ابلیس تک

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے اپنی مشہور تفسیر ''درمنثور'' میں ابلیس کے عابد وزاہد ہونے سے راندۂ درگاہ ہونے تک پوری داستان دلچسپ انداز میں ذکر کی ہے۔

ابلیس کا نسب:-فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی تصریح کے مطابق ابلیس جنات میں سے ہے۔اس کے والد کا نام چلیپا تھا اور کنیت ابوالغوی تھی۔اس کے باپ چلیپا کا چہرہ ببر شیر جیسا تھا۔وہ نہایت قدآور اور بہادر تھا اور اس کا لقب شاشین تھا۔اس کی قوم اسے شاشین کے نام سے مخاطب کرتی تھی (جس کے معنی دل ہلا دینے کے ہیں)۔ شاشین کی تمام قوم پر دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور قوم کا بچہ بچہ شاشین کا احترام کرتا تھا، کیونکہ اس نے جنات کی بے تحاشہ قوموں مختلف فتوحات سے اپنے زیر کرلیں تھیں۔

ابلیس لعین کی ماں کا نام تبلیث تھا اور اس کی ماں کا چہرہ بھیڑیئے کی مادہ کی طرح تھا اور اس کا لقب ذبی تھا۔وہ بھی اپنے شوہر کی طرح نڈر اور نہایت دلیر اور طاقت ور تھی اس نے بھی اپنے خاوند کے ہمراہ بے شمار جنگیں جیتی تھیں۔

اس حد تک بہادر تھی کہ ساری قوم جنات کے بچے بچے کی زبان پر تھا کہ تبلیث کے ہوتے ہوئے دنیا کی کوئی طاقت ہمیں زیر نہیں کرسکتی۔

جنات قوم کی سرکشی جب حد سے بڑھ گئی اور ان کے جھگڑے فساد سے جب زمین لرز اٹھی تو آسمانوں سے فرشتوں کو حکم آ گیا کہ جاؤ ان سرکش جنات کو مار پھینکو۔

بقول ابلیس کے ''میری ماں تبلیث نے فرشتوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دیکھنے والے عش عش کرا ٹھے۔لیکن مشکل یہ تھی کہ جنات اور فرشتوں کا کوئی جوڑ نہ تھا۔اور خود میرا یعنی ابلیس کا یہ خیال تھا کہ اماں جان کی بعید از قیاس بہادری کے مقابلے میں فرشتوں کی کوئی حیثیت نہیں اور فرشتوں نے ان کے مقابلے میں آ کر بہت غلطی کی ہے اب فرشتوں کو بڑی عبرت ناک شکست ہوگی۔لیکن معلوم نہیں کیا ہوا کہ ہم کمزور پڑ گئے۔اور فرشتے غالب آتے رہے اس عجیب وغریب جنگ کا سماں کچھ ایسا ناقابل فہم تھا کہ ساری قوم حیرت میں تھی۔فرشتوں کا وار ہم پر خوب پڑ رہا تھا لیکن ہمارا وار فرشتوں پر کچھ ایسا کمزور اور بزدلانہ پڑ رہا تھا کہ جو بچہ بچہ میری ماں کی بہادری کے گن گاتا تھا۔آج ان ہی کو فرشتے دردناک طریقوں سے مار رہے تھے۔اور آخر کار میری ماں اور میرا باپ دونوں اس جنگ کے دوران مارے گئے۔میں اس وقت شادی شدہ تھا۔میری بیوی اور میرا بیٹا مرّہ بھی اس جنگ میں مارے گئے''۔

چونکہ ابلیس کے باپ کا چہرہ شیر کی طرح اور ماں کا چہرہ بھیڑیئے کی طرح تھا لہذا علم قیافہ کی رو سے ابلیس میں دونوں خصوصیات ہیں۔یعنی وہ نہایت ہی سرکش اور مکار ہے۔اس کے ساتھ وہ نہایت خودغرض فریبی اور دھوکے باز بھی ہے۔

فرشتوں اور قومِ ابلیس اور جنات کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی اس میں جو جنات قیدی بنائے گئے تھے ان قیدیوں میں شہزادہ ابلیس بھی موجود تھا۔

فرشتے جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ان کو حکم ہوا (ابلیس) کی بہترین تربیت کرو- چنانچہ فرشتوں نے ابلیس کی تربیت بہترین انداز سے کی اسے اللہ تعالیٰ کے مرتبہ اور جاہ وجلال سے آگاہ کیا۔عبادت وریاضت کے طریقے اور آداب سکھائے۔یہاں تک کہ ابلیس بہترین عبادت گزار بن گیا- پھر ابلیس 80 ہزار برس تک فرشتوں کا ساتھی رہا، 40 ہزار برس تک جنت کا خزانچی رہا،30 ہزار برس تک مقربین کا سردار رہا،اور اس نے 14 ہزار برس تک عرش کا طواف کیا-

یہاں تک کہ:

پہلے آسمان والوں نے اس کو''عابد'' کہا۔ دوسرے آسمان والوں نے اس کو''زاہد'' کہا۔
تیسرے آسمان والوں نے اس کو''عارف'' کہا۔ چوتھے آسمان والوں نے اس کو''ولی'' کہا۔
پانچویں آسمان والوں نے اس کو''تقی''(متقی) کہا۔ چھٹے آسمان والوں نے اس کو خاشع (خشوع کرنے والا) کہا۔
ساتویں آسمان والوں نے اس کو''عزازیل'' کا لقب دیا۔

کچھ ہی عرصے میں یہ اپنی فطری تیزی اور طراری کی وجہ سے سب کچھ سیکھ گیا اور وہی فرشتے جو کبھی اسکے استاد تھے بحکم خداوندی اس سے علوم عالیہ میں مدد لینے لگے۔

رفتہ رفتہ عزازیل اپنی قابلیت کے باعث فرشتوں کا استاد بن گیا۔(سبحان اللہ قدرت بھی کیسے کیسے عجوبے دکھاسکتی ہے) گویا (ابلیس) اپنی عبادت وزہد میں اتنا مقرب ہوا کہ ابلیس سے عزازیل کے مرتبے پر پہنچ گیا۔ (بحوالہ تفسیر درمنثور، آخیری حصہ)

اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ سے ایک دستور رہا ہے کہ وہ اپنی ایک رائے رکھتا ہے اور اس کو سب سے الگ تھلگ رکھتا ہے اور اس کے کام کی کسی کو بھی خبر نہیں ہو پاتی۔

فرمان الٰہی ہے: ترجمہ:''میں جسے چاہتا ہوں عزت دیتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں ذلت دیتا ہوں''-(سورہ آل عمران، آیت نمبر 26)

پیدائش آدم علیہ السلام اور خلافت الٰہی:- ایک دن عزازیل اللہ تبارک تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرتا ہوا جب ساتویں آسمان کی سیر کرتا ہوا لوح محفوظ تک پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ لوح محفوظ پر ایک عبارت لکھی ہوئی ہے۔

''ہمارا ایک بندہ ایسا ہے جسے ہم بے شمار قسم کی نعمتوں سے مالا مال کریں گے۔اور زمین سے اس کو آسمان پر پہنچا دیں گے اور پھر آسمان سے اس کو جنت میں لے جائیں گے اس کے بعد ہم اسے ایک خاص کام پر مامور کریں گے لیکن وہ انکار کردے گا اور بغاوت پر آمادہ ہوجائے گا''۔

عزازیل اس عبارت کو پڑھ کر حیرت زدہ ہوا اور اپنے دل میں خیال کرنے لگا کہ ایسا احسان فراموش کون ہوسکتا ہے؟ دوبارہ عبارت پر غور کیا۔تو عبارت کے قریب ہی نہایت واضح الفاظ میں لکھا ہوا تھا: '' أعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ '' یہ پڑھ کر وہ تقریباً دوہزار سال تک روتا رہا۔اور خود پر ہی لعن طعن کرتا رہا کہ ایسا بدبخت کون ہے جو رب تعالیٰ کا نافرمان ہے؟ اس نے گھبرا کر رب تعالیٰ کے پاس حاضری دی اور کہا ''رب تعالیٰ وہ شیطان رجیم کون ہے؟ جس سے پناہ مانگنی چاہیئے''؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وہ ہمارا ایک بندہ ہے جو بے شمار نعمتوں سے نوازا جائے گا۔لیکن ہمارا ایک حکم نہ ماننے کے باعث مردود بارگاہ ہوجائے گا''۔عزازیل نے عرض کی ''باری تعالیٰ میں اس ملعون کو دیکھنا چاہتا ہوں''۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ ''سَوْفَ تَرَاہُ''(یعنی تو جلد اسے دیکھے گا)

عزازیل اس سوچ بچار میں ہزار سال تک مبتلا رہا پھر اسے معلوم ہوا کہ آدم علیہ السلام کا پتلا تیار ہورہا ہے۔اس پتلے کا سر مکہ معظّمہ کی مٹی سے، گردن بیت المقدس کی مٹی سے، سینہ عدن کی مٹی سے اور پشت وشکم ہندوستان کی سرزمین کی مٹی سے، ہاتھ مشرق کی خاک اور پیر مغرب کی زمین کی مٹی سے تیار ہوں گے۔اور باقی گوشت پوست وغیرہ تمام زمین کی مجموعی خاک سے بنیں گے۔اور اس کے علاوہ اس میں آگ، پانی اور ہوا کو بھی شامل کیا جائے گا۔(مختلف جگہوں کی مٹی شامل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس پتلے کی نسل مختلف شکلوں میں نمودار ہوسکے گی۔اور عناصر کے شامل کرنے کی حکمت یہ ہے کہ اس پتلے کی نسل چہار طبائع کا حسین امتزاج ہوگی۔کیونکہ ہر چار عناصر میں سے ایک عنصر دوسرے عنصر کی موجودگی میں قائم رہ نہیں سکتا۔مثلاً آگ اور پانی یکجا نہیں رہ سکتے اس طرح مٹی اور ہوا یکجا نہیں رہ سکتے۔یہ صرف قادر مطلق کا ہی کمال ہے کہ جس نے ان چار عناصر کو یکجا کر رکھا ہے)اور یہ جامع العجائب الغرائب پتلہ صانع مطلق نے اپنے ہاتھ (جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے) سے بنایا پھر جب پتلے کو تیار کرلیا گیا۔تو پتلے کو زمین پر بھیج دیا گیا۔

عزازیل فوراً اس پتلے کو دیکھنے کے لیے زمین پر پہنچا تا کہ دیکھ سکے کہ اس کی اندرونی اور بیرونی ساخت (External and Internal Shape) کیسی ہے؟ اور اس کے اندر کس قسم کی (Machinary Mechanism) یعنی نظام رکھا گیا ہے۔ (ظاہر ہے کہ وہ حیران تھا کہ خالق قدرت نے اپنے دست قدرت سے جو کچھ بنایا ہے وہ کیا چیز ہے؟)

اس لیے سب سے پہلے عزازیل نے پتلے کو ٹھونک بجا کر دیکھا۔تو پتلے سے ایک بڑی ہی عجیب وغریب آواز پیدا ہوئی۔جب بیرونی مشاہدے کے بعد عزازیل کسی بھی حتمی نتیجے پر نہ پہنچ سکا تو اپنی مخصوص طاقتوں کے ذریعے پتلے کے اندر داخل ہوگیا۔(شائد اسی لیے کہا گیا ہے کہ شیطان تمہاری رگوں میں خون کے ساتھ ساتھ گردش کرتا ہے۔) تا کہ پتلے کا اندرونی مطالعہ کرسکے۔دوران سیر اس کو بہت سی نئی معلومات حاصل ہوئیں اور عزازیل نے اپنی طویل عمر میں جو کچھ دیکھا تھا وہ سب کچھ اس پتلے میں موجود تھا۔چنانچہ جب وہ رگ رگ کی سیر کرتا ہوا قلب تک پہنچا تو قلب کچھ اس طرح بند کیا گیا تھا کہ ابلیس اپنی مخصوص طاقتوں اور مخفی علوم کے جاننے کے باوجود قلب کو نہ کھول سکا۔اس لئے شیطان انسان کے دل میں داخل نہیں ہوسکتا-دل تو رحمن کی آماجگاہ ہے-

انسانی قلب کبھی بھی ناری غذا نہیں لیتا چالیس سال تک یہ قلب (اگر اس کو نوری غذا نہ ملے تو) اپنی طاقت سے زندہ رہتا ہے۔ اور اگر چالیس سال کے بعد بھی اس کو نوری غذا نہ ملے تو پھر یہ مرجاتا ہے-ایسے قلب کے لیے کہا جاتا ہے کہ: خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوبِھِمْ

ترجمہ:''اللہ تعالیٰ نے اس قلب پر اپنی مہر لگادی ہے''۔(یعنی اب یہ دل مرچکا ہے-)(سورہ البقرہ، آیت نمبر 7)

پس دل میں راستہ نہ پانے کی وجہ سے عزازیل سمجھ گیا کہ اس پراسرار ڈبیہ میں کوئی خاص خزانہ پوشیدہ ہے۔جسے مجھ سے پوشیدہ رکھنے کے لیے مکمل انتظام کیا گیا ہے-اس لئے ابلیس کو انسان کے دل پر کوئی اختیار نہیں کہ وہ زبردستی اسے کھینچ کر اپنی راہ پر لے آئے۔اس کا کام صرف انسان کو بہکانے اور پھسلانے سے چل سکتا ہے۔
(بحوالہ۔تفسیر درمنثور)

شیطان:- شیطان "شطن" سے بنا ہے۔شیطان کے معنی 'دور ہونا' متحرک ودراز-

شیطان چونکہ خیر سے دور ہے اور شر کے اندر متحرک ہے شیطان اللہ سے دور ہے اور ہر بھلائی سے دور ہے۔وہ جنت سے دور اور دوزخ سے بہت قریب ہے۔

سورۃ نحل کی آیت نمبر 98 ہے:

فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ ترجمہ:"تو جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ چاہو شیطان مردود سے"۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے"اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب قرآن پڑھنے کا ارادہ ہو تو تعوذ پڑھو یعنی (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)"۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں"ابلیس ملعون کے لیے اعوذ باللہ پڑھنے سے زیادہ سخت چیز اور کوئی نہیں"۔

سورہ نحل، آیت نمبر 99 اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اس پر بھروسہ رکھتے ہیں تو شیطان کا ان پر قابو نہیں چل سکتا" (کہ وہ ان کو سیدھے راستے سے بھٹکا دے)"۔

اس لیے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو اور آپ خاتم النبیین ﷺ کی امت کو شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم دیا تا کہ دوزخ سے دور اور جنت سے نزدیک ہو جائیں اور جزا اور سزا کے مالک کے چہرے کو دیکھ سکیں۔

گویا کہ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ:"بیشک جو میرے بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں، اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے کو"۔(سورہ بنی اسرائیل، آیت نمبر 65)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

پہلی آیت: اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنٌ ترجمہ:"میرے خاص بندوں پر تیرا قابو نہیں چل سکے گا"۔(سورۃ الحجر، آیت نمبر 42)

جب بندے پر اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبودیت کا نشان ہو تو شیطان کو اس پر غلبہ کا موقع نہیں ملتا۔اللہ تعالیٰ نے تو صاف طور پر بندے کو مطلع فرما دیا ہے کہ:

دوسری آیت: اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَہٗ لِیَکُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ ۝(

ترجمہ:"بے شک شیطان تمھارا دشمن ہے تم بھی اس سے دشمنی رکھو۔وہ تو اپنے گروہ کو صرف اِس لیے بلاتا ہے کہ وہ سب جہنم واصل ہو جائیں"۔۔سورۃ فاطر ا، آیت نمبر 6)

تیسری آیت: وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْکُمْ جِبِلًّا کَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَکُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ ۝

ترجمہ:"اور بیشک اس نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے کیا تم عقل نہیں رکھتے"۔(سورۃ یٰس، آیت نمبر 62)

اللہ نے شیطان سے بچنے کے لئے تعوذ پڑھنے کے لئے کہا ہے:

تعوذ یا اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم پڑھنے سے چار فائدے بندے کو حاصل ہوتے ہیں۔

1۔دین و ہدایت پر استقامت۔ 2۔شیطان مردود کے شر اور فساد سے بچاؤ۔

3۔اللہ کی پناہ کے مضبوط قلعہ اور قرب کے مقام میں پناہ۔ 4۔پیغمبروں، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ امن کے مقام تک رسائی۔

بعض کتب سابقہ میں آیا ہے کہ جب شیطان مردود نے اللہ سے کہا"میں تیرے ان بندوں کو، کچھ کو دائیں سے پکڑوں گا کچھ بائیں سے، کچھ کو آگے سے، کچھ کو پیچھے سے، کچھ کو اوپر سے، کچھ کو نیچے سے اور تو ان میں سے بہت سوں کو ناشکر گزار پائے گا"۔تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ"مجھے اپنی عزت اور عظمت کی قسم میں ان کو حکم دوں گا کہ تیرے اغوا سے بچنے کے لیے میری پناہ میں آنے کی درخواست دیں۔اور جب وہ مجھ سے درخواست کریں گے (یعنی اعوذ باللہ پڑھیں گے تو) تو میں اپنی ہدایت کے ذریعے دائیں جانب سے اور اپنی عنایت کے ذریعے بائیں طرف سے اپنی نگہداشت کے ذریعے ان کی پشت سے اور اپنی اعانت کے ذریعے ان کے سامنے سے ان کی حفاظت کروں گا اے ملعون تیرا بہکانا ان کو نقصان نہ پہنچا سکے گا"۔

بعض احادیث میں ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ"جو بندہ ایک مرتبہ اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ دن کو اس کی حفاظت فرماتا ہے"۔(غنیۃ الطالبین)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ"اللہ کی پناہ طلب کر کے گناہوں کے دروازوں کو مقفل کر دو اور بسم اللہ پڑھ کر اطاعت و بندگی کے دروازوں کو کھول دو۔"(غنیۃ الطالبین)

روایت ہے"مومن کو گمراہ کرنے کے لیے ابلیس (لعین) روزانہ 360 لشکر بھیجتا ہے جب مومن بندہ اللہ کی پناہ مانگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے دل کی طرف 360 مرتبہ نظر فرماتا ہے اور ہر مرتبہ نظر فرمانے سے شیطان کا ایک لشکر تباہ ہو جاتا ہے"۔(غنیۃ الطالبین)

یہ تو پناہ میں آنے کے لیے درخواست پر بندے پر 360 مرتبہ نظر فرماتا ہے ورنہ اسکی ایک ہی نظر کرم سے ابلیس لعین کے 360 کیا ہزاروں لشکر جل کے خاکستر

ہوجاتے ہیں۔(مطلب یہ ہے کہ درخواست بندے کی طرف سے ایک مرتبہ اور اللہ کا جواب 360 مرتبہ یہ اللہ تعالیٰ کا کسی بندے پر بہت ہی زیادہ عنایت اور فضل وکرم کی طرف اشارہ ہے)

شیطان کن چیزوں سے ڈرتا ہے:- وہ چیز جس سے شیطان ڈرتا اور بھاگتا ہے وہ یا تو "استعاذہ" ہے(تعوذ) یا پھر "عارفوں کے دل کی نور معرفت کی شعاع ہے"۔ اگر تم عارفوں میں سے نہیں ہو تو پھر متقیوں کی محبت لازم ہے یہاں تک کہ تم عارفوں کے درجے تک پہنچ جاؤ۔اور جب بندہ عارفوں کے درجے میں آجائے گا تو اسکے دل کی نورانی شعاع شیطان کی شوکت کو توڑ ڈالے گی اسکے شر کو تباہ کردے گی اور ہماری ذات کے اندر اسکا جو لشکر کارفرمائی کے لیے موجود ہے اسکے پاؤں اکھڑ جائیں گے اور پھر بسا اوقات ایسا ہوگا کہ بندہ اپنے ساتھیوں کا اور اپنے پیروکاروں کا نگہبان بن جائے گا جیسا کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

" اے ابن خطاب! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر شیطان تمہیں کسی راستے پر چلتا دیکھتا ہے تو اسے چھوڑ کر وہ کسی دوسرے راستے پر چل پڑتا ہے"۔(صحیح بخاری و مسلم)

شیطان جب کسی بندے میں اپنی عداوت اور مخالفت کو مسلسل پاتا ہے اور بندے کی سچائی اس پر ظاہر ہوجاتی ہے تو وہ اس سے مایوس ہوکر اسکو چھوڑ دیتا ہے لیکن پوشیدہ طور پر چھپتا چھپاتا آتا رہتا ہے لہذا بندے کو چاہیے کہ سچائی پر سختی سے قائم رہے اور شیطان کے داؤ سے ہوشیار رہے اس لیے کہ اسکی دشمنی حقیقی اور پرانی ہے اور وہ گوشت پوست میں خون کی طرح رواں رہتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں روایت ہے کہ کبر سنی میں دعا مانگا کرتے تھے:"الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ میں زنا کروں یا کسی کو قتل کردوں" کسی نے دریافت کیا کہ اس عمر میں یہ ایسا خوف ہے۔آپؓ نے فرمایا" کہ کیوں نہ خوف کروں جبکہ شیطان زندہ ہے۔بندہ نیک عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اسکے اور جنت کے درمیان اتنا وقفہ رہ جاتا ہے جتنا دودھ دھونے کی دو دھاریں تو اس سے کوئی ایسا عمل ہوجاتا ہے کہ اسکو دوزخ میں ڈال دیا جاتا ہے"۔

اب دیکھیے موت اور بندے کے درمیان جب صرف اتنا وقت کہ دودھ دوہنے کی دو دھاریں تو اس قلیل وقت میں بندہ نزع کے عالم میں ہوگا اب اس وقت وہ اٹھ کر تو عمل نہیں کرے گا کہ بندے کا ایمان سلب کرلیا جائے گا اس لیے آخری وقت تک شیطان سے پناہ مانگنی چاہیے۔

ایک بزرگ کے لیے مشہور ہے کہ مرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں سے کسی کو روکتے ہوئے محسوس کرتے اور منہ سے کہتے" ابھی نہیں" جب انہیں ذرا سا ہوش آیا تو ان کے بچوں نے پوچھا" ابا جان کیا موت کو دفع کررہے ہیں"؟ فرمایا "نہیں"۔ "شیطان بار بار تنگ کرتا ہے کہ آخر تو مجھ سے چھوٹ ہی گیا تو اسے اپنے پاس سے ہٹا رہا ہوں کہ ابھی نہیں، ابھی تو میری جان میرے جسم میں موجود ہے۔

اسی طرح ایک بزرگ کا قصہ لکھا گیا ہے ان سے موت کے فرشتے نے سوال کیا کہ "حضرت مکان کے دروازے پر شہادت کی موت پسند فرمائیں گے یا اپنے اس کمرے کے دروازے پر مغفرت کی موت پر جس میں آپ ہیں" تو بزرگ نے فوراً جواب دیا کہ "اپنے کمرے کے دروازے پر مغفرت کی موت-اس لیے کہ مکان کے دروازے تک جاتے جاتے معلوم نہیں شیطان کسی بُرے خیال کا وسوسہ ایسا نہ ڈال دے کہ مغفرت سے بھی جاؤں" تو یہ تھا ہمارے بزرگوں اور اسلاف کا شیطان سے ڈرنا کہ ہر وقت اس بات کا کھٹکا ہی لگا رہتا تھا کہ شیطان انہیں بہکا نہ دے۔

شیطان سے بچنے کی تدابیر:- جن کلمات کے ساتھ شیطان سے جنگ کرنے اور اسکو دور کرنے پر استقامت حاصل ہوتی ہے وہ کلمہ اخلاص اور رب العزت کا ذکر کرنا ہے۔

1- رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد ربانی کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا:" لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ" میرا قلعہ ہے جو شخص یہ کلمہ کہے گا میرے قلعہ میں داخل ہوجائے گا اور جو اس قلعے میں داخل ہوجائے گا ہر عذاب سے محفوظ ہوجائے گا"۔(کتاب التوحید 22-صواعق محرمہ ابن حجر مکی)

نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا:"جس نے پورے اخلاص کے ساتھ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کہا وہ جنت میں داخل ہوگا"۔[الترغیب والترھیب: 2/340، مجمع الزوائد: 1/23] شیطان عذاب کا وسیلہ ہے بندہ جب کلمہ توحید پڑھتا ہے تو کلمہ توحید کے تقاضے یعنی واجبات کے ادا کرنے اور ممنوعات کے ترک کا لباس پہن لیتا ہے اور جب شیطان یہ لباس اسکو پہنتے دیکھتا ہے تو اس سے دور بھاگ جاتا ہے اور اسکے پاس آنے کی جرات نہیں کرتا۔

2۔ **بسم اللہ الرحمن الرحیم** کا ذکر کثرت سے کرنا چاہیے۔روایت میں ہے کہ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے سنا کہ ایک شخص کہہ رہا تھا کہ "شیطان ہلاک ہو"-آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" ایسا نہ کہو کیونکہ اس طرح شیطان اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگتا ہے اور کہتا ہے" مجھے اپنی عزت کی قسم میں نے تجھ پر غلبہ پالیا"!

لیکن (جب ایسی صورت میں) تم بسم اللہ کہو گے تو شیطان کا نفس ذلیل ہوجاتا ہے، حتیٰ کہ وہ مکھی سے بھی زیادہ چھوٹا ہوجاتا ہے"۔(مسند احمد، حدیث نمبر 2306)

3۔ شیطان سے مقابلہ کرنے کی ایک اہم صورت یہ ہے کہ اللہ کے فضل کے علاوہ دنیا والوں سے کسی قسم کا طمع نہ رکھے نہ دنیا والوں کی مدد کی، نہ انکے مال کی، نہ ان کی تعریف کی، نہ ان کے جتھے اور گروہ کی، نہ ان کے تحفے اور ہدیوں کی کیونکہ دنیا اور دنیا والے سب شیطان کی فوج اور اسکے چیلے ہیں۔بس اللہ پر توکل کر کے دنیا سے بے نیاز ہوجائے۔جائز اور ناجائز، حلال اور حرام کا خیال رکھے۔حدیث شریف ہے کہ "جس کو یہ پرواہ نہیں کہ اس کا کھانا کہاں سے آتا ہے(یعنی حلال ہے یا حرام) تو اللہ تعالیٰ بھی پرواہ نہیں کرتا کہ اسکو دوزخ کے کونسے دروازے سے دوزخ میں داخل کرے"۔(غنیۃ الطالبین)

بس بندے کو چاہیے کہ تمام باتوں کا خیال رکھے اور وہ اعمال کرے کہ شیطان ناامید ہوجائے اور جب بندہ ان باتوں پر عمل نہیں کرتا تو شیطان اسکے دل اور سینے پر سوار ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنۡ يَّعۡشُ عَنۡ ذِكۡرِ الرَّحۡمٰنِ نُقَيِّضۡ لَهٗ شَيۡطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيۡنٌ ؕ (سورۃ الزخرف، آیت نمبر 36)

ترجمہ:"اور جو شخص رحمٰن کے ذکر سے غافل ہوجاتا ہے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں پس شیطان اسکا ساتھی بن جاتا ہے"۔

کبھی نماز میں وسوسہ ڈالتا ہے، کبھی ایسی باطل نفسانی خواہشوں میں مبتلا کر دیتا ہے جو حرام یا مباح ہوتی ہیں اور کبھی وہ بندے کو فرائض کی بجا آوری، نیک اعمال، سنن واجبات، عبادات اور اطاعات کے بجالانے میں رخنہ ڈالتا ہے جس کے نتیجے میں بندے کو دنیا اور آخرت کا خسارہ اٹھانا پڑتا ہے اور اس کا حشر شیطان کے ساتھ ہوتا ہے۔بسا اوقات آخری عمر میں اس کا ایمان بھی چھین لیا جاتا ہے جس کے باعث وہ قیامت کے دن جہنم کے اندر فرعون، ہامان اور قارون کے معیت میں ہوگا ہم اللہ تعالیٰ سے ایمان کے چھن جانے سے اور ظاہر و باطن میں شیطان کی پیروی کرنے سے پناہ مانگتے ہیں۔

شیطان کی اولاد:۔ان کو بنی آدم علیہ السلام کے بہکانے پر مامور کیا ان سات کے نام یہ ہیں:

i)۔مدحش:۔اسکو علماء کے ورغلانے پر مقرر کیا گیا ہے چنانچہ وہ علماء کو مختلف خواہشات کی طرف لے جاتا ہے۔

ii)۔حدبث:۔دوسرے کا نام "حدبث" ہے جو نماز پر مقرر کیا گیا ہے نمازیوں کو ذکر الٰہی سے ہٹا کر ادھر ادھر لہو لعب میں لگا دیتا ہے اور انکو جماہی اور اونگھ میں مبتلا کر دیتا ہے پس اس طرح نمازیوں میں سے کوئی سو جاتا ہے اور جب کوئی کہتا ہے" سو گئے"۔تو وہ کہتا ہے" نہیں میں تو نہیں سویا" اس طرح وہ نماز میں بغیر وضو کے داخل ہوجاتا ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد خاتم النبیین ﷺ کی جان ہے کہ ان میں سے کوئی نمازی اس حال میں نکلتا ہے کہ اسکو آدھی نماز کا کیا بلکہ چوتھائی نماز کے دسویں حصّہ کا ثواب بھی نہیں ملتا بلکہ ایسی نماز کا گناہ ثواب سے بڑھ جاتا ہے۔

iii)۔زلبنون:۔شیطان کی تیسری اولاد کا نام زلبنون ہے یہ بازاروں میں مقرر ہے وہ لوگوں کو کم تولنے اور جھوٹ بولنے پر اکساتا ہے۔مال بیچتے وقت دوکانداروں کو مال کی جھوٹی تعریف پر ابھارتا ہے تا کہ اپنا مال فروخت کر کے روزی کمائے۔

iv)۔بتّر:۔شیطان کی چوتھی اولاد وہ لوگوں کو گریبان چاک کرنے، منہ نوچنے اور مصیبت کے وقت واویلا کرانے پر مقرر ہے(لوگ مصیبت پڑنے پر ہائے واویلا کرتے ہیں) تا کہ مصیبت کے اجر و ثواب کو(فریاد و فغان کروا کے) ضائع کرا دے۔

v)۔منشوط:۔پانچویں کا نام منشوط ہے یہ دروغ گوئی، چغل خوری، طعن و تشنیع کرنے پر مقرر ہے۔

vi)۔واسم:۔یہ شرم گاہوں پر مقرر ہیں چنانچہ یہ مرد اور عورت کی شرم گاہوں پر پھونک مارتا ہے تا کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ زنا میں مبتلا ہوں۔

vii)۔اعور:۔یہ چوری پر مامور ہیں۔یہ چور سے کہتا ہے "مال چوری کر کہ چوری تیرے فاقے دور کر دے گی۔تیرا قرض ادا ہوجائے گا اور تیری تن پوشی بھی ہوجائے گی۔ بعد میں توبہ کر لینا"۔لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی شیطان سے غافل نہ رہے اور اپنے کاموں میں اس سے بے خوف ہو کر نہ بیٹھ جائے۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ہے" وضو پر ایک شیطان مقرر ہے جسکا نام ولھان ہے تم اس سے اللہ کی پناہ مانگو۔"(سنن ابن ماجہ)

نماز کی صفوں میں مل کر کھڑے ہونے کی بھی آپ خاتم النبیین ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے تا کہ شیطان بکری کے بچے (حذف) کی طرح صفوں میں نہ گھس آئے"۔(حذف حجاز کی ان چھوٹی چھوٹی بکریوں کو کہتے ہیں جنکی نہ دم ہوتی ہے اور نہ کان۔ایسی بکریاں "یمن" کے مقام "جرش" میں پیدا ہوتی ہیں)۔(مسند احمد)

حضرت عثمانؓ بن عوف نے فرمایا کہ انہوں نے رسول خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا" میری نماز اور میری قرأت میں شیطان خلل ڈالتا ہے"۔حضور خاتم النبیین ﷺ

نے ارشاد فرمایا"اس کا نام" خنزب "ہے۔جب تم کو اس کا احساس ہو تو اللہ کی پناہ مانگو (اعوذ باللہ پڑھو) اور بائیں طرف کو تین بار تھتکارد'۔حضرت عثمانؓ نے عرض کیا'' کہ میں نے ایسا ہی کیا ہے اور اللہ نے اس کو مجھ سے دور کر دیا ہے''۔(صحیح مسلم)

ایک مشہور حدیث میں رسول خاتم النبیین ﷺ کا ارشاد اس طرح آیا ہے کہ "تم لوگ ایسی عورتوں کے گھروں میں داخل نہ ہو، جن کے شوہر گھروں پر نہ ہوں، اس لیے کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے اندر ایسے ہی دوڑتا ہے جیسے خون جسم میں دوڑتا ہے"۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا" یا رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ! کیا حضور خاتم النبیین ﷺ کے لیے بھی ہے؟"فرمایا" میں بھی اس کے بغیر نہیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں میری مدد فرمائی ہے "۔(جامع ترمذی)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:(سورہ الکھف، آیت نمبر 50)

"تو کیا تم شیطان اور اسکی ذریت کو میرے سوا دوست بناتے ہو حالانکہ وہ تم سب کا دشمن ہے اور ظالموں کے لیے کتنا بڑا بدلہ ہے"۔

ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو شیطان اور اسکی ذریت کی اطاعت اللہ کی عبادت کے بجائے اختیار کرتے ہیں بلاشبہ انہی کے ساتھ یہ بھی دوزخ میں رہیں گے بشرطیکہ انہوں نے توبہ نہ کی، نصیحت کو قبول نہ کیا۔اپنے نفس کی رہائی اور خلاصی کی کوشش نہ کی۔بُرے اعمال، بُرے رفقاء اور شیطانی لشکر کو نہ چھوڑا۔پس لازم ہے کہ اللہ کی طرف رجوع کرے اور اطاعت الٰہی کی پابندی کرے ان علماء اور اہل معرفت کی محبت اختیار کرے جو اللہ کے حکم کے موافق عمل کرنے والے اور اللہ کی طرف بلانے والے، اسکی رضا کی طرف راغب کرنے والے، اسکے فضل کے امیدوار اور اسکے قہر سے ڈرانے والے ہیں اور جنکو اللہ کی پکڑ کا خوف رہتا ہے، دنیا سے رغبت نہیں رکھتے، آخرت کے طالب رہتے ہیں، جو راتوں کو نماز میں کھڑے رہنے والے، دن کو روزہ رکھنے والے اور گزشتہ بیکار زندگی پر نوحہ کرنے والے، آئندہ کے لیے توبۃ النصوح کرنے والے، تمام گناہوں اور خطاؤں سے توبہ کرنے والے، خالق کائنات پر توکل کرنے والے، شب و روز کے اوقات میں عبادت کرنے والے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جو طوق و سلاسل دینوی مصائب اور جہنم کی آگ کے خوف سے محفوظ و مامون ہیں۔اس لیے کہ انہوں نے شیطان کی پیروی سے منہ موڑا اور ظاہر و باطن میں اللہ کے احکام کی پیروی کی پس جزا دینے والا انکے اعمال کے مطابق انکو جزا اور احسان فرمانے والا اللہ انکو ثواب عطا فرما دے گا۔

فَوَقٰىهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقّٰىهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُوْرًا ۝ وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا ۝ (سورۃ الدھر، آیت نمبر 12-11)

ترجمہ:''پس اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اس دن کے شر سے بچا لیا تازگی، اور سرور ان کے سامنے لایا اور صبر رکھنے کے عوض انکو جنت اور حریر کا لباس عطا فرمایا''۔

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَهَرٍ ۝ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝ (سورۃ القمر، آیت نمبر 55-54)

ترجمہ:"بلاشبہ پرہیزگار لوگ جنتوں اور نہروں میں۔۔۔۔اپنے قدرت والے بادشاہ کے پاس صدق کے مقام میں ہوں گے ''۔

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ۝ (سورۃ الرحمن، آیت نمبر 46)

ترجمہ:"اور جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے (خصوصیت کے ساتھ) اس کو دو جنتیں ملیں گی"۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ۝ (سورۃ الاعراف، آیت نمبر 201)

ترجمہ:"یقیناً جب کبھی شیطان پرہیزگاروں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے تو اس وقت وہ خدا کو یاد کرتے ہیں اور ان کو حق و باطل کا فرق فوراً معلوم ہو جاتا ہے''۔

****

عداوت شیطان

صاحب ایمان پر لازم ہے کہ وہ علماء اور صلحاء سے محبت رکھے ان کی صحبت اختیار کرے۔ضروری ہے کہ دینی معلومات حاصل کرتا رہے۔ان کی نصیحت کو وظیفہ عمل بنائے۔برے اعمال سے دور رہے اور شیطان کو دشمن سمجھے۔فرمان خالق کائنات ہے کہ

اَنّ الشّیطٰانَ لکُمْ عَدُوٌّ فَاتّخِذُوْهُ عَدُوّا　　"بے شک شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے لہٰذا اسے دشمن قرار دو"۔(سورۃ فاطر،آیت نمبر 6)

اللہ کی عبادت کر کے شیطان سے دشمنی کا اظہار ہوتا ہے اور نافرمانی سے شیطان سے بچ کر رہو-جب تم کوئی کام کرو تو شیطان کا خاص دھیان رکھو اس لیے کہ ریاکاری کے روپ میں حملہ آور ہوتا ہے اور برائیوں کو خوب صورت بنا کر پیش کرتا ہے۔اس لئے ہر حالت میں اللہ کی پناہ اور مدد کے طلب گار رہنا چاہیے۔حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ارشاد ہے کہ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے ایک خط کھینچا پھر فرمایا" یہ اللہ کی راہ ہے" پھر اُس کے دائیں بائیں کئی لکیریں کھینچی پھر فرمایا:" تمام راستے ایسے ہیں جن پر شیطان بیٹھا دعوت دے رہا ہے۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے آیت تلاوت فرمائی (سورۃ انعام،آیت نمبر 153)

وَاَنّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیمًا فَاتّبِعُوْهُ وَلَا تَتّبِعُوا السّبُلَ فَتَفَرّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ

ترجمہ:"اور یہ میرا سیدھا راستہ یہی ہے تم اسی پر چلنا دیگر راستوں پر نہ چلنا(یعنی ان میں تمیز کرنا)اگر تم نے دوسرے راستے اختیار کیئے تو اللہ کی راہ سے الگ ہو جاؤ گے "۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے شیطان کے متعدد راستوں سے متنبہ فرمایا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" بنی اسرائیل میں ایک راہب تھا۔شیطان نے ایک لڑکی کو بیمار کر کے اس کے ماں باپ کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ لڑکی کو اس راہب کے پاس علاج کے لئے لے جاؤ۔راہب نے لڑکی کو اپنے پاس رکھنے سے انکار کر دیا۔لیکن بعدازاں وہ لڑکی والوں کے بے حد اصرار پر لڑکی کو اپنے پاس رکھنے پر راضی ہو گیا۔جب راہب اس لڑکی کا علاج کر رہا تھا تو شیطان نے اسے مباشرت پر اُبھارا اور جب وہ مباشرت سے حاملہ ہو گئی تو شیطان نے اسے کہا" اسے قتل کر دو اور اس کے گھر والوں سے کہہ دو کہ علاج ہو رہا تھا لیکن اس کی موت آ پہنچی"۔جب لوگ آئے تو راہب نے کہا" لڑکی مر گئی ہے۔جب لوگوں نے راہب کو پکڑ لیا تا کہ قتل کر دیں تو شیطان نے کہا" تمہارے چھٹکارے کا صرف ایک راستہ ہے کہ تو مجھے دوبار سجدہ کرے"-جب راہب نے کر دیا تو شیطان نے کہا" میں تجھ سے بیزار ہوں" اللہ تعالیٰ نے فرمایا:(سورۃ الحشر،آیت نمبر 16)

کَمَثَلِ الشّیْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنسَانِ اکْفُرْ فَلَمّا کَفَرَ قَالَ اِنّی بَرِیْءٌ مّنکَ اِنّیْ اَخَافُ اللهَ رَبّ الْعٰلَمِیْنَ

ترجمہ: "شیطان کی طرح جس نے انسان سے کہا کفر کر جب اس نے کفر کیا تو شیطان نے کہا میں تجھ سے بری ہوں-میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا رب"۔

شیطان نے امام شافعیؒ سے پوچھا''اس کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے جس نے مجھے جیسا چاہا پیدا کیا اور جو چاہا مجھ سے کرایا۔اس کے بعد وہ مجھے چاہے جنت میں بھیج دے یا جہنم رسید کرے کیا ایسا کرنے والا عادل ہے یا ظالم"۔امام شافعیؒ نے تھوڑے دیر سوچنے کے بعد فرمایا"اے آدمی اگر اس نے تجھے اس طرح پیدا کیا ہے جیسا کہ تو چاہتا ہے تو اس نے تجھ پر ظلم کیا اور اگر اس نے تجھے اس طرح پیدا کیا جیسا کہ وہ چاہتا تھا تو یاد رکھ اس سے پرسش نہیں ہو گی جو وہ کرتا ہے"۔یہ سن کر شیطان شرم سے پانی پانی ہو گیا اور کہنے لگا کہ "یہ سوال کر کے میں ستر ہزار زاہدوں کو گمراہی کے گڑھے میں دھکیل چکا ہوں"۔

یاد رہے قلب انسان ایک قلعہ ہے شیطان انسان کا دشمن ہے۔وہ چاہتا ہے کہ قلعہ میں داخل ہو کر اس پر قبضہ کر لے۔قلعہ کی حفاظت کے لئے دروازوں کی حفاظت ضروری ہے۔جسے حفاظت کرنا نہ آتا ہو وہ کیسے حفاظت کرے گا؟ وساوس شیطانی سے دل کی حفاظت کرنا واجب ہے۔اس واجب پر عمل اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب تمام شیطانی گزرگاہوں سے واقفیت ہو،ان گزرگاہوں سے واقفیت بھی لازمی ٹھہری،یہ گزرگاہیں انسان ہی کی پیدا کردہ ہیں جیسے غصہ،شہوت-غصہ عقل پر غالب آ کر شیطانی لشکر کے حملہ کی راہ ہموار کرتا ہے۔جب انسان غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو شیطان اس سے اس طرح کھیلتا ہے جس طرح بچہ گیند سے کھیلتا ہے۔ایک اللہ کے بندے نے شیطان سے پوچھا" تو انسان پر کیسے قابو پاتا ہے" ؟ شیطان نے کہا" میں اس پر غصہ اور شہوت کے حالت میں قابو پاتا ہوں"۔شیطان کے متعدد راستوں میں سے حسد اور لالچ کے راستے بھی ہیں۔حرص اور لالچ انسان کو اندھا بنا دیتے ہیں۔حرص میں ہر بری چیز کا حسن اور خوشنما چہرہ بنا کر شیطان پیش کرتا ہے،شہوت غالب آتی ہے اور انسان ہر برائی کو قبول کرتا چلا جاتا ہے۔

کشتی نوح میں شیطان:- روایت ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام اپنی کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے ہر جنس کا جوڑا سوار کرا لیا تھا۔جب اپنے احباب کے ہمراہ سوار ہوئے تو ایک اجنبی بوڑھے کو دیکھ کر آپ نے پوچھا" تجھ کو کس نے کشتی میں سوار کیا"؟اس نے کہا" میں اس لئے آیا ہوں کہ آپ کے ساتھیوں کے دلوں تک رسائی کر

سکو۔ پھر ان کے دل میرے ساتھ اور جسم آپ کے ساتھ ہوں"۔ حضرت نوحؑ نے کہا "اے اللہ کے دشمن تو ملعون ہے یہاں سے نکل جا"۔ ابلیس نے کہا" پانچ باتیں ایسی ہیں جن کے ذریعے میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں"۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو بذریعہ وحی بتلا دیا کہ "اسے کہہ کہ تمہاری تین باتوں کے ضرورت نہیں باقی دو باتیں بتا دو"۔ شیطان بولا کہ " وہ دو ایسی ہیں کہ مجھے جھٹلانے میں میری مدد کرتی ہیں۔ وہ حرص اور حسد ہیں۔ حسد کی بدولت میں خود ملعون اور مردود قرار پایا۔ حرص نے حضرت آدمؑ کو جنت سے نکال باہر کیا، اب میں لوگوں کو حرص کے ذریعے شکار کرتا ہوں"۔

شہوت بھی شیطان کا ہتھیار ہے۔ خوب سیر ہو کر کھانا اگرچہ پاکیزہ رزق کیوں نہ ہو شہوتوں کو ابھارتا ہے۔

روایت ہے کہ حضرت یحیٰؑ نے شیطان کو بہت سے پھندے اٹھاتے ہوئے دیکھا، پوچھا "یہ کیا ہیں"؟ شیطان نے کہا" یہ شہوت کے پھندے ہیں جن کے ذریعے میں انسان کا شکار کرتا ہوں"۔ آپ نے پوچھا" کیا مجھ پر بھی تو نے کبھی کوئی پھندا ڈالا"؟ شیطان نے کہا کہ " جب آپ خوب سیر ہو کر کھا لیتے ہیں تو میں آپ کو نماز اور ذکر الٰہی سے سست کر دیتا ہوں" آپ نے پوچھا" کوئی اور"؟ شیطان نے کہا"بس اتنا ہی کافی ہے"۔ تب آپ نے قسم کھائی کہ آئندہ کبھی سیر ہو کر نہیں کھاؤں گا۔ شیطان نے جواباً قسم کھائی کہ " آئندہ کسی اہل ایمان کو نصیحت نہ کروں گا"۔

شیطان کا ایک اور راستہ دنیا کے مال و متاع پر وفریفتگی ہے۔ جب انسان کو ان کی طرف مائل دیکھتا ہے تو انہیں اور زیادہ حسین انداز میں پیش کرتا ہے۔ انسان مکان کے تعمیر اور اس کے در و بام کی آسائش پر اُکا رہتا ہے۔ اسے خوبصورت لباس، بہترین سواریوں اور طویل عمر امیدوں کے فریب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب کوئی یہ راہ اختیار کر لیتا ہے تو اس راہ سے واپسی مشکل ہو جاتی ہے۔ اور پھر انسان کی عمر بھی کتنی ہے ان ہی دلفریبیوں میں الجھا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس شیطانی راہ پر چلتے ہوئے اس کا آخیری وقت آ جاتا ہے اور وہ خالی ہاتھ اس ناپائیدار دنیا کو خیر آباد کہتا ہوا روانہ ہو جاتا ہے۔

طمع اور لمبی امیدیں رکھنا شیطان کا ایک اور راستہ ہے۔ حضرت صفوانؓ بن سلیم کہتے ہیں کہ " شیطان حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کے سامنے آیا اور کہنے لگا" میں تمہیں ایک بات بتاتا ہوں"۔ آپ نے فرمایا" مجھے تیری نصیحت کی ضرورت نہیں"۔ شیطان نے کہا" سنو تو سہی اگر اچھی ہو تو قبول کرنا ورنہ رد کر دینا۔ جب تم غصہ میں غضبناک ہو جاؤ تو اپنے آپ کا دھیان رکھو کیونکہ جب کوئی غضبناک ہوتا ہے تو پھر میں اس پر غالب آ جاتا ہوں۔ دوسرا یہ کہ جو کچھ مانگنا ہے اللہ سے مانگو"۔

شیطان کا ایک اور راستہ جلد بازی ہے۔ یہ جلد بازی ثابت قدمی چھوڑ دینے سے ہوتی ہے۔ نبی کریم خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" بردباری اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور جلد بازی شیطانی فعل ہے"۔ (مشکوۃ المصابیح)

ہر وہ چیز جو انسان کی ضروریات سے زائد اس کے پاس جمع ہو وہ شیطانی اماجگاہ بن جاتی ہے۔

حضرت ثابت بنانیؒ کا قول ہے ''جب ختم المرسلین ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی تو شیطان نے اپنے تمام شاگردوں کو جمع کیا اور کہا کہ " آج کوئی غیر معمولی واقعہ ہوا ہے جاؤ جا کر معلوم کرو آسمانی راستے ہمارے لیے کیوں بند کر دیئے گئے ہیں"؟ تمام چیلے ہر طرف پھیل گئے۔ ابلیس خود بھی یہ راز معلوم کرنے کے لئے نکلا آخر کار اس نے معلوم کر لیا کہ " آپ خاتم النبیین ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا ہے"۔ اب ابلیس نے اپنے تمام لشکر صحابہ کرامؓ کے پیچھے لگا دیئے لیکن بہت عرصے تک صحابہ کرامؓ پر کام کرنے کے بعد شیطان کا یہ لشکر اپنے سر پر خاک ڈالتا ہوا ابلیس کے پاس ناکام و نامراد واپس آ گیا۔ ابلیس نے پوچھا" کیا ہوا"؟ انہوں نے کہا کہ "یہ لوگ (صحابہ کرامؓ) ہمارے قابو میں آنے والے لوگ ہی نہیں ہیں۔ ان پر ہمارے کسی ہتھکنڈے کا اثر ہی نہیں ہوتا"۔ ابلیس نے کہا کہ " واپس جاؤ تم کام کرتے رہو عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کریں گے"۔ اس کے بعد ابلیس کا یہ لشکر تابعین اور تبعہ تابعین کے زمانے میں اسی طرح اپنے سروں پر خاک ڈالتا ہوا حاضر ہوا۔ ابلیس نے پوچھا" کیا ہوا"؟۔ انہوں نے بتایا کہ "ان لوگوں پر ہمارا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ہم بہت محبت اور کوشش سے کچھ لوگوں کی عبادت میں کاہلی، سستی ڈالنے میں یا کوئی چھوٹی موٹی غفلت کروانے میں اگر کامیاب ہو بھی جاتے ہیں تو رات کے وقت یہ لوگ اتنا روتے اور اتنی توبہ کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا ثواب دگنا کر دیتا ہے اور ان کو معاف کر دیا جاتا ہے۔ ان کے نامہ اعمال سے ان کی کاہلی، سستی اور غفلت ختم کر دی جاتی ہے"۔ ابلیس نے کہا'' تم کام کرتے رہو عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو تمہاری آنکھوں کو ٹھنڈا کریں گے جو گناہ کو گناہ نہیں سمجھیں گے اور جب گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھا جائے گا تو توبہ کون کرے گا؟ اس وقت تمہاری دال خوب گلے گی''۔ سو اب وہ وقت آ گیا ہے کہ کسی بھی گناہ کو چاہے وہ بے پردگی ہو، ناچ گانا، جھوٹ، فحاشی، غیبت، عیب جوئی، طنز، طعنہ زنی غرض کسی بات کو گناہ ہی نہیں جانا جاتا تو پھر توبہ کیسی؟ اب شیطان بہت کامیاب ہو گیا ہے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت یحیٰؑ ایک پتھر سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے شیطان کا وہاں سے گزر ہوا۔اس نے کہا"اے یحیٰؑ تو نے دنیا کو کیوں مرغوب نہ جانا"؟

''حضرت یحیٰؑ نے اسے پکڑ کر اس کی گدی میں ایک مکا رسید کیا اور فرمایا" یہ لے جا یہ تیرے لیے دنیا ہے''۔

شیطانی راستوں میں سے ایک راستہ فقر و فاقہ اور پھر بخل ہے۔ کیونکہ یہ چیزیں اللہ کی راہ میں صدقہ اور خیرات کرنے سے روکتی ہیں۔ انسان کو ذخیرہ اندوزی، خزانے بھرنے اور پھر عذاب الیم کی طرف لے جاتی ہیں۔بخل کی بدولت بخیل بازاروں کا چکر لگا تا رہتا ہے تا کہ مزید مال و دولت جمع کرتا رہے۔وہاں شیطان اس کی گھات میں رہتا ہے۔شیطان کا ایک راستہ انسان کو مذہب سے اکتاہٹ اور پھر نفرت،خواہشات کی پیروی،مخالفین سے بغض اور حسد اور انہیں حقارت سے دیکھنا ہے۔ یہ چیزیں عابد اور فاسق دونوں کو ہلاک کر دیتی ہیں۔

حضرت حسنؓ کا ارشاد ہے کہ شیطان نے کہا''میں نے افراد امت محمدیہ خاتم النبیین ﷺ کو بھول بھلیوں میں بھٹکایا مگر انہوں نے استغفار سے مجھے شکست دی۔ بعدازاں میں نے انہیں ایسے گناہوں میں پھنسایا ہے کہ وہ اب استغفار نہیں کریں گے۔ وہ ان گناہوں کو گناہ نہیں سمجھیں گے اور جب گناہ کو گناہ نہیں سمجھا جائے گا تو استغفار کیسا؟ یعنی میں نے انہیں ایسی خواہشات میں پھنسا دیا ہے جن کو وہ گناہ نہیں سمجھتے''۔

شیطان کی یہ بات حقیقت پر مبنی ہے۔خواہشات ہی ہر گناہ کی طرف راغب کرتی ہیں۔لہٰذا ان سے نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا رہے۔شیطان نے ایک راستہ مسلمانوں میں بدگمانی پھیلانے کا بنا رکھا ہے۔لہٰذا اس بدبخت سے اور دیگر بدبختوں سے بچنے کا واحد طریقہ بدگمانیوں سے بچنا ہے۔اگر ہم کسی کو دیکھیں کہ عیب جوئی کرتا ہے اور بدگمانی پھیلاتا ہے تو ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ یہ خود بھی بدباطن ہے۔اس سے باخبر رہ کر دوسروں کو اس سے بچانا چاہیے۔لہٰذا ہر مسلمان کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایسے شخص کی باتوں پر توجہ دینے کی بجائے اس کو روکے اور اس شیطانی راستہ کو بند کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اپنے دل کو محفوظ قلعہ بنائے۔

ابن اسحاقؒ سے روایت ہے کہ جب قریش مکہ نے صحابہؓ کو ہجرت کرتے اور دیگر قبائل کو مسلمان ہوتے دیکھا تو انہیں خیال آیا کہ " کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ بھی ہجرت کر جائیں۔اور پھر اجتماعی طاقت پیدا کر کے ہمیں شکست دے دیں"۔لہٰذا ان کا خیال رکھا جائے(یہ نکلنے نہ پائیں) قصیٰ بن کلاب کا مکان دارالندوہ کہلاتا تھا۔اس جگہ پر اہم امور کے فیصلے ہوتے تھے۔یہاں چالیس سال سے کم عمر کا آدمی داخل نہیں ہوسکتا تھا۔یہ صرف اہل قریش کے بزرگ لوگوں کی اجتماع گاہ تھی۔ یہاں ہفتہ کے دن قریش اکٹھے ہوتے تھے۔اس لئے انہوں نے ہفتہ کے دن کو مکروفریب کا دن قرار دیا۔ایک ہفتے کو یہ لوگ اکٹھے ہوئے تو دیکھا کہ دروازے پر ایک باوقار بوڑھا آدمی کمبل اوڑھے ریشمی ٹوپی پہنے کھڑا ہے کہنے لگا''میں نجد سے آیا ہوں، جو مشورہ تم کر رہے ہو میں نے سنا ہے میں اب اس لیے آیا ہوں کہ تمہارا فیصلہ سن سکوں شاید میں تمہیں کوئی بہتر مشورہ دے سکوں''۔قریش کی اجازت پر وہ اندر چلا گیا۔ابوالبختری جو بدر میں واصل جہنم ہوا۔اس نے مشورہ دیا ''محمد خاتم النبیین ﷺ کو لوہے کی زنجیروں میں جکڑ ڈالو۔دروازے بند کر کے انتظار کرو۔اس جیسے شاعروں کا جو حشر ہوا وہ اس کا بھی ہو جائے گا''۔اس بوڑھے نے کہا" یہ کوئی اچھی رائے نہیں ہے اگر تم ایسا کرو گے تو وہ کسی نہ کسی طرح نکل کر اپنے صحابہ کے پاس پہنچ جائے گا پھر خطرہ ہے کہ وہ تعداد بڑھ جائے گی اور تم پر حملہ آور ہو گی تمہاری چیزیں چھین لیں گے اور کوئی مشورہ کرو''ربیعہ بن عمرو العامری نے رائے دی''محمد خاتم النبیین ﷺ کو جلاوطن کر دو وہ جہاں چاہیں چلے جائیں ہمیں پرواہ نہیں بس ہمارے ہاں نہ رہیں''بوڑھے شخص نے کہا" تم نے اس کی باتیں سنیں ہیں۔تم اسے جلاوطن کر کے مطمئن ہو جاؤ گے۔لیکن اس نے لوگوں کے دل جیت لئے ہیں۔کسی بھی قبیلے کو اپنے ساتھ ملا کر تمہاری سلطنت چھین لے گا۔پھر تمہارے بارے میں جو چاہے گا کرے گا یہ مشورہ اچھا نہیں ہے کوئی اور ترکیب کرو"۔ابوجہل نے کہا''میں تمہیں رائے دیتا ہوں۔میں نہیں سمجھتا کہ تم ایسا کرو گے، میری رائے یہ ہے کہ ہر قبیلے سے ایک مضبوط اور صاحب حسب نسب نوجوان کو حاصل کرو۔ ہر نوجوان کو ایک تیز تلوار دو۔اس کے بعد سب ایک ہی وار کر کے ایکدم خاتمہ کر دیں اور قتل کر کے ان سے نجات حاصل کر لیں۔اس طرح ان کا خون بہا بھی تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے گا۔اس طرح بنوعبد مناف (ہاشمی) تمام عرب سے جنگ مول نہ لے سکیں گے اور ہم دیت دے دیں گے''۔بوڑھے نے کہا" اس سے بہتر کوئی مشورہ نہیں ہے''سب قتل کا عہد کر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔یہ بوڑھا شخص ابلیس تھا۔ اس موقع پر سورہ الانفال،آیت نمبر 30 نازل ہوئی - وَاِذۡ یَمۡكُرُ بِكَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا لِيُثۡبِتُوۡكَ اَوۡ يَقۡتُلُوۡكَ

ترجمہ:"اور جب کافر آپ (خاتم النبیین ﷺ) کے بارے میں تدبیر کر رہے تھے کہ آپ (خاتم النبیین ﷺ) کو قید کریں یا قتل کریں"۔

اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی" آج رات آپ اپنے بستر پر استراحت نہیں فرمائیں گے"۔اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کو سب کچھ بتایا۔اور سردار انبیاء خاتم النبیین ﷺ کو اللہ نے ہجرت کا حکم دیا۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت علیؓ کو تمام باتیں بتائیں اور لوگوں کی امانتیں ان کے سپرد کیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ آپ خاتم النبیین ﷺ کے بستر پر چادر اوڑھ

کر لیٹ گئے جو آپ خاتم النبیین ﷺ جمعہ یا دو عیدین کے موقعہ پر اوڑھا کرتے تھے۔ اس طرح آپؓ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کی حفاظت کی ذمہ داری سنبھال لی۔ اس سلسلے میں حضرت علیؓ سے چند اشعار مروی ہیں۔

ترجمہ: "میں نے اپنی جان سے اس کی حفاظت کی جو زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل ہے۔ جو ہر طواف کرنے والے اور حجر اسود کو چومنے والے سے بہترین ہے۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ کو قریش مکہ کے فریب کا پتہ چلا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب سے ان کو فوراً بچا لیا۔ رسول پاک خاتم النبیین ﷺ نے غار ثور میں اللہ تعالیٰ کے حفاظت میں رات انتہائی سکون سے گزاری میں قریش کے روبرو سویا ہوا تھا۔ اس طرح کہ میں خود کو قتل وقید کے لئے پوری طرح آمادہ کئے ہوئے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے قریش کے نو جوانوں کو اندھا کر دیا اور رسول پاک خاتم النبیین ﷺ ان پر مٹی چھینک کر یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے باہر نکل آئے:

فَاَغْشَیْنٰھُمْ فَھُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ　　ترجمہ: "جس سے ہم نے ان کو ڈھانک دیا سو وہ نہیں دیکھتے"۔ (سورۃ یٰس، آیت نمبر 9)

پھر جہاں چاہا آپ خاتم النبیین ﷺ وہاں چلے گئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ کے جانے کے بعد ان لوگوں کے پاس ایک اور شخص آیا اس نے انہیں بتایا کہ "تم یہاں کیا کر رہے ہو وہ تو تمہارے سروں پر مٹی ڈال کر نکل گئے ہیں"۔ یہ ابلیس تھا۔ یہ سن کر ہر آدمی نے اپنے سر پر ہاتھ مارا۔ اس پر مٹی تھی۔ مکان کے اندر جھانک کر دیکھا وہاں کوئی لیٹا ہوا تھا۔ جب چادر اٹھائی تو وہ حضرت علیؓ تھے۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا اس شخص نے ٹھیک ہی کہا تھا۔

حضرت ابن عباسؓ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو ہجرت کی اجازت فرمائی اور جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ خاتم النبیین ﷺ سے کہا کہ " آپ ابو بکر صدیقؓ کو اپنا ہجرت کا ساتھی منتخب فرمائیں"۔ حاکمؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کا فرمان ہے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا ''میرا ہجرت کا ساتھی کون "؟ انہوں نے کہا ''ابو بکر صدیقؓ ''۔ اور حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا "تم میرے بعد یہیں رہنا اور لوگوں کی امانتیں واپس کر کے آنا"۔ ''ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں ''ہم ہجرت کے دن گھر پر دوپہر کے وقت بیٹھے ہوئے تھے اور خوب گرمی تھی''۔

طبرانی نے حضرت اسماءؓ بنت صدیق اکبرؓ کے نام سے روایت کی ہے کہ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ مکہ مکرمہ میں ہمارے گھر دن میں دوبار صبح شام تشریف لاتے تھے۔ ہجرت کے دن خلاف معمول دوپہر کو آپ خاتم النبیین ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ میں نے کہا ''ابا جان رسول پاک خاتم النبیین ﷺ سر ڈھکے ہوئے اِس وقت تشریف لا رہے ہیں"۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا" آپ خاتم النبیین ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپ خاتم النبیین ﷺ کسی خاص وجہ سے تشریف لا رہے ہیں"۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اندر تشریف لائے تو ابو بکرؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کے لئے چارپائی خالی کر دی۔ اس پر آپ خاتم النبیین ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا کہ " گھر میں اگر کوئی غیر ہے تو اسے باہر بھیج دو"۔ سیدنا ابو بکرؓ نے فرمایا ''حضور خاتم النبیین ﷺ گھر میں صرف میری بیٹیاں ہیں'' آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا ''اللہ نے مجھے ہجرت کا حکم دیا ہے تم میرے ساتھ رہو گے'' سیدنا صدیق اکبرؓ نے آپ خاتم النبیین ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ "یہ میرے پاس دو سواریاں ہیں ایک سواری آپ پسند فرما لیجئے"۔ آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" میں قیمتاً لوں گا۔ اس میں حکمت یہ تھی کہ ہجرت میں مال کی قربانی بھی جان کی قربانی کے ساتھ ہو"۔

سیدنا عائشہؓ صدیقہؓ کا فرمان ہے "ہم نے جلدی جلدی سامان سفر درست کیا حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اور اپنے والد صدیق اکبرؓ کے لئے بہترین سامان سفر باندھ کر اسے ایک تھیلے میں ڈال دیا"۔ سیدہ اسما بنت ابو بکرؓ کا کہنا ہے "میرے والد پانچ ہزار درہم ہمراہ لے کر نکلے تھے جب قریش انہیں نہ پا سکے تو کھوج لگانے والوں کو پتہ چلانے کے لئے بھیجا مگر ناکام رہے۔ اس پر پتہ بتانے والے کے لئے سو اونٹ انعام رکھا"۔ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اور صدیق اکبرؓ نے غار ثور میں تین راتیں گزاریں۔ اس غار میں ثور بن عبد مناف ٹھہرا تھا۔ اس وجہ سے اسے غار ثور کہتے ہیں۔ روایت ہے کہ جونہی حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اور صدیق اکبرؓ غار ثور میں داخل ہوئے اللہ تعالیٰ نے غار کے دہانے پر کیکر کا درخت پیدا کر دیا۔ جس نے غار کے منہ کو ڈھانپ لیا۔ مکڑی نے جالا تان دیا اور باہر کبوتروں نے گھونسلہ بنا کر انڈے دے دیئے۔ یہ سب کچھ حضور پاک خاتم النبیین ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو دشمنوں سے بچانے کے لئے کیا گیا۔ ان کبوتروں کو اللہ تعالیٰ نے یہ اجر عطا کیا کہ آج حرم کعبہ میں ان ہی کی نسل ہے اور کوئی بھی ان کا شکار نہیں کر سکتا۔ قریشی نو جوان ڈنڈے لاٹھیاں اور تلواریں سنبھالے آپ خاتم النبیین ﷺ کی تلاش کو نکل گئے۔ چند ایک غار تک پہنچ گئے۔ انہوں نے درخت کی پھیلی ہوئی شاخیں مکڑی کے جالے اور کبوتروں کے انڈوں کو دیکھا اور کہنے لگے "اگر کوئی اس غار میں داخل ہوتا تو کبوتروں کا یہ گھونسلہ ٹوٹ جاتا اور کبوتر اڑ جاتے"۔ امیہ بن خلف نے کہا "یہ جال تو محمد خاتم النبیین ﷺ کی پیدائش سے پہلے کا ہے"۔ اس معجزہ سے اللہ تعالیٰ نے قوم قریش کو کس طرح شکست دی یہ آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔

بخاری اور مسلم میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ " جب ہم غار میں تھے میں نے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سے عرض کیا" اگر یہ اپنے قدموں کی طرف دیکھیں تو یقیناً یہ ہمیں دیکھ لیں گے "۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" ابوبکر ان دو کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ ہے"۔ بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے" جب ابوبکرؓ نے یہ خدشہ ظاہر کیا تو آپ خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا" اگر یہ ادھر سے داخل ہوں گے تو ہم ادھر سے نکل جائیں گے"۔ صدیق اکبرؓ نے جب غار کی دوسرے جانب نگاہ کی تو دیکھا کہ قریب سمندر بہہ رہا ہے اور کنارے پر کشتی بندھی ہوئی ہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ جب حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے ہمراہ صدیق اکبرؓ چل رہے تھے تو کبھی آپ خاتم النبیین ﷺ کے آگے ہوتے کبھی آپ خاتم النبیین ﷺ کے پیچھے۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے اس کی وجہ پوچھی تو آپ نے بتایا کہ " مجھے گھات میں بیٹھے دشمن کا خیال آتا ہے کہ میں آگے ہو جاتا ہوں کہ اگر کوئی وار کرے تو مجھ پر ہو۔جب پیچھے سے خطرہ محسوس کرتا ہوں تو پیچھے ہو جاتا ہوں"۔جب غار کے قریب پہنچے تو سیدنا صدیق اکبرؓ نے عرض کیا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پہلے میں غار میں داخل ہوں گا تاکہ غار کو صاف کر دوں"۔اندر پہنچ کر غار کو صاف کیا۔کہیں سوراخ نظر آیا کپڑا پھاڑ کر اسے بند کر دیا یہاں تک کہ سارا کپڑا ختم ہو گیا۔حضور پاک خاتم النبیین ﷺ غار میں داخل ہوئے۔صدیق اکبر کی گود میں سر رکھا اور سو گئے۔آپؓ نے اپنی ایڑھی ایک سوراخ کے منہ پر رکھ کر اسے بند کر رکھا تھا اس سوراخ سے سانپ نے آپؓ کو ڈس لیا آپؓ کے آنسو بہہ نکلے۔آپ خاتم النبیین ﷺ کے چہرے پر پڑے آپ خاتم النبیین ﷺ نے پوچھا" ابوبکرؓ کیا بات ہے"؟ عرض کیا" یارسول اللہ خاتم النبیین ﷺ سانپ نے ڈس لیا ہے"۔آپ خاتم النبیین ﷺ نے لعاب دہن لگایا اور زہر کا اثر زائل کر دیا۔ مکہ مکرمہ سے حضور پاک خاتم النبیین ﷺ جمعرات کو روانہ ہوئے اور پیر کے دن باہر آئے۔آپ خاتم النبیین ﷺ تین رات غار میں رہے۔یہ ربیع الاوّل کی یکم تھی 12 ربیع الاول بروز جمعہ آپ خاتم النبیین ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے۔

موت کے وقت شیطان کا حملہ:- زکریا نامی ایک زاہد بیمار ہو گیا۔اس پر سکر کا عالم طاری تھا۔اس کے دوست نے اسے کلمہ طیبہ پڑھنے کو کہا۔اس نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔دوست نے اس طرف جا کر تلقین کی اس نے ادھر سے ادھر منہ پھیر لیا۔جب دوست نے تیسری مرتبہ کلمہ کے لئے کہا تو اس نے کہا" میں نہیں کہتا یہ الفاظ سن کر دوست بے ہوش ہو گیا"۔اسے ہوش آیا تو زاہد آنکھیں کھول چکا تھا۔دوست نے سب واقعہ کہہ سنایا کہ "تم نے یہ کیا کہا"؟ زاہد نے کہا" شیطان میرے پاس پانی کا پیالہ لا کر کہنے لگا تجھے پانی کی ضرورت ہے"-میں نے کہاں "ہاں" شیطان نے کہا" کہو عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے بیٹے ہیں۔میں نے منہ پھیر لیا۔پھر وہ دوسرے طرف گیا اور یہی الفاظ دہرائے میں نے منہ پھیر لیا۔تیسری مرتبہ اس نے کہا کہو میں نے کہا نہیں کہتا۔اس پر وہ پانی کا پیالہ زمین پر پھینک کر بھاگ گیا۔میں نے تو یہ الفاظ شیطان کو کہے تھے"۔پھر وہ کلمہ شہادت کا ذکر کرنے لگا۔(یعنی کلمہ شہادت پڑھنے لگا)

عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے کہ " کسی نے اللہ سے دعا کی کہ مجھے شیطان کا طریق کار دکھا دے کہ وہ کس طرح وسوسے دل میں ڈالتا ہے"۔اس نے خواب میں ایک ایسا آدمی دیکھا جس کا اندر اور باہر شیشے کی طرح صاف تھا۔شیطان کو دیکھا کہ " اس کے بائیں کندھے پر بیٹھا اس نے باریک ناک کو اس کے دل میں داخل کیا اور وسوسے ڈالنے لگا۔جب وہ ذکر اللہ کرتا تو وہ پیچھے ہٹ جاتا"۔

اے خالق ارض و سما بواسطہ ختم المرسلین خاتم النبیین ﷺ ہمیں شیطان مردود کے تسلط سے بچا۔حاسد زبان سے نجات عطا فرما اور اپنے ذکر و شکر کی توفیق عنایت فرما۔(آمین)

شیاطین جنات

مخلوق کی تین قسمیں بتائی ہیں:

1) انسان 2) فرشتے 3) جنات

(1) انسان : اشرف المخلوقات ہے۔تخلیق مٹی سے ہوئی ہے۔

(2) فرشتے: یہ نورانی مخلوق ہیں۔اور اپنے مخصوص اوصاف اور کمالات کے ساتھ ان کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار انتظامی اختیارات عطا فرمائے ہیں۔

(3) جنات: جنات آگ سے پیدا کی گئی مخلوق ہے۔

انسانوں کے اندر جو خبیث لوگ ہوتے ہیں اور جنات کے اندر جو خبیث جنات ہوتے ہیں وہ شیطان کہلاتے ہیں۔یہ الگ سے کوئی مخلوق نہیں ہے۔یہ بد ہی بد ہیں اور یہ ہر قسم کی خیر سے دور ہیں۔

قران پاک سورۃ کہف، آیت نمبر 50 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ''مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا وہ جنوں میں سے تھا۔تو اس نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی''۔

جنات کی اس قسم کے اندر تکبر، غصہ، بغض، کینہ، غرور اور اپنے آپ کو سمجھنے کا بے جا فخر ہوتا ہے۔سرکشی اور شرارت ان کا شیوہ ہوتا ہے۔اس لئے ہر شریر اور سرکش جن، انسان اور حیوان کو شیطان کہتے ہیں یہ انسان کے دل میں وسوسے ڈال کر انسانوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔

شیطان میں اس سے زیادہ سرکش کو ''مادر'' اور حد سے زیادہ سرکش کو ''عفریت'' کہا جاتا ہے۔ان تمام تر خصوصیات کے حامل صرف شیطان ہی نہیں انسان بھی ہوتے ہیں۔اس لئے قرآن پاک نے یہ بات صراحت کے ساتھ واضح کر دی ہے کہ شیاطین جنات میں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں میں سے بھی۔

چنانچہ سورۃ انعام، آیت نمبر 112 میں فرمان الٰہی ہے:

ترجمہ: ''(ہم نے) شیطان سیرت انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کا دشمن بنا دیا ہے اور وہ دھوکا دینے کے لئے ایک دوسرے کے دل میں (ملمع کی ہوئی) خوش آئندہ چکنی چپڑی باتیں ڈالتے رہتے ہیں''۔

قرآن پاک میں جنوں کی زبانی اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ وہ اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی۔سورۃ جن، آیت نمبر 11 میں ہے:

ترجمہ: ''اور یہ کہ ہم میں کچھ نیک ہیں اور کچھ اور طرح کے''۔

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی جانب سے جو حکم ہوتا ہے ایک آسمان کے فرشتے دوسرے آسمان کے فرشتوں کو وہ حکم بتا دیتے ہیں۔(بالآخر آسمان دنیا تک یہ خبر پہنچ جاتی ہیں) اس وقت شیطان اس خبر کو خفیہ طور پر سن کر بھاگتے ہیں۔اور اپنے دوست کاہنوں سے جا کر کہہ دیتے ہیں اور اس میں 100 فیصد جھوٹ اور ملا دیتے ہیں۔'' (بخاری 4/135)

جنات خاص طور پر سرکش جنات انسانوں کو بہت ستاتے ہیں۔یہ انسانوں کے بری طرح پیچھے پڑ جاتے ہیں۔اور جن کے پیچھے پڑ جائیں ان کا جینا دشوار کر دیتے ہیں۔کچھ جنات تو انسانوں کی نسلیں تک تباہ کر دیتے ہیں کیونکہ جنات کی عمریں زیادہ ہوتی ہیں۔جب ایک نسل ختم ہو جاتی ہے تو یہ دوسری نسل کو ستانا شروع کر دیتے ہیں۔یہ ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ بن جاتا ہے۔

اب یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ جنات شیاطین کا کام انسانوں کو ستانا ہے۔یہ کس کس طرح سے ستاتے ہیں اور کس طرح سے وسوسے ڈالتے ہیں اس سلسلے میں عبقری کے مضمون ''جنات کا پیدائشی دوست'' لاہوتی صاحب کی زبانی سنیئے۔وہ بتاتے ہیں کہ: ''جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ رمضان کے بعد شادیوں کا سلسلہ انسانوں اور جنات میں چلتا ہے۔جنات کی اکثریت شادیوں میں اپنے اخراجات کم سے کم رکھتے ہیں۔جنات مسلمان ہوں یا غیر مسلم شروع ہی سے ان کی ریت شادیوں میں خرچہ کم کرنے کی ہے۔یہ سنت کے مطابق سادگی کو پسند کرتے ہیں۔میں ایک دفعہ ان کی شادی میں گیا تو ان سے پوچھا" آپ شادیوں پر بہت زیادہ اخراجات کا اہتمام نہیں کرتے کیوں"؟ یہ جن لکڑی کا کام کرتے تھے۔اور ساتھ ہی تعمیر کا کام بھی کرتے تھے۔وہ کہنے لگے'' دراصل ہمارے ہاں ایک بات شروع سے چلی آرہی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے کہ جو خرچہ شادی میں غیر شرعی ہوگا اور جس شادی میں میوزک، گانا بجانا، ناچنا ہوگا، پھولوں اور سجاوٹ پر بے جا خرچ کیا جائے گا۔ایسی شادیاں اکثر کامیاب

نہیں ہوتیں''۔ یہ گفتگو میں نے ان کی سنی تو مجھے احساس ہوا کہ وہ بہت سمجھ دار ہیں۔اوران لوگوں کے دل میں بہت زیادہ یہ احساس ہے کہ بڑوں کی ریت روایت کا خیال رکھنا چاہیے۔ہر کام سنت کے مطابق کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔خاص طور پر انہوں نے مرد اور عورت اکھٹے ہوکر جو ناچ گانا کرتے ہیں اس سے نفرت کا اظہار کیا۔اس لئے جنات کی زیادہ تر شادیاں سادگی سے ہوتی ہیں۔پھر وہ کہنے لگا'' انسان بہت کم ہیں جو سادگی اختیار کرتے ہیں۔اور سادگی کی طرف مائل ہوتے ہیں۔انسانوں کے ہاں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جن کے مزاج میں تصنع ہے، بناوٹ ہے اور جو زمانے کو دکھانے کے لئے شادیوں پر بہت زیادہ خرچہ کرتے ہیں''۔ مجھے احساس ہورہا تھا کہ جو کچھ یہ جن کہہ رہا ہے بالکل سچ اور حقیقت بتا رہا ہے۔

پھر لاہوتی صاحب نے بتایا'' پچھلے ہفتے ٹھٹھہ جیل کے داروغہ کی طرف سے دعوت موصول ہوئی کہ میرے بیٹے کی شادی ہے آپ اس میں ضرور تشریف لائیں۔میں نے ان کی دعوت قبول کرلی۔اس کی اصل وجہ یہ تھی کہ میں بہت عرصے سے ٹھٹھہ جیل نہیں جاسکا تھا۔میرے دل میں یہ بات آئی کہ وہاں پر کچھ قیدیوں سے ملاقات بھی کرلوں گا۔اور قیدیوں سے ان کے حالات بھی پوچھوں گا کہ وہ کس گناہ میں اور کس جرم کی پاداش میں قید ہوئے؟ اس سے یہ ہوگا کہ میں اپنے قارئین کو یہ بتا سکوں گا کہ جنات کہاں اور کیسے کیسے ہمارا نقصان کرتے ہیں''؟

ایک سواری آئی جو بہت بڑی چیل کی شکل کی تھی وہ آکر میرے گھر کی چھت پر بیٹھ گئی۔میں جب جنات کی دعوت پر ان کی شادیوں میں یا ان کے بلانے پر ان کے پاس جاتا ہوں تو خوشبو بہت زیادہ استعمال کرتا ہوں۔کیونکہ خوشبو نبی کریم خاتم النبیین ﷺ کو پسند تھی۔یہ فرشتوں کی غذا ہے اور وہاں پر نیک صالح جنات کی بھی غذا ہے۔میں نے خوشبو لگائی اور جنات کی سواری میں جا بیٹھا۔سواری پر ان کے دو خادم موجود تھے سواری کی اگلی نشست پر میں بیٹھا اور پچھلی نشست پر ان کے دو خادم بیٹھے جو حفاظت کے لئے ہوتے ہیں۔کیونکہ جب سواری بہت اونچی فضاؤں میں اڑتی ہے اور دائیں بائیں چونکہ ہوا میں جنات بہت زیادہ ہوتے ہیں۔(ان کے حملوں سے بچنے کے لئے) سواری پر دو طاقت ور جنات حفاظت کے لئے ہوتے ہیں تاکہ کوئی دیو، جن وغیرہ نقصان نہ پہنچا سکے۔میں خود بھی مسنون دعائیں پڑھتا ہوں اور حفاظت والے اعمال کرلیتا ہوں۔سال ہا سال سے یہ رابطہ ہے اور سال ہا سال سے یہ سلسلہ ہے۔آج تک سواری کے دوران کوئی کسی قسم کا نقصان یا حملہ نہیں ہوا۔

تھوڑی ہی دیر میں ہم ٹھٹھہ کے ویرانے میں، بیابان اور دور پرے تک پھیلے ہوئے قبرستان میں چلے گئے۔اور وہاں جاکر ہم اترے۔وہاں بہت بڑا مجمع تھا۔جو استقبال کے لئے آیا ہوا تھا اور دروغہ جیل خود آئے ہوئے تھے۔انہوں نے مجھے ایک کمرے میں آرام کے لئے بٹھایا میں نے کچھ دیر آرام کیا۔

صبح ناشتہ کے بعد تقریب کا آغاز ہوا۔تقریب یہ تھی کہ بہت سے جنات جمع تھے اور سب سورۃ یٰسٓ اور سورۃ رحمٰن پڑھ رہے تھے۔یاد رہے کہ میں جب بھی جنات کی شادی میں شامل ہوا ہوں تو وہ سورۃ یٰسٓ اور سورۃ رحمٰن بہت زیادہ پڑھتے ہیں۔میں نے ایک دفعہ یہ دو سورتیں زیادہ پڑھنے کی وجہ معلوم کی تو انہوں نے بتایا'' دونوں سورتیں ہمیشہ شریر جنات، شیاطین، جادو کے اثرات، شر پسندی اور نظر بد سے بہت زیادہ حفاظت کرتی ہیں۔اس لئے ہم ان کی تلاوت کا بہت اہتمام کرتے ہیں۔اس کی برکت یہ ہوتی ہے کہ ہمارے ہاں طلاقیں نہیں ہوتی۔جھگڑے کم ہوتے ہیں۔سکون، چین اور راحت ہوتی ہے۔ایسی شادی کرنے والوں کی اولادیں اچھی زندگی گذارتی ہیں'' شادی میں سورۃ یٰسٓ اور سورۃ رحمٰن کا بہت زیادہ اہتمام کیا جائے۔فضول رسومات اور فضول خرچی نہ کی جائے۔تو ایسی شادیاں ہمیشہ کامیاب ہوتی ہیں۔ایسی شادیوں کی وجہ سے نسلوں کو فقر، غربت، تنگدستی اور بے اولادی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔اس لئے شادی میں سورۃ یٰسٓ اور سورۃ رحمٰن بہت پڑھنی چاہئے۔پھر ان کا ایک مخصوص نغمہ ہوتا ہے وہ چند جنات مل کر پڑھتے ہیں۔بہت ہی انوکھی سُر ہوتی ہے۔ان کی آپس کی آوازوں کا ملاپ ہوتا ہے دراصل یہ نئے جوڑے کے لئے ایک زبردست دعا ہوتی ہے۔وہ یہ ہوتی ہے۔

'' تم خوش رہو، خوش حال رہو، آباد رہو، شاد رہو، تمہیں خزاں کی ہوا اور فضا نہ چھوئے ہمیشہ بہاریں تمہیں چھوتی رہیں، ہمیشہ خوشیاں اور خوشحالیاں تمہیں چھوتی رہیں۔زندگی میں ہمیشہ شاد و آباد رہو''۔اس طرح کا ایک لمبا سا نغمہ ہوتا ہے لیکن جنات اس کو پڑھنے میں کسی قسم کی جلدی یا اکتاہٹ محسوس نہیں کرتے۔اس میں ساز نہیں ہوتا، گانا بجانا نہیں ہوتا۔بہت سے جنات واہ واہ اور سبحان اللہ کہہ رہے ہوتے ہیں۔اور کچھ رو رہے ہوتے ہیں اور باقی سب خاموشی سے سن رہے ہوتے ہیں۔مخصوص آواز والے جنات ہوتے ہیں۔اور شادی میں شرکت کرنے والے بہت سے جنات ان مخصوص جنات کی آواز سننے کے لئے آتے ہیں۔اور بعد میں اٹھ کر چلے جاتے ہیں۔کیونکہ وہ یا ان میں سے بعض اس شادی میں مدعو نہیں ہوتے۔میزبان جنات کے ہاں ایسے جنات کا آنا ناگواری کا باعث نہیں ہوتا کیونکہ وہ صرف نغمہ سننے کے لئے آتے ہیں۔اسلئے کہ اس نغمے میں درد، سوز اور دعا ہوتی ہے۔

پھر نغمہ کے بعد نکاح ایجاب قبول ہوتا ہے اور اس کے بعد کھانا۔میں نے چونکہ صبح کا ناشتہ کیا ہوا تھا اس لئے تھوڑا سا کھانا کھالیا۔اس کے بعد میں نے داروغہ جیل سے

خواہش ظاہر کی ''میں چاہوں گا کہ جیل کے کچھ جنات قیدیوں سے ملوں''۔انہوں نے خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگے'' کچھ پرانے قیدی آپ کو یاد کرتے ہیں۔آپ نے انہیں نیکی کی تلقین کی تھی، کچھ نصیحتیں کی تھی اور واعظ بھی کیا تھا۔بہت خوش ہیں۔اکثر یاد کرتے ہیں ہم پیدل ہی چلتے ہیں ساتھ ہی جیل ہے''۔

جیل کی ایک بہت بڑی دیوار ہے لیکن یہ دیوار نہ اینٹوں کی ہے، نہ لوہے کی ہے، نہ پتھروں کی ہے۔بلکہ یہ ایک طاقتور حصار ہے جس کو کوئی طاقتور دیو، جن یا جادوگر کبھی نہیں توڑ سکتا۔وہ ایک خاص دیوار ہے اس کے دروازے ہیں اس کے دروازوں کے اندر بھی ایک دیوار ہے۔کوئی شخص ان دروازوں سے باہر نہیں نکل سکتا۔

جنات چونکہ ایک سخت جان اور ناری مخلوق ہیں۔اس لئے ان کی سزائیں بھی بہت سخت ہوتی ہیں۔اس مرتبہ میری خواہش تھی کہ ایسے قیدی سے ملوں جس کا جرم سب سے بڑا ہو۔میں نے داروغہ سے اس کا اظہار کیا تو وہ مجھے ایک ایسی بیرک میں لے گیا جس کے گرد سخت کانٹے تھے اور کانٹوں کے حصار سے انہوں نے بیرک کو بند کیا ہوا تھا۔

انہوں نے بتایا'' دراصل یہ خطرناک جنات کی بیرک ہے اور ان بیرکوں میں جنات مسلسل سزاؤں میں ہیں۔یہ وہ جنات ہیں جنہوں نے انسانی عورتوں کو بے ابرو کیا اور انسانی شادیوں میں جا کر ان کے دلوں میں ایسے وسوسے ڈالے کہ وہ شادیوں کے نام پر عیاشی، گانا بجانا، عورتوں اور مردوں کا اکٹھے ہو کر ناچنا، ان کو گناہ کی طرف مائل کرنا۔یہ ان کا جرم تھا۔ہمارے جناتی قانون کے مطابق ایسا کرنا جرم ہے۔ایسے بے شمار مجرم بھاگ جاتے ہیں۔جو پکڑے جاتے ہیں۔وہ اس جیل کی خطرناک قید میں موجود ہیں ہم اس لئے آپ کو یہاں لائے ہیں کیونکہ آپ نے کہا تھا کہ مجھے کسی خطرناک قیدی سے ملوائیں''۔

ہم نے جیل کا دروازہ کھولا۔کانٹوں کی دیوار ہٹائی۔ہم اندر داخل ہوئے ایک خطرناک جن زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔وہ نہ ہل سکتا تھا نہ اٹھ سکتا تھا۔اس کے کراہنے کی آواز آرہی تھی۔داروغہ جن کے حکم سے اس کے آدھے جسم کو زنجیروں سے آزاد کیا گیا۔باقی اس کے پاؤں اور آدھا جسم زنجیروں میں جکڑا رہا۔وہ مودب ہو کر بیٹھ گیا۔داروغہ جن کے پاس ہر قیدی کی پوری داستان ہوتی ہے کہ اس جن نے کیا کیا جرم کئے ہیں اور کیا کچھ کرتا رہا ہے؟ جسکی سزا میں یہاں قید کر دیا گیا ہے اور سزا بھگت رہا ہے۔میں نے اس سے پوچھا'' آپ کس جرم میں قید ہیں''؟ اس نے جواب دیا'' میرا جرم یہ ہے کہ میں انسانوں کی شادیوں میں جاتا، لطف اندوز ہوتا، ناچنے والوں کے ساتھ ناچتا، گانے والوں کے ساتھ گاتا۔خاص طور پر جہاں عورتیں اور مرد اکٹھے ناچتے گاتے یا عورتیں اور مرد اکٹھے ہو کر فلمیں یا تصویر بناتے ہیں ان کے دل میں وساوس ڈالتا اور ان کے شوق کو مزید ابھارتا۔تم کتنے اچھے لگ رہے ہو۔لوگ میری بات مان کر مزید فحاشی کے گانے گاتے، قہقے لگاتے اور رات بھر یہی کرتے۔میں لوگوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا'' شادی پر ناچ گانا نہ ہو تو رونق نہیں ہوتی۔پیسے نہیں ہیں تو کیا؟ قرض لے لو اور بعد میں اتر جائے گا''۔لوگ قرض لیتے پھر مصیبت میں پھنس جاتے ہیں ایسے لوگوں کی شادی میں میں لڑکوں کے دل میں یہ بات ڈالتا کہ فلاں فلاں لڑکی کتنی خوبصورت ہے اس طرح لڑکی اور لڑکیوں کو گناہ میں دھکیل دیتا۔میں نے شادیوں کے دوران انسان کی انسان سے ہی ابروریزی کروائی ان کو اس کا کچھ پچھتاوا تک نہ ہوتا۔میں صرف یہی کرتا تھا۔ہمارا کام تو بس وسوسہ ڈالنا اور تماشہ دیکھنا ہے''۔

'' تم یہ کام کرتے کیسے ہو''؟ اس نے کہا'' میں ایک نیم کے درخت پر رہتا تھا۔ایک دن میرے کان میں ڈھولک کی آواز آئی۔میں نے دیکھا عورتیں اور لڑکیاں ڈھولک بجا رہی ہیں، ابٹن لگا رہی ہیں۔میں نے اس ڈھولک کی آواز میں شامل ہو کر اس کو مزید سریلا بنایا۔اور ان کے دل میں ڈالا کہ ڈھولک سے کچھ نہیں ہوتا، ناچنا بھی ہوگا۔ایک نے ناچنا شروع کر دیا۔میں نے ڈھولک کی آواز کو اور تیز کر دیا۔وسوسہ ڈالا اور ان سب کا جسم تھرکنے لگا۔رات گزرتی رہی، مرد بھی جمع ہوتے رہے۔اس رات میں نے تین زنا کروائے۔اس ایک زنا میں ناجائز حمل ٹھہرا جو انہوں نے چھپایا۔تیسرے ماہ اس حمل کو ختم کرواتے ہوئے اس لڑکی کی جان چلی گئی۔وہی گھر جو چند ماہ پہلے خوشیاں کا گہوارہ تھا۔ناچ ناچ کر اور قہقے لگا لگا کر لوگ لوٹ پھوٹ ہو رہے تھے۔اسی گھر میں اس لڑکی کی میت پڑی تھی۔اس کی شادی ابھی نہیں ہوئی تھی۔وہ شادی اس کے سگے بھائی کی تھی۔مجھے بہت خوشی ہوئی۔ہم لوگوں کو گناہوں میں مبتلا کر کے خوش ہوتے ہیں۔ہم وسوسے ڈالتے ہیں۔گناہ میں مبتلا کر کے خوشی اور لوگوں کو تکلیف میں دیکھ کر ہمیں تسلی ہوتی ہے۔کوئی خوش ہو، خوش حال ہو، نیکی، ایمانداری، اور تقوی کی طرف چل رہا ہو اور اس کے پاس وسائل ہوں تو ہم پریشان ہو جاتے ہیں۔کہ ان کے پاس وسائل کیوں ہیں؟ ان کے پاس چیزیں کیوں ہیں؟ ہمیں انسانوں کی نعمتوں سے چڑ ہو جاتی ہے۔ہمیں تکلیف ہوتی ہے کہ یہ انسان نیکی کی طرف کیوں جا رہا ہے؟ انسانوں کی سادہ شادیوں، شادی میں قرآن پاک کا ذکر اور تسبیح کیوں کیا گیا؟ اور شادی سکون سے کیوں ہو رہی ہے؟ ایسی شادیوں میں ہمارا داؤ نہیں چلتا۔میں ایسی شادیوں پر خاص طور پر عورتوں کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہوں کہ ذکر اور قرآن کی محفل کے بعد ناچ گانے میں کیا حرج ہے؟ اس میں مجھے بڑی کامیابی ہوتی ہے۔کیونکہ پھر ایسا ہی ہوتا ہے۔جیسے ہی قرآن ختم، دعا ختم بس پھر میوزک، ہنسی، ٹھٹھے شروع۔ہمیں انسانوں کے منہ پھاڑ پھاڑ کے ہنسنے میں بہت مزہ آتا ہے۔کیونکہ ہم ہر بدی سے خوش ہوتے ہیں تیل، مہندی کی فضول رسمیں ہم مسلمانوں کے ہاں دیکھ کر بہت خوش ہوتے ہیں''۔پھر اس نے بتایا'' ایک ترکیب ہم اور چلاتے ہیں۔تصاویر اور موویز بنانے والے لڑکوں اور آدمیوں کو ہم عورتوں کے قریب کرتے ہیں۔اور نہ پوچھیے اندر جا کر کیا ہوتا ہے۔خاص طور پر فوٹوشوٹ کے وقت لڑکے دلہن کے جسم کو آرام سے چھو لیتے ہیں۔میں اکثر

ان لڑکوں کا رابطہ عورتوں سے کرواتا ہوں۔اور پھر مووی بنانے والے لڑکے اور گھر کی خواتین گناہوں میں ڈوب جاتے ہیں۔ مجھے خوشی ہوتی ہے کہ یہ گناہوں میں ڈوبے رہیں۔میری شرارت یہی ہوتی ہے کہ میں لوگوں کو عیاشی ،فضول خرچی کی طرف مبتلا کرتا رہوں۔ پھر میں خود بھی اس عیاشی سے لطف اندوز ہوتا ہوں۔ایک نفرت دلانے کا کام میں یہ کرتا ہوں کہ ان کے عیاشیوں کے بعد جب آہستہ آہستہ ان میں جھگڑا ،نفرتیں اور تنگ دستی کا زمانہ آتا ہے۔تو میں یہ وسوسہ ڈالتا ہوں کہ یہ تو سراسر جادو ہے۔فلاں جگہ جاؤ۔ پھر جادوگروں کے چکر اور ان کے گھناؤنے عمل میں عورتوں اور مردوں کو پھنسا دیتا ہوں۔ پھر میں بعض اوقات خواب میں یہ نقشے بھی دکھاتا ہوں کہ تیری فلاں رشتہ دار تیری مخالفت کرتی ہے۔اور پھر شک یقین میں بدل جاتا ہے۔آپس میں نفرتیں بڑھ جاتی ہیں۔ذہن الجھ جاتے ہیں۔ پھر یہ لوگ مشکلات میں گھر جاتے ہیں۔ پھر انہیں شیطانی وساوس کے ذریعے میں انہیں ایسے لوگوں کے پاس بھیجتا ہوں جو بظاہر قاری بنے بیٹھے ہیں، بظاہر عامل اور تعویز دینے والے ہوتے ہیں۔لیکن وہ مال اور حسن کے شکاری ہوتے ہیں۔کوئی اندازہ ہی نہیں کرسکتا کہ وہ کتنے گندے اور گھناؤنے ہوتے ہیں''۔

میں شریر جن کی باتیں سن رہا تھا اور مجھے حیرت ہو رہی تھی کہ یہ شریر جنات کس حد تک انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ابلیس کے یہ چیلے کس طرح کام کرتے ہیں۔ہمیں کیوں خیال نہیں آتا؟اور ہم شادیوں کے نام پر اپنی نسلوں کے لئے پریشانی خود خریدتے چلے جاتے ہیں۔اگر کوئی دین دار ہمیں سمجھانے کی کوشش کرتا ہے تو ہم چڑ جاتے ہیں ہماری ایسی شادیوں میں آدھے سے زیادہ کھانا تو یہ شریر شیطان خوب مزے اڑا اڑا کر کھا جاتے ہیں۔ایسے لوگوں سے جو ہمیں ان چیزوں سے نفرت دلوانے کی کوشش کرتے ہیں۔یہ شریر شیطان دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں کہ آئے بڑے پارسا اپنے آپ کو معلوم نہیں کیا سمجھتے ہیں اور پھر ایسے لوگوں سے ہمارا رابطہ اور تعلق ہی ختم کروا دیتے ہیں۔تاکہ ہم کبھی بھی نیکی کی طرف اور ٹھیک راستے کی طرف نہ جاسکیں۔ہم کیسے لوگ ہیں؟ ہم کیوں برباد نہ ہوں؟ ہم کیوں شیطان کا تر لقمہ نہ بنیں؟ ہم کیسے سیدھا راستہ پائیں گے؟ ہم نے قرآن چھوڑ دیا؟ ہم نے وساوس ڈالنے والے شریر جنات جن سے بچنے کے لئے قرآنی راستے کو بھلا دیا-قرآن نے ہمیں بتا دیا ہے ''یہ شیطان دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں''۔ان سے بچنے کے لئے سورۃ الناس پڑھا کرو -

ہم اس جن سے باتیں کر ہی رہے تھے کہ اچانک داروغہ جیل کے ایک خادم نے اطلاع دی کہ ''حضور ساتھ ہی تیسری بیرک میں جس جن کو ہم نے اذیت دی تھی وہ بہت زیادہ تڑپ رہا ہے کہیں وہ مر نہ جائے''۔موجودہ جن کو پھر زنجیروں میں باندھنے کا حکم دے کر داروغہ جن نے مجھ سے ساتھ والی بیرک میں چلنے کو کہا۔ہم وہاں گئے تو میں نے دیکھا کہ ایک جن لوہے کی نوک دار تاروں میں لپٹا ہوا ہے۔اور نوک دار تاریں اس کے جسم میں پیوست ہیں۔خون نکل رہا تھا۔اور وہ تڑپ رہا تھا۔میں نے داروغہ جن سے پوچھا ''اس کا جرم کیا ہے''؟ وہ کہنے لگا کہ ''علامہ صاحب یہ جنات انسانوں کی شادیوں کو بدتر بنانے میں انکے دل میں وسوسہ ڈالتے ہیں۔خفیہ مشورہ دیتے ہیں۔لوگ ان کی باتوں میں آتے ہیں۔اور اپنی زندگی کا سارا کچھ گنوا دیتے ہیں۔اور انہیں تکلیف میں مبتلا دیکھ کر، پریشان دیکھ کر یہ خوش ہوتے ہیں۔یہ وہ جنات جن کے داؤ صرف انسانوں ہی پر چلتے ہیں۔یہ انسانوں کو گمراہ کرنے میں لگے رہتے ہیں۔ان کا یہی انداز اور یہی مشغلہ ہے- ہماری جنات کی دنیا میں اس چیز کو بہت معیوب سمجھا جاتا ہے۔یہ سراسر گناہ کے کام ہیں۔ایسے لوگوں کو جو ہمارے ہاتھ آجائیں ہم مجرم سمجھتے ہیں۔اور انہیں ہمیشہ کے لئے قید کر دیتے ہیں۔کیونکہ یہ اپنی سرکشی سے باز نہیں آسکتے''۔میں نے درغہ جن سے کہا'' کیا میں اس سے ایک سوال کرسکتا ہوں''؟انہوں نے کہا'' بالکل کر سکتے ہیں''۔انہوں نے اس جن کو ٹھوکر ماری اور کہا''یہ سب مکر کر رہا ہے۔فریب کرر ہا ہے۔چل اٹھ کر بیٹھ''۔وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گیا۔میں نے اس کہا''تم اپنا کوئی واقعہ سناؤ''۔اس نے تھوڑی دیر اپنی سانس درست کیں پھر مجھے ایک واقعہ سنایا۔''یہ ایک نیک خاندان کی کہانی تھی۔وہ غریب لوگ تھے کچا گھر تھا۔غربت اور تنگدستی تو تھی لیکن وہاں درود بہت پڑھا جاتا تھا۔قرآن پاک پڑھا جاتا تھا۔ذکر کیا جاتا تھا۔ان کی خواتین چکی چلاتی تھی۔تو ذکر کرتیں،لسی بلوتیں تو ذکر کرتیں۔گھر کے ہر کام کے ساتھ ان کو درود وسلام اور ذکر کی عادت تھی۔ان کے آدمی محنت کرتے لیکن ذکر اللہ بھی کرتے۔ایک نسل گزر گئی۔محنت اور لگن اور ذکر اللہ کی برکت سے اگلی نسل میں کچھ دولت آگئی۔انہوں نے بیٹے کی شادی کی لیکن بہت سادگی سے- میں نے بہت کوشش کی لیکن میں ان کی تلاوت ،نماز،اور ذکر کی وجہ سے ان کے دل میں وسوسہ نہ ڈال سکا۔یہ شادی ہوگئی۔وہ لوگ اس طرح خوشحال رہنے لگے۔میں دل ہی دل میں انکے خلاف بھڑکتا اور انتقام کی کوشش میں لگا رہا۔یہ ان کا پہلا بیٹا تھا۔اس کی بعد بیٹیاں بھی ایسی سادگی سے بیاہ گئی اور میں منہ دیکھتا رہ گیا۔اب ایک سب سے چھوٹا بیٹا رہ گیا۔یہ نماز روزہ ،تلاوت اور ذکر میں کمزور تھا۔یہ جب جوان ہوا تو میں نے پہلے ہی دن سے اس کو گمراہ کرنے کی کوشش شروع کردی۔ پہلے تو نماز میں سستی کروائی پھر تلاوت اور ذکر بھی گیا۔بس میرا داؤ اس پر چلنے لگا۔شادی کے موقع پر اس نے کہا'' سادگی سے شادی نہیں کروں گا۔میرے دوست کیا کہیں گے؟ میری شادی میں گانا ،آتش بازی،تیل مہندی سب کچھ ہوگا۔فوٹو شوٹ بھی ہوگا''۔بوڑھے والدین بے بس ہوگئے۔بڑے بھائی اور بہنوں نے سمجھانے کی کوشش کی تو ان کے ساتھ بدتمیزی کی والد کے کہنے پر استاد نے سمجھایا تو گھر والوں کو خودکشی کی دھمکی دے دی۔اب میں نے والدین کے دل میں وسوسے ڈالے'' یہ گھر سے بھاگ جائے گا،خودکشی کرلے گا تو

زمانہ کیا کہے گا؟ آپ کا دور اور تھا اب ان کا دور اور ہے۔ سادگی کا زمانہ گیا۔ آج سادگی کو غربت کہا جاتا ہے معاشرے کے ساتھ چلیں۔ بیٹا ہاتھ سے نکل گیا تو ساری عمر بیٹھ کر رونا''۔ زنجیروں میں جکڑا ہوا شریر جن مزید کہنے لگا ''ادھر میں والدین کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا اور ادھر لڑکے کے دل میں کہ شادی کونسا روز روز ہوتی ہے۔ میں تو ایسی شادی کروں گا کہ زمانہ دیکھے گا۔ آتش بازی کروں گا۔ ایسی کہ دنیا چھتوں پر کھڑی ہو کر دیکھے گی۔ ناچ ہوگا، گانا ہوگا خوب موج مستی ہوگی''۔ اس کے دل پر میرا خوب وار چل رہا تھا۔ اس لئے اس کے دل میں روزانہ نئی سے نئی بات ڈالتا رہا۔ میں نے اس کے دوستوں کو بھی بھڑکا دیا۔ دوستوں نے کہا'' یار ہم تیری شادی پر خرچ کریں گے تو کیوں گھبراتا ہے''؟

والدین ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو گئے۔ ان کے گھر میں حیا تھی، پردہ تھا، حجاب تھا۔ ان کی عورتوں کو غیر مردوں نے دیکھا نہیں تھا۔ وہ کیسے تیل مہندی کی تقریبات کرواتے اور خواجہ سراؤں کو بلاتے؟ کیسے میوزک اور ناچ گانا کرواتے؟ کیسے نوٹ نچھاور کرتے؟ بیٹا مووی کے نام پر غیر مردوں کو ساتھ لاتا اور وہ بہو بیٹیوں کی تصاویر اتارتے۔ اس غم نے انہیں بالکل نڈھال کر دیا تھا۔ میں ان کے دل میں ڈالتا ''تم قرآن، ذکر اور دوسرے ورد کرتے رہو، اسے اس کے حال پر اس کو چھوڑ دو۔ گھر کو کیوں قبرستان بنانا چاہتے ہو''؟

آخر کار والدین نے ہتھیار ڈال دیئے۔ پھر زمانے نے دیکھا کہ جس گھر میں ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول خاتم النبیین ﷺ کی صدائیں ہوتیں تھی۔ اور جس گھر میں ہمیشہ ذکر، تسبیح اور تلاوت ہوتی تھی۔ اور جو گھر ہمیشہ لوگوں کو یہ کہتا تھا کہ شادیاں کرنی ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نام کو نہ بھولنا اللہ کے ذکر کو نہ بھولنا۔ اس گھر میں طوائفیں ناچیں، میوزک کے شور میں اور لڑکوں اور ناچنے والیوں نے وہ وہ حرکتیں کی کہ پھر اسی گھر پر بے حیائی کا لیبل لگا۔ صرف ایک نوجوان کی وجہ سے اس نے سارے خاندان کو بدنام کیا۔ یہ وہی خاندان تھا جس خاندان نے ساری زندگی لوگوں کو نیکی کی طرف بلایا اور نیک بننے کو کہا۔ لوگ کہنے لگے ''اس خاندان کو کیا ہو گیا''؟ والد سے یہ سب کچھ برداشت نہ ہوا۔ وہ گھر چھوڑ کر چلا گیا۔ اور قریب ہی ایک مسجد میں اس نے ڈیرے ڈال لئے۔ ماں نے مووی بنانے والے مردوں کو خاندان کی کچھ عورتوں کے ساتھ دیکھا۔ (جن کو میں نے وسوسے ڈال کر مردوں کے ساتھ رہنے پر امادہ کر لیا تھا) ماں سے یہ منظر برداشت نہ ہوا کمرے میں جا کر چارپائی پر لیٹی اور بے ہوش ہو گئ۔ پھر ماں ہوش میں نہ آئی۔ ماں کو ہسپتال پہنچایا اور بہنوں کو زبردستی اور رشتہ داروں کے ساتھ لے کر بارات لڑکی والوں کے ہاں گئی۔ وہاں پر خوب دھمال پڑی۔ کبھی کبھی لڑکے کا ضمیر ماں، باپ کے لئے جاگتا تو میں اسے تھپکیاں دے کر سلا دیتا۔ ''وقتی ٹینشن ہے ٹھیک ہو جائیں گے۔ تم اپنی بیوی کو کہنا خدمت کر کے ان کی تمام تکالیف ختم کر دے گی''۔

شادی ہو گئی۔ بہو گھر آئی۔ ماں، باپ کو زبردستی راضی کیا گیا۔ اب میں نے بہو پر کام کرنا شروع کر دیا۔ ''یہ گھر تو مریضوں کا گھر ہے میں تو اس گھر میں نہیں رہوں گی۔ ماں باپ آپ کے ہیں میرے نہیں ہیں۔ آپ ان کی خدمت کریں''۔

باپ پر فالج کا اٹیک ہوا۔ ایسا کہ بستر پر ہی پیشاب پخانہ کرنے لگے۔ انہیں کچھ پتا ہی نہیں چلتا تھا۔ پھر وہ نیم غنودگی میں چلے گئے۔ اب جن رونے لگا۔ اور کہنے لگا مجھے پھر بھی ترس نہ آیا۔ میں نے بیٹے کے دل میں یہ بات ڈالی'' اپنی خوشیاں تم نے دیکھ لی تو جب میری خوشیوں کا وقت آیا بیمار پڑ گئے''۔ پھر وہ اپنی بدتمیزیوں اور گمراہیوں میں بڑھتا چلا گیا۔ جن نے ایک قہقہ لگایا۔ کہنے لگا ''وسوسہ ڈالتے وقت ہم اپنی آنکھیں بند کر لیتے ہیں اور انسانوں کے دل بند کر دیتے ہیں۔ ہم ایسی شادیوں میں بے پردگی عروج پر لاتے ہیں۔ چہرہ کھلا، بال کھلے، گلا کھلا، لباس وہ جن میں سے بدن جھلکے، ایسے موقعوں پر ہم جنات میں سے اکثر ان خواتین کے بالوں، اور ان کے جسموں سے کھیلتے ہیں۔ ان کے اندر گناہوں، بدکاریوں، بدنظری اور بے حیائی کے جذبات ابھارتے ہیں۔ پھر یہی بے حیائی ان کے نطفے میں ان کے نطفے میں ہم شامل کر کے ان کی نسلوں میں عریانی، فحاشی، ویرانی اور بدتمیزی پیدا کرتے ہیں اس طرح آئندہ آنے والی نسلوں کا پل پل ویران ہو جاتا ہے''۔

یہ سب باتیں کہنے اور سننے کے بعد وہ جن مجھ سے معافی مانگنے لگا۔ داروغہ جن نے اس مجرم جن کو باندھنے کا حکم دیا اور ہم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں سوچ رہا تھا کہ کیا اس جن کا قصور ایسا ہے کہ اس کو معاف کیا جا سکے؟

مندرجہ بالا واقعات صرف اور صرف اس لئے بتائے اور سنائے گئے ہیں کہ ہم انسان اچھی طرح سمجھ لیں کہ شیاطین جنات کس کس انداز میں ہمیں خوار کرتے ہیں اور ہماری نسلیں خراب کر سکتے ہیں؟

موجودہ زمانے میں شیاطین جنات نے کچھ نئے اور ماڈرن انداز میں مسلمانوں کے اوقات کو ضائع کرنے کے ذرائع تلاش کر لئے ہیں۔ ٹیلیفون، موبائل فون چیٹنگ وغیرہ۔ موبائل فون پر گندے مناظر دیکھنے میں آج کل لوگ گھنٹوں ضائع کر دیتے ہیں۔ بچے ماں باپ سے اور ماں باپ بچوں اور عبادات سے غافل بس موبائل فون پر دل بہلاتے رہتے ہیں۔ ایک اور خرابی شیاطین نے نوجوان مردوں اور عورتوں کی آپس میں دوستی اور گھنٹوں باتیں یا میسجنگ میں لگا کر یہ وقت برباد کرنے کا فیصلہ

کرلیا ہے۔ان باتوں میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ مردوں اور عورتوں کی تخصیص نہیں۔گھر خراب ہو رہے ہیں،خاندان بگڑ رہے ہیں۔سب سے بڑھ کر یہ کہ آخرت خراب ہو رہی ہے۔لیکن کسی کو بھی ذرا برابر احساس نہیں۔عجیب بات یہ ہے کہ چار ہزار سال کے بعد انسانیت ایک مرتبہ پھر اللہ تعالیٰ کو فراموش کر چکی ہے۔

پہلی فراموشی عبادت رب کی تھی۔یعنی لوگ اللہ تعالیٰ کو ماننے اور اس کو یاد کرنے سے غافل ہو گئے تھے۔اور موجودہ فراموشی ملاقات رب یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو کر جواب دہی کی فراموشی ہے۔

آج کے موبائل فون بھی ہمارے لئے بتوں کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ہم ہر وقت اور ہر گھڑی ان بتوں کو اپنے ہاتھ میں،اپنی جیب میں یا اپنے سامنے رکھتے ہیں۔قرب قیامت دیکھئے کہ آج سے 10 پندرہ سال پہلے حج پر جانے کے بعد یہ بات بہت ہی اچھی معلوم ہوتی تھی کہ ہر سعودی کے ہاتھ میں تسبیح ہوتی ہے وہ بات کرتے وقت بات کرتے اور جب دوسرا بات کرتا تو یہ تسبیح کرتے اور بات کو سنتے -آج قرب قیامت پر شیاطین کی برتری دیکھئے کہ کس خوبی سے کام کرتے ہوئے آج اس نے دنیا کے تقریباً 95 فیصد لوگوں کے ہاتھوں سے تسبیح چھین کر پھینک دی ہے اور انتہائی پیار سے انہیں موبائل فون تھما دیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آج سے چار ہزار برس قبل کا ہے۔یہ وہ دور تھا جب ایک رب کی عبادت کا تصور ختم ہو گیا تھا۔چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ میں جا بسایا۔تاکہ ایک اللہ کو ماننے والے دوبارہ یہاں جمع ہو سکیں۔اس موقعہ پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو دعا مانگی وہ قرآن پاک میں موجود ہے۔

ترجمہ: آپ نے فرمایا'' اے ہمارے رب مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا(اے میرے) پروردگار ان بتوں نے ہم میں سے بہتوں کو گمراہ کر ڈالا ہے'' -(سورہ ابراہیم،آیت نمبر 36-35)

آج پھر وہی دور آ گیا ہے۔آج ہر مومن کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی ضرورت ہے۔دعا یہی ''اے ہمارے رب ہمیں اور ہماری اولاد کو موبائل کی بت پرستی سے بچا'' ۔

انسان اگر دنیا میں ہی غرق نہ ہو اور اپنی آنکھیں ذرا بھی کھولے تو وہ دیکھے گا کہ اس کی بقا کا تمام تر نقشہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی صورت میں اس کے ہاتھ میں تھما دیا ہے۔لیکن ہم یہ بات بھول کر صرف دنیا کی محبت،دنیا کی چیزوں کی لذت اور دنیا میں دل لگا بیٹھے ہیں۔ایسے ہی لوگ جو اللہ تعالی کے بتائے ہوئے نقشہ کے مطابق زندگی نہیں گزارتے وہ اور انکی نسلیں شیطان کے بھینٹ چڑھ جاتی ہیں۔فخر و تکبر، بناوٹ، تصنع اور دنیا پرستی انہیں کھا جاتی ہے۔حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت لوگوں کو ان کی بے بسی یاد دلانے کے لئے وقفے وقفے سے سیلاب، زلزلہ، اور طوفان وغیرہ بھیجتا رہتا ہے۔اور اس یاد دہانی کا مقصد عذاب دینا نہیں ہوتا۔ورنہ کون ہے جو اس کے عذاب سے بچ سکے؟اس یاد دہانی کا مقصد تو صرف انسانوں کو یہ سمجھانا ہوتا ہے کہ ان کے لئے جینے کی صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ ہے کہ اس دیئے ہوئے نقشہ کے مطابق زندگی گزاری جائے۔

شیطان ہمیشہ ہمیں اعمال میں گناہ کرنے،توبہ میں تاخیر کرنے اور دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے کاموں کو اختیار کرنے کا مشورہ دیتا ہے- نیز وعدہ خدا پر جھوٹے ہونے کا بہتان اور اس کے پورا نہ ہونے پر وسوسہ ڈالتا ہے-

نفس اور شیطان سے جہاد باطنی جہاد ہوتا ہے۔جو دل اور ایمان کی طاقت سے کیا جاتا ہے۔پس شیطان سے جہاد کرنے میں اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار ہوتا ہے۔کافروں سے جہاد ظاہری طور پر تلوار اور نیزے سے کیا جاتا ہے۔رب تعالیٰ اس میں بھی ہماری مدد کرتا ہے اس جہاد میں مرکز امید جنت کا حصول ہوتا ہے۔اور اگر ہم نفس اور شیطان سے جہاد کرتے ہوئے فنا ہو جائیں یعنی ہماری تمام عمر شیطان سے جہاد کرتے ہوئے گزر جائے تو ہماری جزا یہ ہوگی کہ ہم رب تعالی کے دیدار سے سرفراز ہو جائیں گے۔

اللہ سورہ الحجر، آیت نمبر 99 میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ترجمہ: '' اپنے رب کی عبادت کرو یقین (یعنی موت) کے آنے تک''-

شیطان اور خواہش نفس کی مخالفت کا نام ہی عبادت ہے-

اللہ تعالیٰ نے ہمیں شیطان اور ہر شر سے محفوظ رکھنے کے لئے، جادو ٹونے سے محفوظ رہنے کے لئے آیت الکرسی، سورہ فلق اور سورہ الناس جیسی سورتیں بتائیں ہیں۔لیکن آج کل ہم نے ان سورتوں کو زبانی تو رٹ لیا ہے لیکن اس کے مطلب کو نہیں یاد کیا۔اور اگر مطلب آتا بھی ہے تو کیا وجہ ہے کہ جس موقعہ پر ہمیں ان سورتوں کو پڑھنے کی ضرورت آتی ہے تو وہاں ہم انہیں کیوں بھول جاتے ہیں؟

قرآن پاک میں رب تعالیٰ بظاہر ہر مقام پر نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے مخاطب ہے لیکن در پردہ وہ ہر مومن سے مخاطب ہے- یہ بات ہمیں یاد رکھنی

چاہیے کہ مسلمان وہ ہے جو رب کو مانتے اور مومن وہ ہے جو رب کی مانے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے آیت الکرسی میں اپنی واحدانیت کے ساتھ ساتھ ایک خاص بات بتائی ہے کہ ''اسے نہ نیند آتی ہے اور نہ اونگھ''۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ قادر مطلق سب کچھ دیکھتا ہے-اگر ہم شیطان کے وسوسوں کا شکار ہوتے ہیں تو محض اس لئے کہ ہم نے اس سے بچاؤ کے لئے رب تعالیٰ نے جو کچھ ہمیں بتایا ہے اس پر کبھی عمل کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی بلکہ اس کو سمجھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔قرآن پاک سورۃ فلق ،آیت نمبر 3-1 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: آیت: قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ﴿۱﴾ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ﴿۲﴾ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ﴿۳﴾

ترجمہ: ''میں پناہ لیتا ہوں صبح کے پروردگار کی۔ ہر اس چیز کے شر سے جس کو اس نے پیدا کیا-اور رات کے شر سے جب وہ چھا جائے یا اندھیری ڈالنے والی رات کے شر سے''۔

1-ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ آپ خاتم النبیین ﷺ نے چاند کی طرف دیکھ کر فرمایا: ''اے عائشہ! پناہ اس کے اندھیرے کی''-(ترمذی)

یعنی آخری ماہ میں جب چاند چھپ جاتا ہے تو جادو کے وہ عمل جو بیمار کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔وہ اس وقت کئے جاتے ہیں۔مزید فرمایا:

وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ﴿۴﴾ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ

ترجمہ: ''اور ان عورتوں کے شر سے جو گرہوں پر پھونکتی ہیں اور حسد کرنے والے کے شر سے جب وہ مجھ سے جلیں''۔(سورۃ فلق ،آیت نمبر 5-4)

حضور پاک خاتم النبیین ﷺ کے زمانے میں لبید بن اعصم کی لڑکیاں جادو کرنے کے لئے ڈورہ (دھاگہ) پر منتر پڑھ کر گرہیں لگایا کرتی تھی۔یہاں ان جادوگر عورتوں سے پناہ مانگی گئی ہے جو جادو کرتی ہیں منتر پڑھ پڑھ کر گرہوں میں پھونک مارتی ہیں۔اس زمانے میں یہ منتر وغیرہ عورتیں پڑھا کرتیں تھیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ حاسد کے حسد سے بھی پناہ مانگی ہے۔حاسد کسی کی خوشحالی اور عزت کو دیکھ کر جلتا ہے اور یہ تمنا کرتا ہے کہ یہ نعمت وخوشحالی اس کے پاس نہ رہے۔

جس شخص پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی کرم ہوتا ہے اس کے بدخواہ عموماً زیادہ پیدا ہوتے ہیں۔حسد والا دوسرے کی نعمت کو دیکھ کر اتنا جلتا ہے کہ زوال نعمت کی تمنا کرتا ہے۔جس انسان میں یہ جذبہ ہو وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہیں بیٹھتا بلکہ ناپاک سازشیں کرتا رہتا ہے کیونکہ وہ جلتا رہتا ہے-

مندرجہ بالا واقعات میں ہم نے دیکھا کہ شیاطین کو ہمارے پاس نعمتیں دیکھ کر جلن ہوتی ہے۔وہ حسد سے جل بھن جاتے ہیں۔یہاں نبی کریم خاتم النبیین ﷺ سے یہود بے حد حسد کرتے تھے۔اور ہر وقت انہیں یہ خیال رہتا تھا کہ آپ خاتم النبیین ﷺ کی سیرت اور نیک نامی ختم ہو جائے۔ان میں خاص طور پر لبید بن اعصم تھا جس نے جل بھن کر آپ خاتم النبیین ﷺ پر جادو کروا دیا تھا۔

انسان نہ تو خود ہر حاسد کو پہچان سکتا ہے۔اور نہ ہی اس کے حسد سے آگاہ ہو سکتا ہے اور اگر ہو بھی جائے تو بسا اوقات ان کا تدارک کرنے سے قاصر ہوتا ہے۔اس لئے اس سورہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ تم اپنے رب کے دامن عافیت میں پناہ لے لو۔کیونکہ ان حاسدوں کی شرانگیزیوں سے وہی بچ سکتے ہیں جسے اللہ کی پناہ حاصل ہوگی۔

اگلی سورۃ خاص طور پر شیاطین سے بچاؤ کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی پناہ میں لینے کا طریقہ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں جانے کا طریقہ بتایا ہے۔

سورہ فلق میں ان شرانگیزیوں سے پناہ طلب کی گئی ہے جو انسان کی ظاہری حالات اور جسمانی ضروریات کو متاثر کرتی ہیں۔اس لئے اس کا تعارف رب الفلق (صبح کا پروردگار) سے کرانے پر اکتفا کیا گیا۔

سورہ والناس میں ایمان اور ایقان کو جو خطرات درپیش ہیں،ان سے پناہ لینے کی ہدایت کی جا رہی ہے-متاع دین وایمان یقیناً جسم اور جسمانی نعمتوں سے کہیں اہم ہیں-

اس لیئے اللہ نے فرمایا: قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ ترجمہ: " کہہ کہ میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ہے "۔(سورہ الناس ،آیت نمبر 1)

رب پالنے والا ہے- تم کہو کہ میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا معاشی کفیل ہے۔رب کا مطلب ہے معاشی کفیل-یہاں اللہ تعالیٰ نے رب الناس (لوگوں کا پروردگار) کے کلمات سے اپنے تعارف کروایا ہے-رب ہے یعنی جملہ معاش کا کفیل ہے-آگے فرمایا: مَلِكِ النَّاسِ ﴿۲﴾

ترجمہ: "سب انسانوں کا مالک "۔(سورہ الناس ،آیت نمبر 2)

یعنی صرف معاشی ضروریات کا کفیل ہی نہیں ہے بلکہ (وہ) بادشاہ ہے سب لوگوں کا اور فرمانرواں بھی ہے۔اس کا حکم ہر وقت ، ہر جگہ اور ہر چیز پر فائز ہے کسی کی مجال نہیں کہ

اس کے حکم کی سرتابی کرسکے۔مزید فرمایا: اِلٰهِ النَّاسِ ۙ ترجمہ:"سب لوگوں کا خدا (سب لوگوں کا معبود ہے)"-(سورہ الناس،آیت نمبر 3)

اب یہاں پر ایمان اور ایقان کا مسئلہ ہے-توفرمایا"قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ "یعنی"میں اس کی پناہ میں آیا جو سب لوگوں کا رب ہے۔میں اس کی پناہ میں آیا جو سب انسانوں کا بادشاہ ہے۔میں اس کی پناہ میں آیا جو معبود برحق ہے"-اور جسمانی ضروریات کے لئے صرف ایک جگہ فرمایا"قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ "یعنی "میں پناہ میں آیا صبح کے پروردگار کی"-

جب انسان اللہ تعالٰی کو اس کی تینوں صفات وکمالیات سے پہچان لیتا ہے یعنی رب ہے، بادشاہ ہے اور معبود ہے تو پھر اسی کی جناب میں فریاد کرتا ہے۔تو مجھے ہر قسم کی شیطان کی چیرہ دستیوں سے بچا۔ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ

ترجمہ:"(اے میرے رب اے میرے معبود) تو مجھے شیطان کے شر سے بچا"-(سورہ الناس،آیت نمبر 4)

خناس پیچھے کھسک جانے والا اس کے شر سے جو دل میں برے خیالات ڈال دے۔بار بار وسوسہ ڈالنے والے اور بار بار پسپا ہونے والے کے شر سے یعنی بظاہر پسپائی اختیار کرتا ہے۔لیکن پھر موقع ملتے ہی وہی بات کانوں میں ڈالتے ہیں۔ الَّذِيْ يُوَسْوِسُ فِيْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ

ترجمہ:"جو وسوسہ ڈالتا (ہی) رہتا ہے لوگوں کے دلوں میں"-(سورہ الناس،آیت نمبر 5)

یعنی کبھی بظاہر ہٹ جاتا ہے لیکن ہٹتا نہیں دبک جاتا ہے پھر لوگوں کے دل میں وسوسے ڈالنے کے لئے حاضر ہو جاتا ہے۔

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ترجمہ:"جن اور آدمی سے"-(سورہ الناس،آیت نمبر 6)

اور ایسے وسوسے ڈالنے والے جنات شیاطین بھی ہیں اور انسان (شیاطین) بھی۔

جس طرح شیاطین جن دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔اسی طرح شیطان صفت انسان بھی ناصح بن کر آتے ہیں۔اور آدمی کے دل میں چکنی چپڑی باتوں سے وسوسے ڈال دیتے ہیں۔پھر اگر انسان ان وسوسوں پر یقین کر لیتا ہے یعنی وسوسوں سے اس کا دل بھی اس شیطان صفت انسان کی طرح ہو گیا۔تو وہ فوراً ہاں میں ہاں ملاتا چلا جاتا ہے۔اور پھر وسوسوں کا سلسلہ بڑھتا چلا جاتا ہے۔اس طرح شیطان انس بھی لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔لیکن اگر سننے والا ان سے متنفر ہوتا ہے۔تو وہاں سے ہٹ جاتے ہیں دبک جاتے ہیں۔یعنی ان کی چالیں ختم نہیں ہوتیں بس وقتی طور پر پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور موقعہ کی تلاش میں رہتے ہیں۔اور جیسے ہی موقع دیکھتے ہیں فوراً دوبارہ وار کرتے ہیں۔

لیکن یاد رکھیں! شیاطین کے حملے اس وقت شروع ہوتے ہیں جب وہ انسان کو ذکر اللہ سے غافل پاتے ہیں۔بالکل اس طرح جیسے کوئی چور نقب لگا رہا ہو۔اور کہیں سے کوئی روشنی نمودار ہو جائے تو وہ نقب لگانا بند کر دیتا ہے۔اور ایک بے جان پتھر کا روپ دھار لیتا ہے۔اور جب روشنی بجھ جاتی ہے تو وہ پھر اپنا کام شروع کر دیتا ہے۔اسی طرح شیاطین کی وسوسہ اندازی بڑے ماہرانہ اور عیارانہ انداز سے ہوتی ہے۔وہ چپکے سے انسان کے دلوں میں وسوسہ ڈال کر انسان کے دل کی پرفضا کیفیت میں ایک تہلکہ مچا دیتے ہیں۔اور وسوسہ اندازی کا یہ دھندا جنوں اور انسانوں میں شریر نفوس دونوں کرتے ہیں۔ان سے بچنا بہت ضروری بھی ہے اور بہت مشکل بھی- جب تک اللہ تعالٰی کی پناہ بندے کو نہ ملے اس کی متاع جان اور متاع ایمان محفوظ رہ ہی نہیں سکتی۔ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہمارے لئے اسوہ حسنہ محمد خاتم النبیین ﷺ میں ایک نمونہ ہے۔

بخاری اور مسلم شریف میں ان دونوں شیاطین جن وانس سے بچنے کے لئے ایک عمل کا ذکر کیا گیا ہے۔

ترجمہ:''حضور پاک خاتم النبیین ﷺ جب بستر پر تشریف لاتے تو اپنے دونوں دست مبارک جمع فرما کر سورہ اخلاص، سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھتے اور اپنے مبارک ہاتھوں پر دم فرماتے (پھونکتے) اور پھر ان مبارک ہاتھوں کو سر مبارک سے لے کر تمام جسم اقدس پر پھیرتے۔جہاں تک دست مبارک پہنچ سکتے۔آپ خاتم النبیین ﷺ یہ عمل تین مرتبہ فرماتے''-(بخاری ومسلم)

الٰہی تیری مدد کے بغیر نہ ہماری جان ومال محفوظ رہ سکتے ہیں اور نہ ہی ہمارا ایمان۔باری تعالٰی ہماری جان ومال وایمان کی حفاظت فرمانا-(آمین)

****

انسان کے موکلین

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ:

"انسان کے دل میں ہر وقت دو مشورہ دینے والے موجود رہتے ہیں ایک وہ فرشتہ ہے جو نیکی اور حق پر ابھارتا ہے اور دوسرا شیطان ہے جو بُرے کاموں پر ابھارتا ہے اور حق کی تکذیب کرتا ہے اور نیکی سے باز رکھتا ہے"۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں "حقیقت میں یہ دو طرح کے خیالات ہوتے ہیں ایک اللہ کی طرف سے (ارادہ خیر) اور دوسرا شیطان کی طرف سے (تکذیب حق) اللہ اپنے اس بندے پر رحم فرمائے جو ارادے کے وقت توقف کرے اگر وہ اللہ کی طرف سے ہو تو اسکو عمل میں لائے اور اگر شیطان کی طرف سے ہو تو اس سے جہاد کرے"۔

آیت:" مَن شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاس "(سورۃ الناس، آیت نمبر 4) کی تشریح کرتے ہوئے مقاتلؒ نے بیان کیا ہے "وسوسہ آدمی کے دل پر پھیلتا ہے اگر انسان اللہ کو یاد کرتا ہے تو یہ وسوسہ ڈالنے والا" خناس "پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر انسان غفلت برتتا ہے تو یہ دل پر چھا جاتا ہے یہاں تک کہ آدمی کے دل کو ہر طرف سے گھیر لیتا ہے اور جب انسان ذکر الٰہی کرتا ہے تو وہ اسکے دل سے جدا ہو کر اس سے دور ہو جاتا ہے بلکہ اسکے دل سے نکل جاتا ہے"۔

حضرت عکرمہؒ کا ارشاد ہے کہ "وسوسوں کے مقام مرد کا دل اور آنکھیں ہیں اور عورت کی صرف آنکھیں ہیں جب وہ سامنے ہو اور اگر عورت پشت پھیر کر جائے تو اسکے سرینوں میں اسکا مقام ہے "۔

اِلقاہائے قلب:- دل میں چھ طرح کے القا ہوتے ہیں۔

i)۔اِلقائے نفس	ii)۔اِلقائے شیطان	iii)۔اِلقائے روح
iv)۔اِلقائے ملک	v)۔اِلقائے عقل	vi)۔اِلقائے یقین

i)۔اِلقائے نفس:- یہ خواہشات کی تحصیل جائز و ناجائز، رجحانات اور میلانات کے درپے ہو جانے کا حکم دیتا ہے۔

ii)۔ اِلقائے شیطان:- یہ عقیدہ کے اعتبار سے کفر و شرک کا حکم دیتا ہے نیز وعدہ خداوندی پر جھوٹے ہونے کا بہتان اور اسکے پورا نہ ہونے کی شکایت پر ابھارتا ہے اعمال میں گناہ کرنے، توبہ میں تاخیر اور دنیا و آخرت کو تباہ کرنے والے امور کو اختیار کرنے والا مشورہ دیتا ہے یہ دونوں اِلقا۔یعنی اِلقائے نفس اور اِلقائے شیطان۔دونوں بُرے ہیں۔ یہ دونوں خطرے یا القا عام مسلمانوں کو لاحق ہوتے ہیں۔

iii-iv)۔اِلقائے روح اور اِلقائے ملک:- یہ دونوں حق تعالیٰ کی اطاعت اور اس کا ہر حکم بجالانے کا جس کا نتیجہ دنیا و آخرت میں سلامتی کی صورت میں ہوتا ہے حکم دیتے ہیں اور یہ ہر اس چیز کو لاتے ہیں جو شریعت کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ دونوں اِلقا محمود اور قابل ستائش کے مطابق ہے اور یہ خواص المسلمین میں پائے جاتے ہیں عام میں نہیں۔

v)۔ اِلقائے عقل:- یہ کبھی اس بات کا حکم دیتا ہے جو نفس اور شیطان کے موافق ہوتی ہے اور کبھی ایسی بات کا حکم دیتا ہے جو القاء روح و ملک کے موافق ہوتی ہے یہ اِلقا اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اور اس سے تخلیق کائنات کا استحکام وابستہ ہے تاکہ عقل صحت مشاہدہ اور نیک و بد کی تمیز کے ساتھ خیر یا شر کو اختیار کرے اور نتیجہ میں عذاب یا ثواب اس کے لیے۔نقصان کا باعث یا باعث سودمندی ہوں۔ چونکہ جس طرح اللہ نے انسان کے جسم کو اپنے احکام کے نزول کے محل اور لامتناہی وارداتوں کا مرکز بنایا اسی طرح عقل کو نیک و بد کی کسوٹی (معیار) بنایا ہے عقل بھلائی اور بُرائی کو لے کر جسم میں داخل ہوتی ہے عقل اور جسم دونوں مکلف (حسابِ اختیار) ہونے کے محل ہیں احوال کی تبدیلی کا مقام ہیں اور راحت کی لذت یا عذابِ علیم کی قربت کے تعین کے ذرائع ہیں (عذاب کی تکلیف اور ثواب کی لذت اسکے ذریعے سے پہنچائی جاتی ہے)

vi)۔ اِلقائے یقین:- یہ روحِ ایمان ہے منزل علم ہے اللہ کی طرف سے اس کا نزول اور صدور ہوتا ہے۔ یہ القا صرف ان سینوں میں پیدا ہوتا ہے جو مرتبہ ایقان (کامل ایمان) کو پہنچ جاتے ہیں جیسے صدیقین شہداء، ابدال اور مخصوص اولیاء کرام۔ یہ القا مخفی طور پر نازل ہوتا ہے اور اس کی آمد بہت (دقیق ہوتی ہے مگر برحق ضرور ہوتی ہے اس کا صدور علم لَدُنی، اخیار بالغیب اور اسرار الامور کے ہاتھ ہوتا ہے کہ مقام ان بندوں کو ملتا ہے جو اللہ کے محبوب و مرغوب ہوں اسکے منتخب ہوں۔فنافی اللہ ہوں اور اپنے ظواہر سے بھی غافل ہو گئے ہوں فرض اور سنت ہائے مؤکدہ کی ادائیگی کے علاوہ انکی ظاہری عبادات کا رخ باطن کی طرف ہو گیا ہو (ہر وقت باطنی عبادات میں غرق ہوں سوائے فرض اور مؤکدہ سنتوں کی ادائیگی کے)۔ یہ لوگ ہر وقت اپنی باطنی کیفیات کی نگہداشت کرتے ہیں اور اللہ انکی ظاہری تربیت کا خود ہی کفیل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ

ارشاد فرماتا ہے (کہ وہ اس طرح کہتے ہیں)۔ اِنَّ وَلِیِّ َ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ ۝

ترجمہ: ''یقیناً میرا کارساز تو اللہ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی وہی نیکوں کا کارساز ہے''۔ (سورۃ الاعراف آیت نمبر 196)

پس اللہ تعالیٰ ان کا ذمہ دار ہوتا ہے وہی ان کے کام پورے کرتا ہے وہی اسرار غیب کے مطالعہ میں انکے قلوب کو مشغول رکھتا ہے وہی اپنے قرب کے جلوؤں سے ان کے دل کو روشن رکھتا ہے اس نے ان حضرات کو اپنے ساتھ مکالمے کے لیے انتخاب کر لیا ہے اپنی ذات پاک کو خاص طور سے ان کے سکون وطمانیت کو مرجع بنا دیا ہے۔

پس ہر روز انکے علم میں اضافہ، معرفت میں زیادتی، نورانیت میں کثرت اور قرب الٰہی میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ حضرات ہمیشہ باقی رہنے والی اور کبھی نہ ختم ہونے والی راحت، غیر منقطع نعمت اور لامتناہی مسرت میں غرق رہتے ہیں اور اس دار فنا میں ان کے قیام کی مدت اختتام کو جا پہنچتی ہے تو ان کا اختتام بڑا پر شکوہ ہوتا ہے جیسے ایک دلہن حجلہء عروسی سے نکل کر صحن میں آ جائے اور ایک ادنیٰ حالات سے اعلیٰ حالات میں پہنچ جائے دنیا ان کے لیے جنت ہوتی ہے اور آخرت میں ان کو آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیف میسر ہوگا یعنی انکو اللہ تعالیٰ کی طرف دیکھنا میسر آئے گا نہ ڈر ہوگا نہ دربان ہوگا، نہ حجاب ہوگا، نہ کوئی دربان روکنے والا، نہ کوئی ٹوکنے والا ہوگا، نہ کوئی احسان رکھنے والا، نہ احسان اٹھایا جائے گا، نہ دکھ ہوگا، نہ تکلیف اور نہ اس لذت کا اختتام ہوگا اور نہ انقطاع۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَھَرٍ ۝ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

ترجمہ: "بے شک پرہیز گار باغوں اور نہروں میں صدق کے مقام میں قدرت رکھنے والے بادشاہ کے پاس ہونگے"۔ (سورۃ القمر، آیت نمبر 55-54)

جن لوگوں نے دنیا میں نیک کام کیے اللہ تعالیٰ کی اطاعت و بندگی کی تو آخرت میں اسکے عوض وہ انکو جنت، عزت کی سلامتی، اور نعمت عطا فرمائے گا اور چونکہ دنیا میں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی پاکی اور صفائی میں زیادتی کی اور اس کے برخلاف عمل سے اجتناب کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو بقاو عطا کے گھر میں زیادہ عطا فرمایا اور وہ ہمیشہ ہمیشہ رب کریم کی طرف نظر کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اربابِ بصیرت اور اہل دانش کو اسکی خبر دی ہے۔

نفس اور روح:- نفس اور روح القائے شیطان و ملک کے دو مقامات ہیں (فرشتہ) ملک دل میں تقویٰ کا القا کرتا ہے اور شیطان نفس میں بدکاری کی تحریک کرتا ہے۔ نفس بدکاری میں اعضاء کو استعمال کرنے کی دل سے خواستگاری کرتا ہے۔ عقل اور خواہش جسم کے اندر نفس کے مقام ہیں اور دونوں اپنے حاکم کی رضا کے مطابق جس میں اپنا عمل کرتے ہیں یعنی "توفیق خیر یا توفیق شر"۔

نفس سے جہاد کرنا (جہاد اکبر):- شیطان سے جہاد باطنی ہوتا ہے جو دل اور ایمان کی طاقت سے کیا جا سکتا ہے پس جب ہم نفس سے جہاد کریں گے تو حق تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ شامل حال ہوگی اور اللہ تعالیٰ ہمارا مددگار رہوگا کافروں سے جہاد ظاہری طور پر نیزے اور تلوار سے ہوتا ہے اور بادشاہ دو جہاں اس جہاد میں ہمارا مددگار رہوتا ہے اس جہاد میں ہمارا مرکز امید حصول جنت ہے اگر کافروں سے جہاد کے دوران ہم شہید ہو گئے تو ہماری جزا دارالبقا ہے یعنی (بہشت جاودان ہے) اگر ہم نفس سے جہاد کرتے ہوئے فنا ہو گئے اور ہماری تمام عمر اس کی مخالفت میں صرف ہو جائے تو ہماری جزا یہ ہوگی کہ ہم رب العالمین کے دیدار سے سرفراز ہو جائیں گے۔ اگر کافر ہم کو مار ڈالے تو ہم شہید ہونگے اور اگر نفس کی پیروی واطاعت کی حالت میں نفس نے ہم کو مارا تو راندہ درگاہ حق ہو جائیں گئے۔ کافروں سے جہاد کی تو ایک حد وغایت ہے لیکن شیطان اور نفس سے جہاد کی کوئی حد وغایت نہیں۔ **نفس غصے کی حالت میں درندہ ہوتا ہے، گناہ کرتے وقت بچہ ہوتا ہے، فراوانی نعمت کے وقت فرعون ہوتا ہے، بھوک کی حالت میں دیوانہ کتا ہوتا ہے، اور پر شکم ہو تو مغرور گدھا ہوتا ہے۔**

اللہ اور انسان کے درمیان ایک ہی حجاب ہے جس کا نام نفس ہے۔ نفس کی مخالفت تمام عبادتوں کا اصل اور سب مجاہدوں کا کمال ہے۔

****

مُصنِّفہ کی تمام کُتُب

خاتم النبیین ﷺ مِحبُوبِ ربُّ العٰلمین	خاتم النبیین ﷺ مُحسنِ اِنسانیت (۲،۱)	مقصدِ حیات	عبدیّت کا سفر ابدیّت کے حصُول تک
تعلُّق مع اللہ	مُختصراً قُرآنِ پاک کے علُوم	راہِ نجات	فلاح
اہلِ بیت اور خاندانِ بنُو اُمَیّہ	ثواب و عتاب	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۱)	تُو ہی مُجھے مِل جائے (جِلد۔۲)
مختصر تذکرہ صحابہ کرامؓ مختصر تذکرہ انبیاء کرامؑ	اولیاءکرامؒ	کتاب الصلوٰۃ وَ اوقاتُ الصّلوٰۃ	عشرہ مُبشرہؓ اور آئمہ اربعہؒ
حیاتِ طیّبہ	آگہی	اِسلام عالمگیر دِین	عقائد واِیمان
دِینِ اِسلام (بچّوں کے لئے)	کتابِ آگاہی (تصحیح العقائد)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۱)	تصوُّف یا رُوحانیت (جِلد۔۲)